بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

جلد 66
ایڈیٹر
منصور احمد
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ 52-51
شرح چندہ
سالانہ 550 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن
80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو

2-9 ربیع الثانی 1439 ہجری قمری • 21-28 فتح 1396 ہجری شمسی • 21-28 دسمبر 2017ء   Postal Reg. No. GDP/001/2016-18

كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ
تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ (آل عمران:111)

تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لیے نکالی گئی ہو
تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو

اَلۡخَلۡقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الۡخَلۡقِ اِلَی اللّٰہِ مَنۡ اَحۡسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (بیہقی فی شعب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں
پس اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے

اَلرَّاحِمُوۡنَ یَرۡحَمُہُمُ الرَّحۡمٰنُ اِرۡحَمُوۡا اَہۡلَ الۡاَرۡضِ یَرۡحَمۡکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَآءِ (ابوداؤد کتاب الادب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان خدا رحم کرے گا
تم اہلِ زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

جلسہ سالانہ برطانیہ 2017 کے چند خوبصورت مناظر

14ویں نیشنل پیس سمپوزیم برطانیہ 2017 کے اسٹیج کا ایک منظر، سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرماتے ہوئے

جلسہ سالانہ برطانیہ 2017 کے موقع پر بھارت کے نمائندگان کی سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک یادگار تصویر
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی داہنی جانب محترم وکیل صاحب تعمیل وتنفیذ برائے بھارت، نیپال، بھوٹان تشریف فرما ہیں
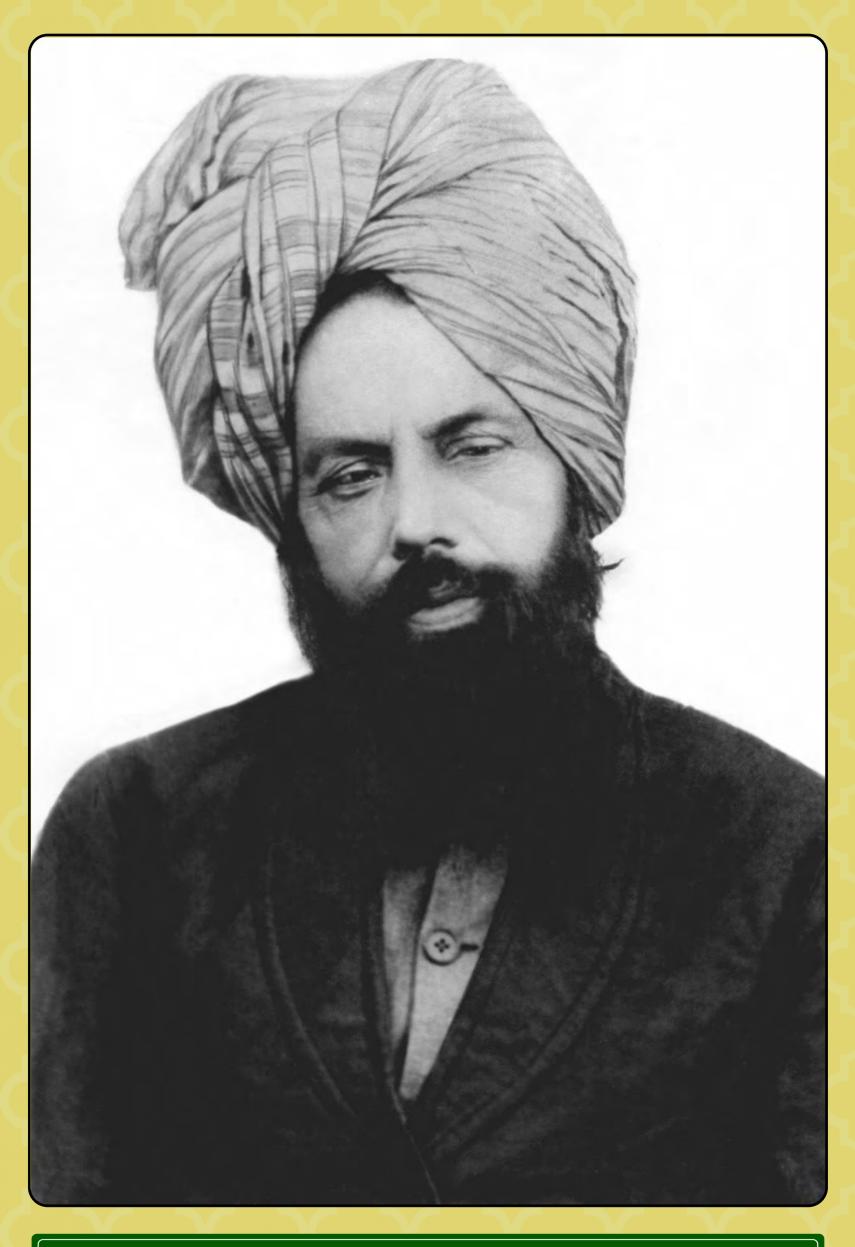
شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)
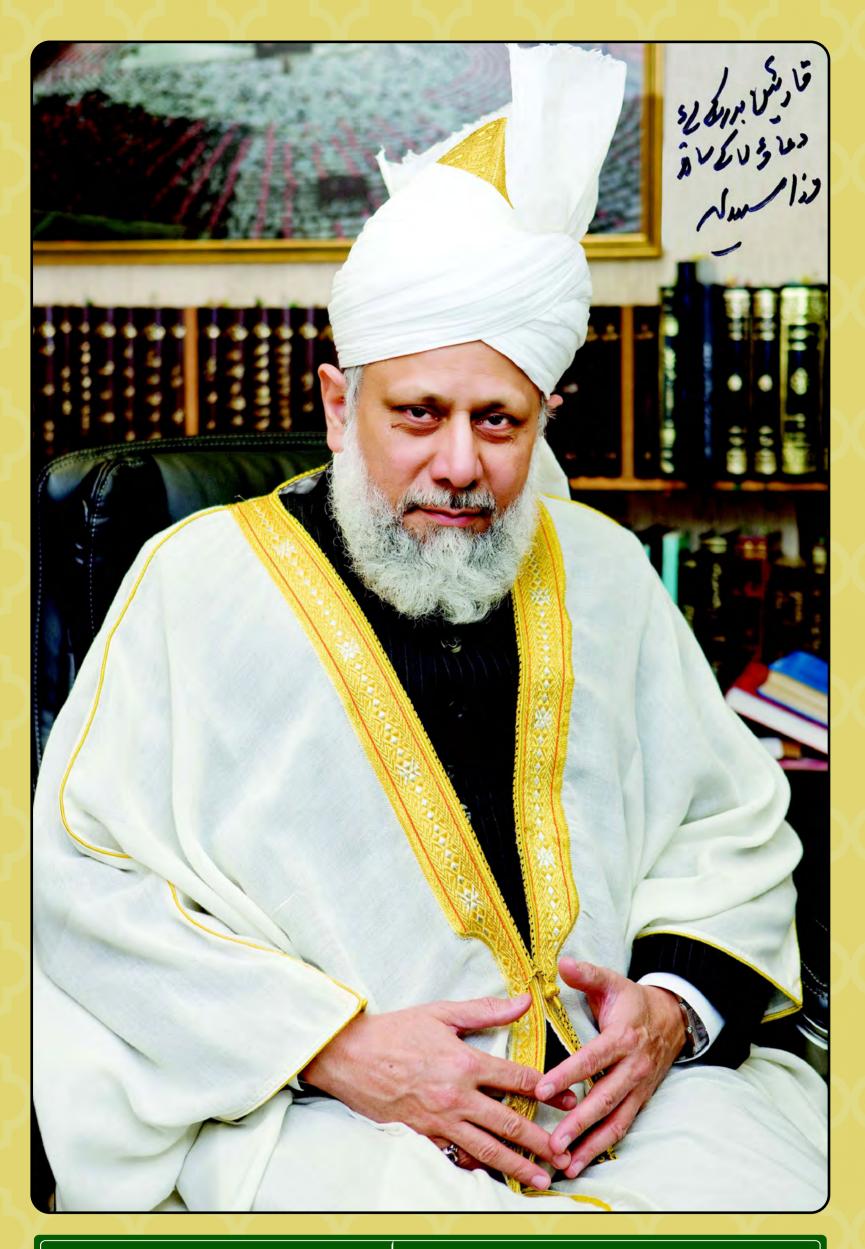
امن اور محبّت کے سفیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنّاصر

لندن
MA 29-9-2017

اسلام ہمیں آپس میں محبت اور ایک دوسرے کی خدمت کا درس دیتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقصود و مطلوب اور تمنا بھی
اپنے آقا و مطاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں خدمت خلق ہی تھی

خدمتِ انسانیت جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز ہے
اللہ تعالیٰ دنیا بھر کے احمدیوں کو اسے اپنا نصب العین بنانے کی توفیق عطا فرمائے

قارئین بدر کے لیے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا محبت بھرا رُوح پرور پیغام

پیارے قارئین بدر قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ ہفت روزہ بدر کو ''جماعت احمدیہ اور خدمت انسانیت'' کے موضوع پر ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین۔

مجھ سے اس موقع پر پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ اسلام ہمیں آپس میں محبت اور ایک دوسرے کی خدمت کا درس دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِي الۡاَرۡضِ۔ یعنی جو چیز لوگوں کو نفع دینے والی ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اسی طرح ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جو اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

جب جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت کی بات کی جائے تو اس پہلو سے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا اُسوہ اس دور میں سب سے ممتاز اور بلند مقام رکھتا ہے۔ آپ کا مقصود و مطلوب اور تمنا بھی اپنے آقا و مطاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں خدمتِ خلق ہی تھی۔ چنانچہ کبھی اپنے ہاتھ سے مہمان نوازی، کبھی مریضوں کی عیادت، کبھی بیوگان کی دلداری، کبھی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا آپ کی سنت سے ثابت ہے۔ بارہا آپ نے اپنے ذاتی استعمال کی اشیاء جیسے ٹوپی، جوتی اور کپڑے وغیرہ اپنے خادموں کو عنایت فرمائے۔ آپ اپنے گھر میں ضرورت مندوں کیلئے دوائیاں منگوا کر رکھتے۔ ایک بچی آپ کے گھر میں رو رہی تھی پہلے اسے کھانا دیا پھر بھی چپ نہ ہوئی تو خود اپنا کھانا دے کر اسے مطمئن کیا۔ ایک خاتون کی درخواست پر راستے میں ہی اس کا خط اسے پڑھ کر سنا دیا۔ ایک اور عورت اپنے بیٹے کی وفات پر غم سے نڈھال تھی اس کی نماز جنازہ اتنی لمبی پڑھائی کہ اسے بہشت میں داخل ہونے کی نوید سنائی۔ الغرض مخلوق خدا سے ہمدردی اور ان کی خدمت آپ کا خاص وصف تھا اور یہی تعلیم آپ نے اپنے متبعین کو بھی دی۔ چنانچہ آپ نے شرائط بیعت میں یہ شرط بھی مقرر فرمائی کہ بیعت کنندہ ''عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔''

آپ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 28)

آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپ کی پیاری جماعت بھی قربانی اور ایثار کے جذبے سے سرشار ہے اور دنیا بھر میں مخلوق خدا کی خدمت کی مختلف مہمات سرانجام دے رہی ہے۔ احبابِ جماعت کو بار بار والدین کی خدمت، تربیتِ اولاد، اہل وعیال کی دیکھ بھال، صلہ رحمی، ہمسایوں سے حسن سلوک، بزرگوں کا احترام، عیادتِ مریضاں، غرباء ومساکین کی امداد اور رفاہِ عامہ کے مختلف کاموں میں حصہ لینے کی نصائح کی جاتی ہیں۔ جن پر عمل کر کے وہ مثبت سوچ کے حامل اور معاشرے کے مفید وجود ثابت ہوتے ہیں۔ پس ایک تو آدابِ معاشرت سکھانے کی یہ خدمت ہے جو جماعت احمدیہ سرانجام دے رہی ہے۔

خدمتِ انسانیت کے کچھ کام مجموعی حیثیت کے بھی ہیں جنہیں نظام جماعت کے تحت سرانجام دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلفائے احمدیت کی زیرِ نگرانی یتامیٰ، بیوگان، اسیرانِ راہِ مولیٰ اور شہدائے احمدیت کے خاندانوں کی باقاعدہ جماعتی نظام کے تحت خبر گیری کی جاتی ہے۔ نادار مریضوں کی اعانت اور مستحق طلباء کو تعلیمی وظائف دیئے جاتے ہیں۔ غرباء میں گندم اور دیگر ضروری اشیاء تقسیم کی جاتی ہیں اور مستحقین کی فلاح وبہبود کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ احبابِ جماعت خون کے عطیات اور آنکھوں اور دیگر اعضاء کے عطیات دے کر بھی بنی نوع انسان کی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ جماعت احمدیہ کی خدمتِ انسانیت محض اپنوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ کرۂ ارض پر پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً افریقہ میں بالخصوص اور دیگر مقامات پر بالعموم تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کا قیام، نیز مختلف مقامات پر پانی کی دستیابی اور بجلی کی فراہمی وغیرہ بنیادی انسانی ضروریات کے منصوبے جاری ہیں جن پر کافی سرمایہ خرچ ہوتا ہے اسے بھی ہماری جماعت انفاق فی سبیل اللہ کی روح سے جمع کرتی ہے۔ کیونکہ انہیں یہ تربیت دی گئی ہے کہ اس سے رضائے باری تعالیٰ کا حصول ہوتا ہے اور کمزور بھائیوں کو تقویت ملتی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 266 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کی دو اغراض بیان فرمائی ہیں۔ اوّل ابتغاء مرضات اللہ۔ دوم تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا حصول اور قوم کی مضبوطی کیونکہ صدقات کے نتیجہ میں غرباء کو ترقی کے مواقع میسر آ جاتے ہیں اور وہ بھی اپنی قوم کا ایک مفید جزو بن جاتے ہیں، جس قوم کے افراد گرے ہوئے ہوں وہ قوم بھی یقینی طور پر مضبوط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ گرے ہوئے افراد اس کیلئے بوجھ بن جاتے ہیں اور وہ ترقی کی طرف اپنا قدم بڑھانے سے قاصر رہتی ہے۔ اسی لئے یورپین قومیں جن کا خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں وہ بھی محض اس لئے صدقہ وخیرات کرتی رہتی ہیں کہ قوم کے غرباء کی ترقی سے خود قوم بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔''

(تفسیر کبیر، جلد دوم، صفحہ 612)

پھر خلیفۂ وقت کی راہنمائی اور سرپرستی میں کچھ ایسے خیراتی ادارے کام کر رہے ہیں جنہیں دنیا بھر میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جن میں ہیومنٹی فرسٹ سرفہرست ہے۔ یہ ادارے ان مصیبت زدگان کی فوری اور ٹھوس امداد کرتے ہیں جو دنیا کے کسی بھی خطہ میں آسمانی حوادث مثلاً طوفانوں، زلزلوں، سیلابوں اور قحط وغیرہ سے متاثر ہوئے ہوں یا جنگوں کی تباہ کاریوں کے شکار ہوئے ہوں۔ پس خدمتِ انسانیت جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا بھر کے احمدیوں کو اسے اپنا نصب العین بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام
”خادمِ نوعِ انسان“

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو ”خادمِ نوعِ انسان“ قرار دیا، لیکن جاننا چاہئے کہ آپ کا خادمِ نوع انسان ہونا رُوحانی اعتبار سے ہے۔ گرچیکہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جسمانی لحاظ سے بھی لوگوں کی بہت خدمت کی اور ایک ایسی جماعت قائم فرمادی جو سوا سو سال سے بنی نوع انسان کی روحانی خدمت کے ساتھ ساتھ جسمانی خدمت میں بھی لگی ہوئی ہے تاہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام و مرتبہ ایک رُوحانی خادم ہونے کا ہے۔ حدیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ يُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلُهٗ اَحَدٌ (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی ابن مریم) یعنی آنے والا مسیحؑ مال لُٹائے گا لیکن لوگ اس مال کو قبول نہیں کریں گے۔ اگر رُوحانی مال مُراد لیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظیم الشان پیشگوئی سچی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے انتہا رُوحانی خزائن لُٹائے لیکن دُنیا اس کے لینے سے انکاری ہے۔ اور اگر دُنیاوی مال مُراد لیں تو پھر یہ پیشگوئی سچی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ مولوی مال لینے کیلئے آسمان کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ انتظار میں بیٹھے ہیں کہ کب مسیح آئے اور اُنہیں مالا مال کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”ہمارے اکثر مولویوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مہدی کی لڑائیوں کے ذریعہ سے بہت سا مال ان کو ملے گا یہاں تک کہ وہ سنبھال نہیں سکیں گے اور چونکہ آج کل اس ملک کے اکثر مولوی بہت تنگ دست ہیں اس وجہ سے بھی وہ ایسے مہدی کے دن رات منتظر ہیں کہ تا شاید اسی ذریعہ سے ان کی نفسانی حاجتیں پوری ہوں لہٰذا جو شخص ایسے مہدی کے آنے سے انکار کرے یہ لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کو فی الفور کافر ٹھہرایا جاتا اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ میں بھی انہی وجوہ سے ان لوگوں کی نظر میں کافر ہوں کیونکہ ایسے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں ہوں بلکہ ان بیہودہ عقیدوں کو سخت کراہت اور نفرت سے دیکھتا ہوں۔“ (مسیح ہندوستان میں، رُوحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 12)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”آپ کا فرضی مسیح اور مہدی تو ظاہر ہو کر اور تمام کافروں کو قتل کر کے ان کا مال آپ لوگوں کو دے دیگا اور تمام نفسانی خواہشیں پوری کر دے گا جیسا کہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ لیکن میں تو اس لئے نہیں آیا کہ آپ لوگوں کو دنیا کے گندے مال میں مبتلا کروں اور آپ پر تمام ہوا و ہوس کے پورے کرنے کے دروازے کھول دوں بلکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ موجودہ دنیا کے حظ سے بھی کچھ کم کر کے خدا تعالیٰ کی طرف کھینچوں۔ پس حقیقت میں میرے آنے سے آپ لوگوں کا بہت ہی حرج ہوا ہے۔ گویا تیرہ سو برس کے مال و متاع کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں یا یوں کہو کہ کروڑہا روپیہ کا نقصان ہو گیا۔“ (تریاق القلوب، رُوحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 159)

اسلام رُوحانی بقا کیلئے جان اور مال کی قربانی کا مطالبہ بھی کرتا ہے جیسا کہ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (توبہ: 112) کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے اموال اور اُنکی جانیں خرید لی ہیں تا کہ اسکے بدلہ میں اُنہیں جنت ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ نے اسلام کی خاطر، یا یُوں کہہ لیں کہ رُوحانیت کی بقا اور اس کے قیام کی خاطر بے دریغ جان و مال کی قربانی دی۔ پس اصل اور دائمی زندگی اُخروی زندگی ہے جس کے مقابل دُنیا کی زندگی اور دُنیاوی مال و دولت ہیچ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ یعنی اصل زندگی تو آخرت کی ہی زندگی ہے کاش وہ اس بات کو سمجھ سکتے۔ اور پھر فرماتا ہے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ کہ تم دُنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کی زندگی ہی بہتر اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ خدا کے مامور اور مرسل اسی لئے آتے ہیں تا کہ شرک اور کفر اور باطل عقائد اور فاسد خیالات کا قلع قمع کر کے اور بنی نوع انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر آخرت کے سفر کو آسان اور مرغوب بنا دیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِسی لحاظ سے اپنے آپ کو خادمِ نوعِ انسان قرار دیا ہے۔

فہرست مضامین

......☆......☆......☆......

آپؑ نے رُوحانی اعتبار سے بنی نوع انسان کی کیا خدمت کی یہ ایک نہ ختم ہونے والا مضمون ہے۔ ذیل میں ہم آپؑ کی چند بڑی بڑی خدمات کا ذکر کرتے ہیں۔ آپؑ اپنے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل کامل کی حیثیت سے پوری دُنیا اور کل بنی نوع انسان کی طرف مبعوث ہوئے۔ آپؑ نے جہاں مسلمانوں کے اندر پیدا شدہ غلط عقائد و خیالات اور رسم و رواج کی اصلاح فرمائی وہاں دیگر مذاہب کے عقائد کی خرابیاں بھی اُن پر ظاہر کیں اور اُنہیں بہت ہی پیار اور حقیقی ہمدردی کے ساتھ صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی۔

☆ مسلمان جو حیات مسیح کے قائل تھے اس کی اصلاح فرمائی اور قوی دلائل کے ساتھ مسیحؑ کا فوت ہو جانا ثابت کیا۔ یہ ایسا عقیدہ تھا جس کی بنا پر مسلمانوں کو ہر مورچہ پر عیسائیوں سے شکست پر شکست مل رہی تھی اور کثرت کے ساتھ مسلمان عیسائی ہو رہے تھے کیونکہ یہ عقیدہ مسیح علیہ السلام کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کر رہا تھا۔ اس خطرناک عقیدہ کی آپؑ نے اصلاح فرمائی۔ ☆ خونی مہدی کے عقیدہ کا ردّ کیا۔ ☆ اس عقیدہ کی بھی اصلاح فرمائی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ یہ تو عیسائیوں کا اسلام پر ایک بڑا اعتراض تھا اور ہے لیکن بدقسمتی سے بعض مسلمانوں میں یہ عقیدہ راہ پا گیا۔ ☆ انبیاء خدا کا چہرہ دُنیا کو دکھاتے ہیں ”حضرت مسیح موعودؑ جس زمانہ میں مبعوث ہوئے اس وقت بھی خدا تعالیٰ دنیا کی نظروں سے مخفی ہو چکا تھا اور ایسا مخفی ہو چکا تھا کہ حقیقی تعلق لوگوں کا اس سے بالکل نہ رہا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے نشان دکھا کر خدا تعالیٰ

باقی صفحہ نمبر 97 پر ملاحظہ فرمائیں

تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کیلئے نکالی گئی ہو
تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو

خدمت انسانیت کے متعلق قرآن مجید کی پاکیزہ تعلیمات

اللہ تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ الفاتحہ:2)

ترجمہ:: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

بہترین امت جو لوگوں کی بھلائی کیلئے نکالی گئی

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:111)

ترجمہ:: تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لیے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں، ہم جلیسوں اور مسافروں سے حسن سلوک کی تعلیم

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (النساء:37)

ترجمہ:: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

اقربا، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلین اور غلاموں کیلئے مال خرچ کرنا حقیقی نیکی ہے

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ:178)

ترجمہ:: نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی اسی کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور مال دے اس کی محبت رکھتے ہوئے اقرباء کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو نیز گردنوں کو آزاد کرانے کی خاطر اور جو نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور وہ جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں جب وہ عہد باندھتے ہیں اور تکلیفوں اور دکھوں کے دوران صبر کرنے والے ہیں اور جنگ کے دوران بھی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے صدق اختیار کیا اور یہی ہیں جو متقی ہیں۔

اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو

وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الحجرات:10،11)

ترجمہ:: اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

تمسخر، عیب تراشی، نام بگاڑنے، بدظنی، تجسس اور غیبت سے اجتناب کی تعلیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات:12،13)

ترجمہ:: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے! پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کی تعلیم

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (المائدہ:3)

ترجمہ:: اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:10)

ترجمہ:: اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی وہ ان سے محبت کرتے تھے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو ان (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

......☆......☆......☆......

رحم کرنے والوں پر رحمان خدا رحم کرے گا تم اہلِ زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

خدمت انسانیت کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاکیزہ کلمات

تمام مخلوق اللہ کی عیال ہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ۔

(بیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، صفحہ 425)

ترجمہ:: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

تم اہلِ زمین پر رحم کرو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَبْلُغُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا اَھْلَ الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرّحمۃ)

ترجمہ:: حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم کرنے والوں پر رحمان خدا رحم کرے گا۔ تم اہلِ زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ: لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَحْقِرُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ التَّقْوٰی ھٰھُنَا۔ وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ)

ترجمہ:: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے بڑھ چڑھ کر بھاؤ نہ بڑھاؤ۔ ایک دوسرے سے بُغض نہ رکھو ایک دوسرے سے پیٹھ نہ موڑو یعنی بے تعلقی کا رویّہ اختیار نہ کرو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ اس کو شرمندہ یا رسوا نہیں کرتا۔ آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ تقویٰ یہاں ہے۔ یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ دہرائے پھر فرمایا۔ انسان کی بدبختی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزّت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور اس کے لئے واجب الاحترام ہے۔

تین اشخاص جن سے قیامت کے دن سخت باز پُرس ہوگی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَلَاثَۃٌ أَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَکَلَ ثَمَنَہٗ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ۔

(بخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرًّا)

ترجمہ:: حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن مَیں سخت باز پُرس کروں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر دھوکا بازی اور غدّاری کی۔ دوسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی آزاد کو پکڑ کر بیچ دیا اور اس کی قیمت لے کر کھا گیا۔ تیسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا، اس سے پورا پورا کام لیا لیکن اس کو طے شدہ مزدوری نہ دی۔

ماں باپ سے محبت اور شفقت کا سلوک کرو

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ نَشَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ کَنَفَہٗ وَاَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ رِفْقٌ بِالضَّعِیْفِ وَالشَّفْقَۃُ عَلَی الْوَالِدَیْنِ وَالْاِحْسَانُ اِلَی الْمَمْلُوْکِ۔

(ترمذی، صفۃ القیامۃ)

ترجمہ:: حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اُسے اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھے گا اور اسے جنّت میں داخل کرے گا۔ پہلی یہ کہ وہ کمزوروں پر رحم کرے، دوسری یہ کہ وہ ماں باپ سے محبت کرے۔ تیسری یہ کہ خادموں اور نوکروں سے اچھا سلوک کرے۔

صلہ رحمی کا خُلق اختیار کرنا چاہئے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ سَرَّہٗ أَنْ یُّبْسَطَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ اَوْ یُنْسَأَ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ۔

(مسلم، کتاب البرّ والصلۃ، باب صلۃ الرحمۃ)

ترجمہ:: حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جو شخص رزق کی فراخی چاہتا ہے یا خواہش رکھتا ہے کہ اس کی عمر اور ذکرِ خیر زیادہ ہو اُسے صلہ رحمی کا خُلق اختیار کرنا چاہئے یعنی اپنے رشتہ داروں سے بنا کر رکھنی چاہئے۔

بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْہِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْہِ۔

(ابن ماجہ، ابواب الادب، باب حق الیتیم)

ترجمہ:: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سے سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک ہوتا ہو۔

لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ...... تَکُفُّ شَرَّکَ عَنِ النَّاسِ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ مِنْکَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ افضل الاعمال)

ترجمہ:: حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عملوں میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا...... لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچ کیونکہ یہ بھی تیری طرف سے ایک طرح کا صدقہ ہے اور تیرے لئے فائدہ مند ہے۔

بہترین ساتھی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ۔

(ترمذی، ابواب البرّ والصلۃ، باب ما جاء فی الحق الجوار)

ترجمہ:: حضرت عبداللہ بن عَمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ ساتھی اچھا ہے جو اپنے ساتھی کے لئے اچھا ہو۔ اور پڑوسیوں میں وہ پڑوسی بہترین ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔

......☆......☆......☆......

خدا تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت بہت کرو اور حقوق العباد کی بجا آوری پورے طور پر بجالانی چاہئے

جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں

خدمت انسانیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ کلمات

اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں تک محدود نہ رکھو

متکبر دوسرے کا حقیقی ہمدرد نہیں ہوسکتا۔ اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ رکھو بلکہ ہر ایک کے ساتھ کرو۔ اگر ایک ہندو سے ہمدردی نہ کرو گے تو اسلام کے سچے وصایا اُسے کیسے پہنچاؤ گے؟ خدا سب کا ربّ ہے۔ ہاں مسلمانوں کی خصوصیت سے ہمدردی کرو اور پھر متقی اور صالحین کی اس سے زیادہ خصوصیت سے۔ مال اور دُنیا سے دل نہ لگاؤ۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ تجارت وغیرہ چھوڑ دو بلکہ دل بایار اور دست با کار رکھو۔ خدا کاروبار سے نہیں روکتا ہے بلکہ دنیا کو دین پر مقدم رکھنے سے روکتا ہے۔ اس لیے تم دین کو مقدم رکھو۔

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 592، ایڈیشن 2003)

خدا تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت بہت کرو

یہ بات ہماری جماعت کو خوب یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہرگز نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی نہ مریگا۔ ہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (الرعد:18) پس جو شخص اپنے وجود کو نافع الناس بناویں گے ان کی عمریں خدا تعالیٰ زیادہ کریگا خدا تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت بہت کرو اور حقوق العباد کی بجا آوری پورے طور پر بجالانی چاہئے۔

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 303، ایڈیشن 2003)

یہ دستور ہونا چاہیے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں۔ ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے۔ اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے اسی لیے قرآن شریف میں آیا ہے۔ تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی (المائدہ:3) کمزور بھائیوں کا بار اُٹھاؤ۔ عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہوسکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ اُن کی پردہ پوشی کی جاوے۔ صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو، کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔ دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہوسکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور اُن کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہئے۔

(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 263، ایڈیشن 2003)

دہقانی عورتیں ایک دن بچوں کیلئے دوائی وغیرہ لینے آئیں۔ حضور ان کو دیکھنے اور دوائی دینے میں مصروف رہے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح حضورؑ کا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اس کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا:

’’یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں، جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 308، ایڈیشن 2003)

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو تو سارا بدن بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن مَیں ہمیشہ اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام و آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور یہ غم خواری کسی تکلف اور بناوٹ کی رو سے نہیں، بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح میں للّٰہی دلسوزی اور غم خواری اپنے دل میں دوستوں کے لئے پاتا ہوں اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے، تو طبیعت میں ایک بے کلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ غم بڑھتا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جب کہ کسی قسم کا فکر اور غم شامل حال نہ ہو، کیونکہ اس قدر کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی، کسی نہ کسی غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی اطلاع پر ادھر دل میں قلق اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غموں میں گزرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے اس لئے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے، کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں۔ اور پھر یہ دعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو نجات دے۔ ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ دعا کی قبولیت میں بڑی بڑی اُمیدیں ہیں۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 66، ایڈیشن 2003)

نوع انسان پر شفقت کرنا بہت بڑی عبادت ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بعض بندوں سے فرمائے گا کہ تم بڑے برگزیدہ ہو اور میں تم سے بہت خوش ہوں کیونکہ میں بہت بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں ننگا تھا تم نے کپڑا دیا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی۔ وہ کہیں گے کہ یا اللہ تُو تو ان باتوں سے پاک ہے تو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب وہ فرمائے گا کہ میرے فلاں فلاں بندے ایسے تھے تم نے ان کی خبر گیری کی وہ ایسا معاملہ تھا کہ گویا تم نے میرے ساتھ ہی کیا۔ پھر ایک اور گروہ پیش ہوگا۔ اُن سے کہے گا کہ تم نے میرے ساتھ بُرا معاملہ کیا۔ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ دیا۔ پیاسا تھا پانی نہ دیا، ننگا تھا کپڑا نہ دیا۔ میں بیمار تھا میری عیادت نہ کی۔ تب وہ کہیں گے کہ یا اللہ تُو تو ایسی باتوں سے پاک ہے۔ تُو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا۔ اس پر فرمائے گا کہ میرا فلاں فلاں بندہ اس حالت میں تھا اور تم نے ان کے ساتھ کوئی ہمدردی اور سلوک نہ کیا وہ گویا میرے ہی ساتھ کرنا تھا۔

غرض نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 438، ایڈیشن 2003)

مال کی طرف انسان بالطبع جھکتا ہے، لیکن جب خدا سے تعلق ہو تو پھر مال سے بے تعلقی دکھاوے اور واقعی ضرورتوں والے کی مدد کرے، مسکینوں کو دے، جو بے دست و پا ہیں، رشتے داروں کی خبر لے، کوئی کسی ابتلا میں پھنس گیا ہو تو اس کے نکالنے کی کوشش کرے

انسان اس نصیحت کو یاد رکھے اور دوسرے بھوکوں کی خبر لینے کو بقدر وسعت تیار رہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے یتیموں، مسکینوں اور پابند بلا کو کھانا دیتا رہے

مَیں پھر کہتا ہوں کہ یاد رکھو کہ آج کل کے ایام میں مسکینوں اور بھوکوں کی مدد کرنے سے قحط سالی کے ایام کی تنگیوں سے بچ جاؤ گے

خدمت انسانیت کے متعلق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سب سے زیادہ عزیز مال ہے...... مال کی طرف انسان بالطبع جھکتا ہے، لیکن جب خدا سے تعلق ہو تو پھر مال سے بے تعلقی دکھاوے اور واقعی ضرورتوں والے کی مدد کرے۔ مسکینوں کو دے جو بے دست و پا ہیں۔ رشتے داروں کی خبر لے۔ کوئی کسی ابتلا میں پھنس گیا ہو تو اس کے نکالنے کی کوشش کرے۔ مگر سب سے مقدم ذوی القربیٰ کو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوی القربیٰ کے ساتھ سلوک کرنا زیادتی عمر کا موجب ہے۔ یتیموں کی خبر لے۔ پھر جو بے دست و پا ہیں ان کی خبر لے۔ پھر جو علم پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے پڑھتے ہیں اور مصیبت میں مبتلا شدہ لوگوں کی خبر لے۔ پس جناب الٰہی کے ساتھ تعلق ہو اور دنیا اور اس کی چیزوں سے بے تعلقی دکھلاوے۔ پھر جناب الٰہی کی راہ میں جان کو خرچ کرے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں جان خرچ کرنے کی پہلی راہ کیا ہے؟ نمازوں کا ادا کرنا۔ نماز مومن کا معراج ہے۔ نماز میں ہر قسم کی نیازمندیاں دکھائی گئی ہیں۔ غرض کا فوری شربت پیتے پیتے انسان اس چشمہ پر پہنچ جاتا ہے جہاں اسے شفقت علی خلق اللہ کی توفیق دی جاتی ہے۔

پھر بتلایا کہ جو معاہدہ کسی سے کریں اس کی رعایت کرتے ہیں۔ مسلمان سب سے بڑا معاہدہ خدا سے کرتا ہے کہ میں نیک نمونہ ہوں گا۔ میں فرمانبردار ہوں گا۔ میں اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے کسی کو دُکھ نہ دوں گا۔ اور ایسا ہی ہماری جماعت امام کے ہاتھ پر معاہدہ کرتی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ رنج میں، راحت میں، عسر یسر میں قدم آگے بڑھاؤں گا۔ بغاوت اور شرارت کی راہوں سے بچنے کا اقرار کرتا ہے۔ غرض ایک عظیم الشان معاہدہ ہوتا ہے۔ پھر دیکھا جاوے کہ نفسانی اغراض اور دنیوی مقاصد کی طرف قدم بڑھاتا ہے یا دین کو مقدم کرتا ہے۔ عامہ مخلوقات کے ساتھ نیکی اور مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً نیکی کرتا ہے یا نہیں۔ ہر امر میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے۔ مقدمہ ہو تو جھوٹے گواہوں، جعلی دستاویزوں سے محترز رہے۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے وعظ کہنا بھی مفید امر ہے۔ اس سے انسان اپنے آپ کو بھی درست بنا سکتا ہے۔ جب دوسرے کو نصیحت کرتا ہے تو اپنے دل پر چوٹ لگتی ہے۔

امر بالمعروف بھی ابرار کی ایک صفت ہے۔ اور پھر قسم قسم کی بدیوں سے رکتا ہے۔ المختصر يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا جب خود بھلائی حاصل کرتے ہیں، ظالم لنفسہ ہوتے ہیں تو دوسروں تک بھی پہنچاتے ہیں۔ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ جو معاہدہ جناب الٰہی سے کیا ہو اس کو وفاداری سے پورا کرے اور نیکی یوں حاصل کرے کہ میرے ہی افعال نتائج پیدا کریں گے۔ ایک فلسفی مسلمان کا قول ہے:

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اور کھانا دینے میں دلیر ہوتے ہیں۔ مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔ قرآن کریم میں لباس اور مکان دینے کی تاکید نہیں آئی جس قدر کھانا کھلانے کی آئی ہے۔ ان لوگوں کو خدا نے کافر کہا ہے جو بھوکے کو کہہ دیتے ہیں کہ میاں تم کو خدا ہی دے دیتا اگر دینا منظور ہوتا۔ قرآن کریم کے دل سورۃ یٰسین میں ایسا لکھا ہے: قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ...... آجکل چونکہ قحط ہو رہا ہے انسان اس نصیحت کو یاد رکھے اور دوسرے بھوکوں کی خبر لینے کو بقدر وسعت تیار رہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے یتیموں، مسکینوں اور پابند بلا کو کھانا دیتا رہے۔ مگر صرف اللہ کے لیے دے۔

یہ تو جسمانی کھانا ہے۔ روحانی کھانا ایمان کی باتیں۔ رضاء الٰہی اور قرب کی باتیں یہاں تک کہ مکالمہ الٰہیہ تک پہنچا دینا اسی رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ یہ بھی طعام ہے۔ وہ جسم کی غذا ہے یہ روح کی غذا۔ منشا یہ ہو کہ اس لیے کھانا پہنچاتے ہیں کہ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا کہ ہم اپنے رب سے ایک دن سے جو عبوس اور قمطریر ہے ڈرتے ہیں۔ عبوس تنگی کو کہتے ہیں۔ قمطریر دراز۔ یعنی قیامت کا دن تنگی کا ہوگا اور لمبا ہوگا۔ بھوکوں کی مدد کرنے سے خدا تعالیٰ قحط کی تنگی اور درازی سے بھی نجات دے دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا خدا تعالیٰ اس دن کے شر سے بچا لیتا ہے اور یہ بچانا بھی سرور اور تازگی سے ہوتا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ یاد رکھو کہ آج کل کے ایام میں مسکینوں اور بھوکوں کی مدد کرنے سے قحط سالی کے ایام کی تنگیوں سے بچ جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ مجھ کو اور تم کو توفیق دے۔''

(حقائق الفرقان، جلد چہارم، صفحہ 289)

دار الضعفاء

''حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے باہمی محبت و مواسات اور اخوت پیدا کرنے کے لیے ایک مجلس ضعفا کی بنیاد بھی رکھی جسے حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی پسند فرمایا۔ اس مجلس میں سب کے سب غربا شامل تھے۔ ہر آٹھویں روز مجلس کے ممبر اپنے اپنے گھروں سے کھانا لاتے اور ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔ حضرت میر صاحب نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ ان میں بیٹھتے اور اپنے غریب بھائیوں کی دلجوئی کرتے تھے۔

غربا کیلئے رہائشی مکانات کا ملنا سخت مشکل تھا اس لیے حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے بہشتی مقبرہ کے ساتھ دار الضعفا کا ایک حصہ آباد کر دیا۔ اس محلہ کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے 1911 میں رکھی۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ نے بائیس مکانات کے لیے زمین عطا فرمائی۔ پہلا مکان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے خرچ پر بنا۔ بعد میں یہ محلہ ناصر آباد کے نام سے موسوم ہوا۔ 1913 میں میر صاحب نے ناصر آباد میں مسجد بھی تعمیر کرا دی اور اس کے ساتھ ایک کنواں بھی بنوا دیا۔ (حیات ناصر صفحہ 25)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے حضرت میر صاحبؓ کی انہی خدمات کے باعث، انہی دنوں، اپنے قلم سے ایک خط لکھا کہ آپ کے کاموں اور خواہشوں کو دیکھ کر میری خواہش بھی ہوتی ہے اور دل میں بڑی تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ جس طرح آپ کے دل میں جوش ہے کہ شفاخانہ زنانہ، مردانہ، مسجد اور دار الضعفا کے لیے چندہ ہو اور آپ ان میں سچے دل سے سعی و کوشش فرما رہے ہیں اور بحمد اللہ آپ کے اخلاص صدق و سچائی کا نتیجہ نیک ظاہر ہو رہا ہے اور ان کاموں میں آپ کے ساتھ والے قابل شکرگزاری سے پُرجوش ہیں۔ ہمارے اور کاموں میں سعی کرنے والے ایسے ہی پیدا ہوں۔'' (الحکم 7 مئی 1909، صفحہ 2)

خدمت خلق کے کام میں جہاں تک ہو سکے وسعت اختیار کرنی چاہئے اور مذہب اور قوم کی حد بندی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنا چاہئے ،خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی ہو یا سکھ

خدمت انسانیت کے متعلق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریکات اور آپ کے ارشادات

جماعت احمدیہ کے پروگراموں میں خدمت خلق کا نہایت بلند مقام ہے۔ اس لئے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بار بار مخلوق کی بے لوث خدمت کی تلقین کرتے رہے مگر اس کا ایک نمایاں موڑ اس وقت آیا جب آپ نے 1938 میں احمدی نوجوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ قائم کی اور ان کے دلوں میں یہ بات راسخ کی کہ تم انسانیت کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

حضور رضی اللہ عنہ کے خطبات کی روشنی میں مجلس خدام الاحمدیہ کا جو ابتدائی پروگرام مرتب ہوا اس میں یہ امور بھی شامل تھے۔ خدمت خلق کے کام کرنا۔ خدمت خلق میں یہ ضروری نہیں کہ صرف مسلمان غریبوں ،مسکینوں یا بیواؤں کی خبر گیری کی جائے۔ بلکہ ہندو، سکھ ،عیسائی یا کسی اور مذہب کا پیرو کسی دکھ میں مبتلا ہے تو اس دُکھ کو دُور کرنے میں حصہ لیا جائے۔ اسی طرح ہاتھ کے کام میں سڑکوں کی صفائی ، بوجھ اٹھانا، سٹیشنوں پر پانی پلانا، محتاجوں کا سامان اٹھانا، تکفین وتدفین میں مدد وغیرہ شامل ہیں۔

انفلوئنزا کی عالمگیر وبا میں خدمت کی تحریک

1918ء میں جنگ عظیم کا ایک نتیجہ انفلوئنزا کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس وبا نے گویا ساری دنیا میں اس تباہی سے زیادہ تباہی پھیلادی جو میدان جنگ میں پھیلائی تھی۔ ہندوستان پر بھی اس مرض کا سخت حملہ ہوا۔ اگرچہ شروع میں اموات کی شرح کم تھی لیکن تھوڑے ہی دنوں میں بہت بڑھ گئی اور ہر طرف ایک تہلکہ عظیم برپا ہو گیا۔ ان ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے ماتحت جماعت احمدیہ نے شاندار خدمات انجام دیں اور مذہب وملت کی تمیز کے بغیر ہر قوم اور ہر طبقہ کے لوگوں کی تیمارداری اور علاج معالجہ میں نمایاں حصہ لیا۔ احمدی ڈاکٹروں اور احمدی طبیبوں نے اپنی آنریری خدمات پیش کرکے نہ صرف قادیان میں مخلوق خدا کی خدمت کا حق ادا کیا بلکہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھر کر طبی امداد بہم پہنچائی اور تمام رضا کاروں نے نرسنگ وغیرہ کی خدمت انجام دی اور غربا کی امداد کے لئے جماعت کی طرف سے روپیہ اور خورونوش کا سامان بھی تقسیم کیا گیا ان ایام میں احمدی والنٹیر (جن میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے) صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرکے دن رات مریضوں کی خدمت میں مصروف تھے اور بعض صورتوں میں جب کام کرنے والے خود بھی بیمار ہو گئے اور نئے کام کرنے والے میسر نہیں آئے بیمار رضا کار ہی دوسرے بیماروں کی خدمت انجام دیتے رہے اور جب تک یہ رضا کار بالکل نڈھال ہو کر صاحب فراش نہ ہو گئے انہوں نے اپنے آرام اور اپنے علاج پر دوسروں کے آرام اور دوسروں کے علاج کو مقدم کیا۔ یہ ایسا کام تھا کہ دوست دشمن سب نے جماعت احمدیہ کی بے لوث خدمت کا اقرار کیا اور تقریر اور تحریر دونوں میں تسلیم کیا کہ اس موقع پر جماعت احمدیہ نے بڑی تندہی وجانفشانی سے کام کرکے بہت اچھا نمونہ قائم کر دیا ہے۔

(سلسلہ احمدیہ، صفحہ 358)

بوہرہ جماعت کے قومی مفاد کا تحفظ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہر مذہبی فرقہ کے قومی مفاد کی حفاظت کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ اس ضمن میں بوہرہ کمیونٹی کے امام سے بھی حضور کے مراسم وروابط تھے۔ 1933 میں بوہروں میں باہمی چپقلش پیدا ہوئی جس کو ختم کرنے اور ان کی مرکزیت برقرار رکھنے کے لئے حضور نے حکیمانہ اقدامات کئے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 6 صفحہ 105)

زلزلہ زدگان کی امداد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق 15 ؍جنوری 1934 کو ہندوستان میں ایک قیامت خیز زلزلہ آیا جس نے بنگال سے لے کر پنجاب تک تباہی مچادی۔ اس موقع پر حضور نے مصیبت زدگان کی مدد کرنے کے لئے خطبہ ارشاد فرمایا اور 2؍فروری 1934 کو فرمایا :

ہمیں اپنے عمل سے ثابت کردینا چاہئے کہ ہمیں ہمدردی سب سے زیادہ ہے۔ مَیں نے چندہ کی اپیل کی ہے، اس پر جو لوگ بشاشت سے لبیک نہ کہہ سکیں وہ اپنے نفسوں پر بوجھ ڈال کر بھی چندہ دیں مگر سلسلہ کے دوسرے کاموں کو نقصان پہنچائے بغیر۔

قادیان کے غرباء کیلئے غلہ کی تحریک

1942 کے شروع میں ہندوستان کے اندر خطرناک قحط رونما ہو گیا اور غلہ کی سخت قلت ہو گئی۔ اس ہولناک قحط کے آثار ماہ فروری 1942 میں شروع ہو گئے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جنہیں خدائی بشارتوں میں ''یوسف'' کے نام سے بھی پکارا گیا تھا سالانہ جلسہ 1941 پر احباب جماعت کو توجہ دلائی کہ انہیں غلہ وغیرہ کا انتظام کرنا چاہئے اور اعلان فرمایا کہ جو دوست غلہ خرید سکتے ہیں وہ فوراً خرید لیں۔ بعض نے خریدا مگر بعض نے توجہ نہ دی کہ ہمارے پاس پیسے ہیں جب چاہیں گے لے لیں گے۔ مگر جب آٹا وغیرہ ملنا بند ہوا اور سیاہ دانوں کی گندم ڈپو میں دی جانے لگی تو ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کے بعد جب فصل نکلی تو حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ دوست غلہ جمع کر لیں اور ساتھ ہی زمیندار دوستوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ غلہ زیادہ پیدا کریں اور اسے حتی الوسع جمع رکھیں۔ اس ضمن میں حضورؓ نے 22؍مئی 1942 کو ملک کی سب احمدی جماعتوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ ہر جگہ اپنے غریب احمدی بھائیوں کے لئے غلہ کا انتظام کریں۔ آپؓ نے فرمایا : میں نے خطبہ جمعہ میں اس امر کی تحریک کی ہے کہ قادیان کے غرباء کے لئے بھی غلّہ کا انتظام کیا جائے تا کہ جن دنوں میں غلہ کم ہوا نہیں تکلیف نہ ہو۔ پانچ سو من غلہ کے لئے میں نے جماعت سے مطالبہ کیا ہے۔ فرمایا: اس تحریک میں چندہ غلہ کی صورت میں لیا جائے گا۔ یعنی گو بھیجنے والا روپیہ ارسال کرے مگر اس کا وعدہ غلہ کی صورت میں ہونا چاہئے۔ اس کے روپیہ سے وعدہ کے مطابق غلہ خرید دیا جائے گا۔ لمبا وعدہ کوئی صاحب نہ کریں۔ جو ایک مہینہ کے اندر غلہ دے سکیں وہی وعدہ کریں۔ (الفضل 24؍مئی 1942)

قادیان کے دوسرے احمدیوں کیلئے غلہ کا انتظام

غربا کے علاوہ جہاں تک قادیان کے دوسرے احمدی احباب کا تعلق تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کو غلہ کے لئے پیشگی رقم دے دی گئی تھی اور جو احمدی از خود غلہ خرید سکتے تھے انہوں نے ذاتی کوشش سے خرید لیا مگر بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے استطاعت کے باوجود بروقت غلہ کا انتظام نہ کیا اور غفلت کا ثبوت دیا۔ ایسے لوگوں کے لئے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت

اور بیرونی جماعتوں کے تعاون سے گندم کا انتہائی تسلی بخش انتظام کر دیا گیا۔

غرباء کے مکان کی تعمیر کی تحریک

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ 11 ستمبر 1942 میں فرمایا: بارشوں کی کثرت کی وجہ سے اس دفعہ قادیان میں بہت سے غربا کے مکان گر گئے ہیں۔ ان مکانوں کی مرمت اور تعمیر میں خدمت خلق کرنے والوں کو حصہ لینا چاہئے۔ مَیں اس موقعہ پر ان کو بھی توجہ دلاتا ہوں جن کو معماری کا فن آتا ہے کہ وہ اپنی خدمات اس غرض کے لئے پیش کریں۔ مزدور مہیا کرنا خدام الاحمدیہ کا کام ہوگا۔ اس صورت میں بعض اور چیزوں کے لئے بہت تھوڑی سی رقم کی ضرورت ہوگی جس کے متعلق ہم کوشش کریں گے کہ چندہ جمع ہو جائے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تحریک

30 مئی 1944 کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ کو عموماً اور اہل قادیان کو خصوصاً یہ اہم تحریک فرمائی:

ہر شخص کو اپنے اپنے محلہ میں اپنے ہمسایوں کے متعلق اس امر کی نگرانی رکھنی چاہئے کہ کوئی شخص بھوکا تو نہیں اور اگر کسی ہمسایہ کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ بھوکا ہے تو اس وقت تک اسے روٹی نہیں کھانی چاہئے جب تک وہ اس بھوکے کو کھانا نہ کھلالے۔

(الفضل 11 جون 1945 صفحہ 3)

احمدی مہاجرین کیلئے کمبلوں لحافوں اور توشکوں کی خاص تحریک

قیام پاکستان کے بعد مشرقی پنجاب سے آنے والے ایک لاکھ احمدیوں میں سے غالب اکثریت ان لوگوں کی تھی جو صرف تن کے کپڑے ہی بچا کر نکل سکے تھے۔ اس تشویشناک صورتحال نے آبادکاری کے انتظام کے بعد جلد ہی ایک خطرناک اور سنگین مسئلہ کھڑا کر دیا اور وہ یہ کہ جوں جوں سردی کے ایام قریب آنے لگے ہزاروں ہزار احمدی مرد، بچے اور بوڑھے سردی سے نڈھال ہونے لگے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے اپنے خدام کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپؓ نے مغربی پنجاب کے احمدیوں کے نام پیغام دیا کہ سردی کا موسم سر پر آپہنچا ہے انہیں اپنے مہاجر بھائیوں کیلئے بستروں کمبلوں اور توشکوں کا فوری انتظام کرنا چاہئے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پرزور تحریک پر پاکستان کی احمدی جماعتوں نے اپنے پناہ گزین بھائیوں کی موسمی ضروریات کو پورا کرنے کی ایسی سرتوڑ کوشش کی کہ انصار مدینہ کی یاد تازہ ہوگئی اور اس طرح سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بروقت توجہ سے ہزاروں قیمتی اور معصوم جانیں موسم سرما کی ہلاکت آفرینیوں سے بچ گئیں۔

سیلاب میں خدمت

1954 اور 1955 میں برصغیر میں سیلاب آیا جس کے نتیجہ میں بھارت، مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں وسیع پیمانہ پر تباہی ہوئی۔ اس موقع پر بھی سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق بھارت اور پاکستان کی جماعت نے خدمت خلق کیلئے نہایت قیمتی خدمات سرانجام دیں جسے حکومت اور پریس نے بھی بہت سراہا۔

اکتوبر 1954 میں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لاہور کے سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ فرمایا اور جماعت کی طرف سے تعمیری سرگرمیاں ملاحظہ کیں۔ لاہور اور ربوہ کے 200 خدام نے 75 سے زائد گرے مکانوں کو دوبارہ تعمیر کر کے 1000 افراد کی رہائش کا انتظام کیا۔ (تاریخ احمدیت، جلد 17 صفحہ 336)

خدام الاحمدیہ سے خطاب کرتے ہوئے 15 اپریل 1938 کو سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدمت خلق کے کام میں جہاں تک ہوسکے وسعت اختیار کرنی چاہئے اور مذہب اور قوم کی حدبندی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنا چاہئے۔ خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی ہو یا سکھ۔ ہمارا خدا ربّ العالمین ہے اور جس طرح اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اسی طرح اس نے ہندوؤں اور سکھوں اور عیسائیوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ پس اگر خدا ہمیں توفیق دے تو ہمیں سب کی خدمت کرنی چاہئے۔

(الفضل 22 اپریل 138)

......☆......☆......☆......

احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کیلئے دن رات ہماری بے لوث خدمت کر رہی ہے

12 سیکنڈری اسکول اور 50 پرائمری اسکول چلانا معمولی بات نہیں، یہ کام صرف اخلاص، جذبہ اور نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں

(سیرالیون مسلم کانگرس کے صدر اور ملک کے وزیر مملکت جناب مصطفیٰ سنوسی صاحب)

نصرت جہاں سکیم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان کامیابی عطا کی ہے کہ ساری دنیا کے دماغ مل کر بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)

خدمت انسانیت کے متعلق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریکات اور آپ کے ارشادات

نصرت جہاں سکیم

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1970 میں افریقہ کا پہلا دورہ فرمایا جو 6 ممالک کا تھا۔ یہ دنیا کی تاریخ کا ایک عظیم واقعہ تھا کہ اس سرزمین نے پہلی دفعہ خلیفۃ المسیح کے قدم چومے اور محبت کا چشمہ اس سرزمین سے پھوٹ پڑا۔

حضور رحمہ اللہ دورہ افریقہ کے دوران گیمبیا میں تشریف فرما تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایک عظیم تحریک القا کی۔ آپؒ نے فرمایا: گیمبیا میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے بڑی شدت سے میرے دل میں یہ ڈالا کہ تم کم از کم ایک لاکھ پاؤنڈ ان ملکوں میں خرچ کرو اور اس میں اللہ تعالیٰ بہت برکت ڈالے گا۔ (الفضل 20 جون 1970)

اسکولوں اور ہسپتالوں کا قیام

اس رقم سے افریقہ میں اسکولوں اور ہسپتالوں کا ایک جال بچھانا مقصود تھا۔ چنانچہ حضور نے مالی تحریک کے ساتھ واقفین ڈاکٹرز اور ٹیچرز کو آواز دی جو وہاں بے لوث خدمت کریں۔ حضور نے اس سکیم کا اعلان سب سے پہلے دورہ افریقہ کے بعد 24 مئی 1970 کو مسجد فضل لندن میں فرمایا۔ آپؒ نے خطبہ جمعہ 12 جون 1970 میں اس کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

یہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم کم سے کم ہے اور اس سلسلہ میں انگلستان کی جماعتوں میں سے مجھے دوسوا یسے مخلص آدمی چاہئیں جو دوسو پاؤنڈ فی کس کے حساب سے دیں اور دوسوا یسے مخلصین جو ایک سو پاؤنڈ فی کس کے حساب سے دیں اور باقی جو ہیں وہ 36 پاؤنڈ دیں ان میں سے بارہ پاؤنڈ (ایک پاؤنڈ ایک مہینے کے لحاظ سے) فوری طور پر دے دیں۔ مَیں نے انہیں کہا کہ قبل اس کے کہ مَیں انگلستان چھوڑوں اس مد میں دس ہزار پاؤنڈ جمع ہونے چاہئیں۔

مَیں نے جمعہ کے خطبہ میں انہیں کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ ہم یہ رقم خرچ کریں اور ہسپتالوں اور اسکولوں کیلئے جتنے ڈاکٹرز اور ٹیچرز چاہئیں وہاں مہیا کریں۔ چنانچہ 2 دن کے اندر

28 ہزار پاؤنڈ کے وعدے ہوئے اور حضور نے اسکا نام نصرت جہاں ریز روفنڈ رکھا۔
(خطبات ناصر، جلد 3، صفحہ 125)

حضور نے 2 اکتوبر 1970 کے خطبہ میں فرمایا :

میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ خلافت احمدیہ پر 62 سال کے قریب گزر چکے ہیں جماعت طاقت رکھتی ہے کہ اگر بشاشت سے ہمت کر کے کام کرے تو باسٹھ لاکھ روپیہ ایک لاکھ روپیہ فی سال کے حساب سے نصرت جہاں ریز روفنڈ میں جمع ہو جانا چاہئے۔
(خطبات ناصر، جلد 3، صفحہ 355)

حضور نے 26 جون 1970 کے خطبہ جمعہ میں فرمایا : انگلستان میں جب میں نے تحریک کی تو وہاں کے بعض بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور اونچی ڈگریاں لینے والے احمدی ڈاکٹروں نے افریقہ میں کام کرنے کیلئے رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کر دیں۔ بہر حال ہمیں کم سے کم 30 ڈاکٹروں اور 70-80 ٹیچروں کی ضرورت ہے۔ (خطبات ناصر، جلد 3، صفحہ 171)

بے لوث خدمات

جماعت نے حضور کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے ایک طرف تو اپنی پاک کمائی خدا کی راہ میں لٹانی شروع کر دی اور ایک لاکھ پاؤنڈ کے مقابل پر اڑھائی لاکھ پاؤنڈ پیش کر دیئے اور دوسری طرف ڈاکٹروں اور اساتذہ نے وقف کی درخواستیں دینی شروع کر دیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ منصوبہ جس کے متعلق خیال تھا کہ سات سال میں مکمل ہوگا وہ ڈیڑھ دو سال میں مکمل ہو گیا۔
(الفضل 13 دسمبر 1975)

حضور نے مجلس نصرت جہاں قائم کر کے مربوط اور ثمر آور کوشش کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضور کے دورہ کے 6 ماہ کے اندر ستمبر 70ء میں غانا میں پہلا اسکول اور نومبر 1970 میں غانا میں ہی پہلا ہسپتال قائم ہو گیا۔

خلافت ثالثہ کے اختتام تک 6 افریقن ممالک (غانا، سیرالیون، نائیجیریا، گیمبیا، لائبیریا، آئیوری کوسٹ) میں 19 ہسپتال اور 24 اسکول کام کر رہے تھے اور ان اداروں کا سالانہ بجٹ 4 کروڑ سے تجاوز کر چکا تھا۔ ہسپتالوں اور اسکولوں کی کروڑوں روپوں کی عمارتیں اسکے علاوہ تھیں۔

جون 1982ء تک 27 لاکھ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ اسکولوں سے 28 ہزار بچوں نے تعلیم حاصل کی۔

آسمانی تائید و نصرت

اس سکیم میں اللہ تعالیٰ نے جو برکت ڈالی اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: اس سکیم کے تحت بہت سے احباب نے جانی قربانی کا جو نمونہ پیش کیا وہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ بہت سے ڈاکٹروں نے مغربی افریقہ میں نئے کلینک کھولنے اور انہیں چلانے کے لئے تین تین سال وقف کئے۔ مَیں نے ان سے کہا تم خدمت کے لئے جا رہے ہو، جاؤ ایک جھونپڑا ڈال کر کام شروع کر دو اور مریضوں کی ہر ممکن خدمت بجالاؤ۔ مَیں ابتدائی سرمائے کے طور پر انہیں صرف پانچ سو پاؤنڈ دیتا تھا۔ انہوں نے اخلاص سے کام شروع کیا۔ غریبوں سے ایک پیسہ لئے بغیر ان کی خدمت کی۔ امراء نے وہاں کے طریق کے مطابق اپنے علاج کے اخراجات خود ادا کئے۔ اب وہاں ہمارے ایسے ہسپتال بھی ہیں جن کی بچت تمام اخراجات نکالنے کے بعد ایک ایک لاکھ پاؤنڈ سالانہ ہے۔ دو سال کے اندر اندر سولہ ہسپتال کھولنے کی توفیق مل گئی۔ پھر ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور اب تو میڈیکل سنٹروں کی تعداد چوبیس پچیس ہوگئی ہوگی وہاں لوگ ہمارے پیچھے پڑے رہتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں بھی ہسپتال قائم کرو۔

اسی طرح مغربی افریقہ کے ممالک میں پہلے یہ حالت تھی کہ مسلمانوں کا کوئی ایک پرائمری اسکول بھی نہ تھا۔ سارے اسکول عیسائی مشنوں کے ہوتے تھے۔ مسلمان بچے بھی انہی کے اسکولوں میں پڑھنے پر مجبور تھے۔ وہ براہ راست بائبل کی تعلیم دیئے بغیر ان کا عیسائی نام رکھ کر انہیں چپکے سے عیسائی بنا لیتے تھے۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے وہاں پرائمری، مڈل اور ہائر سیکنڈری اسکول کھولنے کی توفیق دی۔ اس طرح وہاں مسلمان بچوں کی تعلیم کا انتظام ہوا۔ نصرت جہاں منصوبہ کے تحت سولہ نئے ہائر سیکنڈری اسکول کھولنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے وہاں اس سے زیادہ تعداد میں اسکول کھولنے کی توفیق عطا کر دی۔ غلبہ اسلام کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مضبوط بنیادوں کی ضرورت تھی۔ سو اللہ تعالیٰ نے نصرت جہاں منصوبہ کے تحت یہ بنیادیں فراہم کر دیں۔

اب وہاں اللہ کے فضل سے ہماری اس خدمت کا اتنا اثر ہے کہ نائیجیریا میں ہماری جماعت کے جلسہ سالانہ میں ملک کے صدر نے جنکا تعلق مسلم نارتھ سے ہے جو پیغام بھیجا اس میں جماعت کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھا کہ مَیں تمام مسلمان فرقوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں بھی ملک و قوم کی اسی طرح خدمت کرنی چاہئے جس طرح جماعت احمدیہ نائیجیریا کر رہی ہے۔
(دورہ مغرب، صفحہ 24)

خدمات کا اعتراف

سیرالیون کے مسلمانوں کی سب سے بڑی اور بااثر تنظیم سیرالیون مسلم کانگرس کے صدر اور ملک کے وزیر مملکت جناب مصطفیٰ سنوسی صاحب نے جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا: میں ہمیشہ احمدیت کا مداح اور خیر خواہ رہا ہوں۔ بعض لوگ میری اس عقیدت اور محبت کو پسند نہیں کرتے۔ میں انہیں بتاتا ہوں کہ احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کے لئے دن رات ہماری بے لوث خدمت کر رہی ہے۔ 12 سیکنڈری اسکول اور 50 پرائمری اسکول چلانا معمولی بات نہیں۔ یہ کام صرف اخلاص، جذبہ اور نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔ (الفضل، اپریل 1980)

نیز فرمایا: طب کے میدان میں جماعت احمدیہ کی خدمات آب زر سے لکھی جانی چاہئیں۔ تعلیمی اداروں میں بھی خدا تعالیٰ نے غیر معمولی برکت کے سامان پیدا فرمائے۔ یہ ادارے ہر ملک میں روشنی کے مینار بن کر لوگوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا موجب بنے اور بن رہے ہیں وہاں کے لوگ فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے احمدیہ اسکول سے تعلیم حاصل کی ہے ان اسکولوں سے فارغ التحصیل طلباء آج اپنے اپنے ملکوں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں اور خدمات بجالا رہے ہیں۔ اس تحریک کی کامیابی کے بارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا :

نصرت جہاں سکیم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان کامیابی عطا کی ہے کہ ساری دنیا کے دماغ مل کر بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ (تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1980)

حیرت انگیز کارکردگی

نصرت جہاں سکیم کے تحت اگست 2007 تک افریقہ کے 12 ممالک میں 56 مقامات پر ہسپتال قائم ہوئے۔ 4 ہسپتال اسکے علاوہ ہیں جو مجلس کے قیام سے قبل افریقہ میں جاری تھے۔ اور اب مجلس کے زیر انتظام ہیں۔ ان 60 ہسپتالوں میں سے 19 ہسپتال ملکی فسادات یا دیگر وجوہات کی بنا پر بند ہوئے یا زیادہ بہتر جگہ پر منتقل کر دیئے گئے۔ اس طرح ستمبر 2007 تک 41 ہسپتال کام کر رہے تھے۔ ممالک اور ان میں قائم شدہ ہسپتالوں کی تعداد درج ذیل ہے۔

غانا 12، یوگنڈا 1، آئیوری کوسٹ 1، کینیا 5، کانگو 1، لائبیریا 2، تنزانیہ 1، گیمبیا 2، سیرالیون 3، بورکینافاسو 4، بینن 3، نائیجیریا 6

اسکولز

ستمبر 2007 تک مجلس کے 58 سیکنڈری سکولوں کی ملک وار تعداد یہ تھی۔ غانا 7، نائیجیریا 4، سیرالیون 41، لائبیریا 1، یوگنڈا 1، گیمبیا 4۔

......☆......☆......☆......

رمضان کے دو بڑے گہرے سبق ہیں، عبادت الٰہی اور بنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی
پس عید کا حقیقی سرور حاصل کرنا ہے تو عبادت پر زور دیں اور
دوسرے غربا کے دکھ میں شریک ہوں اور اپنے سکھ ان کے ساتھ تقسیم کریں

خدمت انسانیت کے متعلق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریکات اور آپ کے ارشادات

بیوت الحمد

29 اکتوبر 1982 کو مسجد اقصیٰ ربوہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیوت الحمد سکیم کا اعلان کیا۔ آپ نے فرمایا:

’’اللہ کے گھر بنانے کے شکرانہ کے طور پر خدا کے غریب بندوں کے گھروں کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے ...... ہمارا فرض اور حق ہے کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ کریں۔ جتنی توفیق ہے، تھوڑی سہی تھوڑی کریں لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد کا عملی صورت میں ایک یہ اظہار بھی کریں کہ ہم اس کے بندوں کے گھروں کی طرف کچھ توجہ دے رہے ہیں ۔ ویسے تو یہ اتنی بڑی ضرورت ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں بھی اس کو پورا نہیں کر سکتیں۔ مگر مجھے اللہ کے فضل سے توقع ہے کہ چونکہ جماعت احمدیہ اس زمانہ میں وہ واحد جماعت ہوگی جو محض رضاء باری تعالیٰ کی خاطر یہ کام شروع کرے گی اس لیے اللہ اس میں برکت دے گا۔ اور کروڑوں روپیوں کے مقابل پر ہمارے چند روپیوں میں زیادہ برکت پڑ جائے گی اور اس کے نتیجہ میں جماعت کے غربا کا ایمان بھی ترقی کرے گا اور اللہ کے فضل بھی ان پر نازل ہوں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی۔ سلسلہ کے مخلصین نے اس میں دل کھول کر حصہ لیا اور ذیلی تنظیموں اور مرکزی انجمنوں نے بھی اپنی بچت سے اس میں حصہ لیا۔ جلسہ سالانہ 1982 پر حضور نے جماعت کو مطلع فرمایا کہ:

’’جماعت نے اس منصوبے کی طرف بڑی تیزی سے توجہ کی اور بعض دوستوں نے قربانی کے بڑے شاندار مظاہرے کیے۔ مثلاً اس وقت تک دو افراد نے ایک ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ میرے دل میں جن لوگوں کی قدر ہے ان میں خصوصیت کے ساتھ غربا ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کو خود بھی مکان مہیا نہیں لیکن وہ اس منصوبے میں حصہ لے رہے ہیں اگر کسی کو سو روپیہ کی توفیق ہے تو وہ سو روپے پیش کر رہا ہے اگر کسی کے پاس اپنی ضرورت کے لیے بچائی ہوئی کل رقم دو سو روپیہ تھی تو اس نے وہی پیش کر دی۔‘‘

1983 میں حضور نے اس سکیم کو مزید وسعت دیتے ہوئے فرمایا:

’’میں چاہتا ہوں کہ جلسہ جوبلی تک ہم کم از کم ایک کروڑ روپے کی لاگت سے مکان بنا کر غربا کو مہیا کر دیں۔‘‘

خود حضور نے اپنا وعدہ دس ہزار سے بڑھا کر ایک لاکھ کر دیا۔ ایک سال کے اندر اندر جماعت کے وعدے ایک کروڑ سے اوپر نکل گئے ۔ اس سکیم کے تحت سینکڑوں افراد کو تعمیر مکان کے لیے لاکھوں روپے کی امداد دی جا چکی ہے۔ ربوہ اور قادیان میں بھی غربا کے لیے کوارٹرز بنائے گئے ہیں۔

عید کے موقع پر غربا کے ساتھ سکھ بانٹنے کی تحریک

حضور نے عید منانے کے انداز میں ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا کرنے کی طرف جماعت کو توجہ دلائی۔ 12 جولائی 1983 کو حضور نے خطبہ عید الفطر میں فرمایا کہ جو لوگ عید کی لذتوں سے محروم رہتے ہیں اس کی وجہ ان کی عید کی حقیقت سے ناواقفیت ہے۔ عید الفطر دراصل شجر رمضان کا ایک شیریں پھل ہے۔ رمضان کے دو بڑے گہرے سبق ہیں۔ عبادت الٰہی اور بنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی۔ پس عید کا حقیقی سرور حاصل کرنا ہے تو عبادت پر زور دیں۔ اور دوسرے غربا کے دکھ میں شریک ہوں اور اپنے سکھ ان کے ساتھ تقسیم کریں۔

حضور نے فرمایا:

’’آج عید کی نماز کے بعد ضروری امور سے فارغ ہو کر اگر وہ لوگ جن کو خدا نے نسبتاً زیادہ دولت عطا فرمائی ہے زیادہ تمول کی زندگی بخشی ہے وہ کچھ تحائف لے کر غریبوں کے ہاں جائیں اور غریب بچوں کے لیے کچھ مٹھائیاں لے جائیں ...... بچوں کے لیے جو ٹافیاں یا چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے ہیں وہ لیں اور بچوں سے کہیں آؤ بچو ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے۔ ان کو عید مبارک دیں گے۔ ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے۔‘‘

اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے جماعت نے خوشیوں کے نئے چمن دریافت کیے ہیں اور بہت سے احباب ذاتی تجربات کے ذریعہ حضور کے فرمان کی سچائی کے گواہ بن چکے ہیں۔

غریبوں میں تحائف کی تحریک

1999 میں حضور نے غربا کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کی تحریک میں ایک اور اضافہ کیا اور 19 جنوری 1999 کے خطبہ عید الفطر میں فرمایا:

عید کی خوشیوں کو کس طرح منایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں میں نے گزشتہ سال جماعت کو نصیحت کی تھی کہ غریبوں کی عید بنائیں اور اپنی عید منائیں ۔ جب آپ غریبوں کی عید بنائیں گے تو اللہ آپ کی عید بنا دے گا اور سچی عید کی خوشی تبھی نصیب ہوگی جب آپ غریبوں کے دکھ درد میں شامل ہو جائیں اور جہاں تک خدا توفیق عطا فرماتا ہے ان کی عید بنانے کی کوشش کریں۔ اسی ضمن میں اس سال ایک نئی تحریک میں نے یہ کی تھی کہ عیسائی دنیا عیسائی بچوں کو اپنے کرسمس کے تحفے بھیج رہی ہے۔ اگر چہ ہم اس طرح تحفے بنا کر تو نہیں دیتے مگر اس سے بہت زیادہ بنی نوع انسان کی خدمت اس رنگ میں کر رہے ہیں کہ ہم گھر گھر جاتے ہیں اور اپنے ماحول میں غریبوں کی عید بنانے کی کوشش کرتے ہیں...... مگر اس دفعہ میں نے یہ نئی ہدایت کی تھی کہ دور کے ملکوں میں پھیلے ہوئے غریب مسلمان بچوں کے لیے جن میں سے بھاری اکثریت غیر احمدی بچوں کی ہے لیکن مسلمان ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں اور آپؐ ہی کے نام پر وہ عید کی خوشیوں میں شامل ہو رہے ہیں ان کے لیے بھی پارسل بنا بنا کر مختلف تحفے بھیجیں۔ کچھ نقدی ساتھ ڈالیں تا کہ ان کو خوشی ہو کہ ہمارا بھی کوئی پرسان حال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ان کا پرسان حال جماعت احمدیہ ہوگی۔ اس پہلو سے جو نصیحت کی تھی مجھے بے حد خوشی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس پر جماعت نے بہت عمدگی سے عمل کیا ہے اور باقاعدہ مرکز سے مشورے کے بعد اس قسم کے تحفے یا براہ راست بھجوا بھی دیئے یا ہم سے پوچھ کر اس کا متبادل طریق اختیار کیا۔ بہر حال یہ تحفے اب ہر جگہ تقسیم ہو چکے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ لاکھوں ایسے ہوں گے جنہوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا ہے۔‘‘

اسیران کی خدمت کی تحریک

حضور نے 4 دسمبر 1987 کو مسجد فضل لندن میں نظام شفاعت پر ایک پُر مغز اور روح پرور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے آخر پر فرمایا:

''مجھے اسیران راہ مولیٰ کا خیال آیا۔ بہت دعائیں کی ہیں ان کے لیے۔ ساری جماعت دعائیں کررہی ہے اور دلوں میں بہت درد ہے اور ساری دُنیا کی جماعت کے دلوں میں درد ہے اور ابھی تک ان کا ابتلا لمبا ہو رہا ہے۔ مجھے اس شفاعت کے مضمون پر غور کرتے ہوئے خیال آیا کہ کیوں نہ ان کی خاطر ہم ہر دوسرے اسیر سے تعلق رکھنا شروع کردیں۔ اسیران خواہ راہ مولیٰ کے ہوں یا کسی اور قسم کے ہوں۔ اسیران کی بہبود کے لیے کچھ نہ کچھ کریں تاکہ خدا کے فرشتوں سے ہمارا تعلق قائم ہوجائے......خدا کے کتنے اور بندے ہیں لکھوکھہا بندے ہیں جو اسیری کے دکھ سہہ رہے ہیں۔ ان میں مجرم بھی بہت ہوں گے کچھ معصوم بھی ہیں۔ بلکہ بعض ممالک میں تو خدا کے لاکھوں معصوم بندے ہیں۔ ان کی اسیری خدا کی خاطر نہیں اس لئے اجر کا بھی کوئی وعدہ نہیں۔ بڑے ہی مظلوم لوگ ہیں۔ جماعت احمدیہ کو اگر ساری دُنیا میں اس طرف توجہ پیدا ہو اور جیل خانوں میں جو لوگ جاسکتے ہیں وہاں اسیروں سے رابطے پیدا کیے جائیں، ان کے دُکھ معلوم کیے جائیں......جس سے ہمارے اندر جلا پیدا ہوگی۔ ہماری انسانی قدریں پہلے سے زیادہ چمک اُٹھیں گی۔ لیکن نیت یہ رکھیں کہ ہم اسیروں سے براہ راست تعلق قائم کریں تاکہ ان فرشتوں کی نظر میں آجائیں جو اسیری کے کاموں پر مامور ہیں......اور آسمان پر خدا کے فرشتے خدا کے حضور شفاعت کریں کہ راہ مولیٰ میں اسیری کے دکھ اٹھانے والوں کے دن اب آسان فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

جماعت نے اس تحریک پر بھی لبیک کہا اور جیلوں میں اسیران کی بہبود کے لیے کوششیں کی گئیں۔ عیدین وغیرہ کے موقع پر ان کو خصوصی تحائف بھجوائے جاتے ہیں۔

مصیبت زدگان کے لیے تحریکات

ان اصولی اور دائمی تحریکات کے علاوہ آپ نے حسب حالات ہر خطہ ہائے ارض کے مصیبت زدگان کیلئے امداد کی تحریکات فرمائیں۔ مثلاً 9 نومبر 1984 کو افریقہ کے قحط زدگان کیلئے۔ 17 اکتوبر 1986 کو ایلسلواڈور کے زلزلہ زدگان اور یتامی کیلئے۔ 18 جنوری 1991۔ افریقہ کے فاقہ زدہ ممالک کیلئے۔ 26 اپریل 1991۔ لائبیریا کے مہاجرین کیلئے۔ 30 اکتوبر 1992۔ صومالیہ کے قحط زدگان کیلئے۔ 29 جنوری 1993۔ بوسنیا کے آفت زدگان کے لیے۔

1992 میں بوسنیا کی جنگ سے بے گھر ہونے والے لوگوں کے لیے جماعت نے غیر معمولی خدمت کی توفیق پائی۔ ان کے اہل خانہ کی تلاش کے لیے حضور نے احمدیہ ٹیلی ویژن پر خصوصی پروگرام نشر کروائے۔ نیز بوسنیا کے جہاد میں احمدیوں کو حتی الوسع حصہ لینے کی تحریک فرمائی۔

30 اکتوبر 1992 کو حضور انور نے بوسنیا کے یتیم بچوں کی امداد اور 19 فروری 1993 کو بوسنین خاندانوں سے مؤاخات قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔

جنوری 1995 میں جاپان کے شہر کوبے میں زلزلہ آیا جس میں حضور کے ارشاد کے تابع جماعت نے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح اگست 1999 میں ترکی اور 2001 میں بھارت میں زلزلہ کے موقع پر جماعت نے ہر قسم کی امداد میں حصہ لیا۔

ہیومینٹی فرسٹ کا قیام اور اسکی خدمات

حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1992 بمقام مسجد فضل لندن میں جماعت احمدیہ کے زیر انتظام خدمت خلق کی ایک عالمی تنظیم قائم کرنے کا اعلان فرمایا۔ حضور نے فرمایا اب وقت آگیا ہے کہ جماعت احمدیہ، عالمگیر سطح پر ریڈ کراس وغیرہ کی طرز پر خدمت خلق کی ایک ایسی تنظیم بنائے جو بغیر رنگ و نسل کے امتیاز کے انسانوں کی خدمت کرے۔ اس میں صرف احمدیوں کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے شریف النفس انسانوں کو شامل کیا جائے اور سب کی مالی مدد سے اس کو چلایا جائے گا۔ (الفضل 30 اگست 1992)

چنانچہ 1993 میں ہیومینٹی فرسٹ کے نام پر ایک بین الاقوامی تنظیم کا قیام عمل میں آیا جو اب تک 19 ممالک اور یو این او کے کئی اداروں میں رجسٹر ہوچکی ہے۔ (الفضل 10 مئی 2005) اس نے یورپ، افریقہ اور برصغیر کے آفت زدہ علاقوں میں خدمات کا آغاز کیا۔ دنیا بھر میں آسمانی آفات کے موقع پر رلیف کیمپ قائم کیے۔ افریقہ میں مستقل بنیادوں پر تعلیم کے فروغ، غربت کے خاتمہ اور طبی میدان میں خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ حضور نے 30 مئی 1997 کے خطبہ میں یہ بھی تحریک فرمائی کہ احمدی خدمت خلق کرنے والی عالمی تنظیموں کے ممبر بنیں۔

گزشتہ چند سال میں ہیومینٹی فرسٹ نے جو شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں ان کا صرف خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا اور مشرق بعید کا علاقہ 2004 میں سونامی کے تباہ کن طوفان کا نشانہ بنا۔ اس میں ہیومنٹی فرسٹ نے خدمات سرانجام دیں۔ برطانیہ میں انڈونیشین ایمبسی نے سرکاری طور پر ہیومینٹی فرسٹ کو امداد جمع کرنے اور انڈونیشیا بھجوانے کا کام سپرد کیا۔ آغاز 2005 میں گیانا کے سیلاب میں خدمات۔ اگست، ستمبر 2005 میں امریکہ میں قطرینہ اور ریٹا نامی سمندری طوفانوں نے تباہی مچائی جس میں ہیومینٹی فرسٹ نے خدمات دیں۔ 1999 میں ترکی کے زلزلہ زدگان کیلئے خدمات۔ بھارت کے صوبہ گجرات میں زلزلہ زدگان کی مدد۔ پاکستان میں 8 اکتوبر 2005 کے زلزلہ میں خدمات۔ سیرالیون میں 1991 میں شروع ہونے والی خانہ جنگی سے متاثر ہونے والوں کے لیے امداد۔ 1993 میں بوسنیا کی جنگ اور مہاجرین کے لیے خدمات۔ گیمبیا میں 28 ایکڑ پر مشتمل تعلیمی ادارہ کا قیام۔ طلبا کو وظائف۔ بورکینا فاسو، سیرالیون بینن، گھانا اور گیمبیا میں کمپیوٹر کی تعلیم کے مراکز کا قیام۔ عورتوں کو سلائی کی تربیت اور سلائی مشینوں کی تقسیم۔ برطانیہ اور افریقہ میں ایک خاندان کی نگہداشت پروگرام کے تحت خدمات۔ افریقہ میں آنکھوں کے علاج کی سہولت۔ سیرالیون میں ایک ہزار افراد کا علاج۔ مغربی افریقہ کے دور دراز علاقوں میں واٹر پمپس کا کام۔ (اس کا کچھ ذکر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریکات میں بھی آئے گا)

سیدنا بلالؓ فنڈ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 14 مارچ 1986 کو سیدنا بلالؓ فنڈ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''الٰہی جماعتوں کی زندگی کی ضمانت اس بات میں ہے کہ ان کے قربانی کرنے والوں کو اپنے پسماندگان کے متعلق کوئی فکر نہ رہے......اس لحاظ سے سب باتیں سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے اور آج اس تحریک کا اعلان کرتا ہوں۔''

اس تحریک میں حضورؒ نے اپنی طرف سے دو ہزار پاؤنڈ دینے کا اعلان فرمایا۔ 9 جون 1986 کو خطبہ عیدالفطر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ سیدنا بلالؓ فنڈ کی تحریک میں نے کی تھی۔ جماعت نے والہانہ لبیک کہا۔ کئی اسیران کو اس فنڈ سے امداد دی گئی مگر انہوں نے اسے واپس بلال فنڈ میں دے دیا اس لیے مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس طرح جماعت کی محبت کا تحفہ ان کو پہنچاؤں۔''

کفالت یتامیٰ کی تحریکات

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اکتوبر 1986 بمقام مسجد فضل لندن، ایلسلواڈور میں آنے والے زلزلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں جو تباہی آئی ہے

اس کے نتیجہ میں بہت سے بچے یتیم ہو گئے ہیں اس لیے احباب جماعت ان کی کفالت کی ذمہ داری لیں اور یتامیٰ کی حفاظت کریں۔ اس ضمن میں حضور نے بتایا کہ ایک مخلص احمدی نے چالیس لاکھ روپے دیئے ہیں کہ اس سے جماعت جس طرح چاہے یتیم خانے کھولے۔

جوبلی منصوبہ کے تحت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جنوری 1991 میں کفالت یتامیٰ کی ایک نہایت مبارک تحریک جاری فرمائی۔ اس تحریک کا نام کفالت یکصد یتامیٰ کمیٹی رکھا گیا۔ اس تحریک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلصین جماعت نے بشاشت قلبی کے ساتھ حصہ لیا اور دل کھول کر عطایا پیش کیے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اگر چہ اس کا نام یکصد یتامیٰ تھا لیکن یہ فیض خدا کے فضل سے جنوری 2008 تک 2500 یتامیٰ تک پہنچ چکا ہے اور اس کمیٹی کی نگرانی میں یہ بچے نہ صرف اپنے اخراجات حاصل کر رہے ہیں بلکہ ان کی روحانی تربیت کا انتظام بھی اس کمیٹی کی نگرانی میں کیا گیا۔

1989 میں سلمان رشدی کے خلاف ہونے والے مظاہروں میں بہت سے بچے یتیم ہو گئے۔ حضور نے محض محبت رسولؐ میں ان کی کفالت کا اعلان فرمایا۔

(الفضل 5 اپریل 1989)

حضور نے 29 جنوری 1995 کے خطبہ میں سیرالیون میں یتامیٰ اور بیوگان کی خدمت کی طرف خصوصی طور پر جماعت کو متوجہ کیا۔ 29 جنوری 1999 کو حضور نے افریقن ممالک خصوصاً سیرالیون کے مسلمان یتامی اور بیوگان کی خدمت کی عالمی تحریک کی اور فرمایا یتامی کو گھروں میں پالنے کی رسم زندہ کریں۔ 5 فروری 1999 کو حضور نے عراق کے یتیموں اور بیواؤں کے لیے خصوصی دعاؤں اور خدمت خلق کی تحریک فرمائی۔

مریم شادی فنڈ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 21 فروری 2003 بمقام مسجد فضل لندن غریب بچیوں کی شادی کے انتظامات کے لیے ایک فنڈ قائم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جن کی بیٹیاں بیاہنے والی ہیں اور انہیں مدد کی ضرورت ہے حسب توفیق اپنی طرف سے بھی کچھ ان کو پیش کرتا ہوں......اگر میرے اندر اتنی توفیق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا تعالیٰ کی جماعت غریب نہیں ہے بہت روپیہ ہے جماعت کے پاس......ان کی بیٹیاں خیر و خوبی کے ساتھ اپنے گھروں کو روانہ ہوں۔''

حضور کی اس تحریک پر جماعت نے والہانہ لبیک کہا اور صرف ایک ہفتہ میں ایک لاکھ نو ہزار سے زائد پاؤنڈ اکٹھے ہو گئے۔ بعض خواتین نے اپنے زیور پیش کر دیئے۔ اس فنڈ کا نام آپ کی والدہ ماجدہ کے نام پر مریم شادی فنڈ رکھا گیا۔ حضور نے فرمایا ''امید ہے اب یہ فنڈ کبھی ختم نہیں ہوگا اور ہمیشہ غریب بچیوں کو عزت کے ساتھ رخصت کیا جا سکے گا۔''

غربا کی خدمت کا جذبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں تو آپ سب کے بارے میں ہمیشہ پریشان رہتا ہوں۔ بیماری کی حالت میں بھی سب کے لیے دعائیں کرتا ہوں۔ جس حد تک ممکن ہے یتیموں، غریبوں، بیواؤں، مسکینوں کی مدد کے لیے انتظام کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیونکہ سب پیسہ جماعت ہی کا ہے لیکن وہ پیسہ جو جماعت مجھے دے دیتی ہے ذاتی طور پر وہ بھی اب تمام کا تمام خدمت میں ہی لگا دیتا ہوں تا کہ شاید اسی طرح میری بخشش کا سامان ہو۔ آپ بھی میرے لیے یہی دعا کیا کریں۔''

ہومیو پیتھک علاج کیلئے تحقیق کی تحریک

خطبہ جمعہ 23 اگست 2001 میں آپ نے ہومیو ڈسپنسریوں کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ہومیو پیتھک علاج کیلئے تحقیق ہونی چاہئے پورے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اس کے دو حل ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو میری کتاب ہے ہومیو پیتھی کی وہ آپ خود لے لیں اور اس میں اشارے موجود ہیں ان کو دیکھ کر خود اپنا مطالعہ کریں۔ سب سے بہتر علاج انسان خود کر سکتا ہے جو جانتا ہے کہ مجھے کیا بیماری ہے لیکن جن کو یہ سلیقہ نہیں اور اکثر کو نہیں ہے، بہت مشکل کام ہے کہ ہومیو پیتھک علاج کرنے کیلئے کوئی خود کتاب سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس لئے ان کیلئے دنیا بھر میں خدا تعالیٰ کی رحمانیت کی مظہر ڈسپنسریاں قائم کر دی گئی ہیں جو بلا مبادلہ کام کرتی ہیں۔

حضور نے فرمایا: اس کثرت سے ڈسپنسریاں قائم ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ اب دنیا میں کتنی بیشمار ڈسپنسریاں قائم ہیں جو بنی نوع انسان کا علاج کرتی ہیں محض رحمانیت کے طور پر۔ اس کا کوئی متبادل نہیں لیتیں، مفت کی ڈسپنسریاں ہیں اور ان میں لوگ وقف ہیں۔

......☆......☆......☆......

مَیں ہر احمدی ڈاکٹر، ہر احمدی ٹیچر اور ہر احمدی وکیل اور ہر وہ احمدی جو اپنے پیشے کے لحاظ سے کسی بھی رنگ میں خدمت انسانیت کر سکتا ہے غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آ سکتا ہے، ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ضرور غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آنے کی کوشش کریں

خدمت انسانیت کے متعلق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریکات اور آپ کے ارشادات

خدمت خلق کی عمومی تحریک

12 ستمبر 2003ء کو نویں شرط بیعت کی تشریح کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ حسب توفیق انفرادی طور پر خدمت خلق کرتی ہے اور اپنے عہد بیعت کو نبھاتی ہے۔ پھر فرمایا:

''جماعتی سطح پر یہ خدمت انسانیت حسب توفیق ہو رہی ہے۔ مخلصین جماعت کو خدمت خلق کی غرض سے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے، وہ بڑی بڑی رقوم بھی دیتے ہیں جن سے خدمت انسانیت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے افریقہ میں بھی اور ربوہ اور قادیان میں بھی واقفین ڈاکٹر اور اساتذہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ لیکن مَیں ہر احمدی ڈاکٹر، ہر احمدی ٹیچر اور ہر احمدی وکیل اور ہر وہ احمدی جو اپنے پیشے کے لحاظ سے کسی بھی رنگ میں خدمت انسانیت کر سکتا ہے، غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آ سکتا ہے، ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ضرور غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آنے کی کوشش کریں، تو اللہ تعالیٰ آپ کے اموال و نفوس میں پہلے سے بڑھ کر برکت عطا فرمائے گا انشاء اللہ۔ اگر آپ سب اس نیت سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہوں کہ ہم نے زمانے کے امام کے ساتھ ایک عہد بیعت باندھا ہے جس کو پورا کرنا ہم پر فرض ہے تو پھر دیکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کی کس قدر بارش ہوتی ہے جس کو آپ سنبھال بھی نہیں سکیں گے۔''

(خطبہ جمعہ 12 ستمبر 2003)

احمدی ڈاکٹرز کو وقف کی تحریک

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ یوکے 2003 کے موقع پر دوسرے دن کے خطاب میں فرمایا:

''افریقہ میں جو ہمارے ہسپتال ہیں ان میں ڈاکٹروں کی بہت ضرورت ہے۔ یہ بھی

میں تحریک کرنا چاہتا ہوں، ڈاکٹر صاحبان کو کہ اپنے آپ کو وقف کے لیے پیش کریں اور کم از کم تین سال تو ضرور ہو۔ اور اگر اس سے اوپر جائیں 6 یا 9 سال تو اور بھی بہتر ہے۔

طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کیلئے تحریک

خطبہ جمعہ 3 رجون 2005ء میں حضور نے فرمایا:

"آج ایک تحریک کرنا چاہتا ہوں خاص طور پر جماعت کے ڈاکٹرز کو اور دوسرے احباب بھی عموماً، اگر شامل ہونا چاہیں تو حسب توفیق شامل ہو سکتے ہیں، جن کو توفیق ہو، گنجائش ہو۔ یہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کیلئے مالی قربانی کی تحریک ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ربوہ میں خلافت رابعہ کے شروع میں یہ خواہش تھی کہ یہاں ایک ایسا ادارہ ہو جو اس علاقے میں دل کی بیماریوں کے علاج کیلئے سہولت میسر کر سکے۔ اس دور میں کچھ بات چلی بھی تھی لیکن پھر اس پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ آخری دنوں میں حضور کی اس طرف دوبارہ توجہ ہوئی تھی لیکن خلافت خامسہ کے شروع میں اس پر کام شروع ہوا۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کا سنگ بنیاد 23 رنومبر 2003 کو رکھا گیا اور یکم رمضان المبارک 15 رستمبر 2007 سے مرحلہ وار مریضوں کا علاج شروع کیا گیا۔

احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن یو.کے کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے 19 رمئی 2007 کو حضور انور نے نور ہسپتال قادیان کیلئے ڈاکٹروں کو خدمت کی تحریک فرمائی۔

عیادت مریضان کی تحریک

خطبہ جمعہ 15 راپریل 2005 میں حضور نے عیادت مریض کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"مریضوں کی عیادت کرنا بھی خدا تعالیٰ کے قرب کو پانے کا ہی ایک ذریعہ ہے۔ ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ خاص طور پر جو ذیلی تنظیمیں ہیں ان کو میں ہمیشہ کہتا ہوں۔ خدمت خلق کے جو اُن کے شعبے ہیں لجنہ کے، خدام کے، انصار کے ایسے پروگرام بنایا کریں کہ مریضوں کی عیادت کیا کریں، ہسپتالوں میں جایا کریں۔ اپنوں اور غیروں کی سب کی عیادت کرنی چاہئے اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ بھی ایک سنت کے مطابق ہے۔ اور ہمیشہ اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کے ذریعے ہم اختیار کریں۔"

امداد مریضان کی تحریک

عالمی تنظیم آکسفیم کے مطابق دنیا کی 85 فیصد آبادی غربت کی وجہ سے مہنگی ادویات تک رسائی نہیں رکھتی اور مہلک امراض کے باعث جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔

حضور انور نے خطبہ عید الفطر 13 راکتوبر 2007 میں فرمایا:

"دوائیاں اور علاج اب اتنی مہنگی ہو گئی ہیں کہ غریب آدمی کی پہنچ سے یہ معاملہ بہت دور ہو چکا ہے۔ بعض علاج اس لیے نہیں کرواتے کہ پیسے نہیں ہوتے تو باوجود خواہش کے بعض دفعہ محدود وسائل کی وجہ سے ایسے مریضوں کی پوری طرح مدد نہیں کی جا سکتی۔ ایسے احباب جو مالی حالت میں بہتر ہیں، وہ جن کو خود یا جن کے مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے شفا دی ہے، مریضوں کی شفایابی پر اپنی حیثیت کے مطابق اگر مریضوں کے لیے مدد کیا کریں تو بہت بڑی تعداد ضرورت مند مریضوں کی جو ہے ان کی مدد ہو سکتی ہے۔ بچوں کی پیدائش کے مرحلے سے عورتیں گزرتی ہیں، بڑا تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے، اس شکرانے کے طور پر مریضوں کی مدد کا خیال آنا چاہئے، صرف مٹھائیاں کھانا کھلانا ہی کام نہ ہو۔"

احمدی انجینئرز اور آرکیٹیکٹس کو خدمت کی تحریک

9 مئی 2004 کو حضور نے انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹیکٹس اینڈ انجینئرز کے یورپین چیپٹر کے پہلے سمپوزیم سے خطاب کرتے ہوئے افریقہ میں مساجد، مشن ہاؤس، اسکولوں اور ہسپتالوں کی تعمیر کے لیے احمدی انجینئرز اور آرکیٹیکٹس کو خدمت کی دعوت دی۔

آپ نے فرمایا:

"ہر انجینئر، کمپیوٹر سائنٹسٹ، ریسرچ ورکر اور ڈاکٹر جماعت کی خدمت کے لیے آگے آئے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل نازل کرے گا اور آپ کی کوششوں کو پہلے سے زیادہ برکت دے گا...... افریقی ممالک کے حالیہ دورے میں میں نے محسوس کیا ہے کہ صاف پانی کا مہیا نہ ہونا ایک سنگین مسئلہ ہے۔ وہاں کے دور دراز علاقوں میں اگرچہ بین الاقوامی تنظیمیں اور این جی اوز وغیرہ نے ہینڈ پمپ لگانے کا کام شروع کیا ہوا ہے لیکن پھر بھی وہ ان سب لوگوں کی ضروریات کے لیے بالکل کافی نہیں ہے۔

ہماری جماعت بھی ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعہ سے انسانیت کی بھلائی کے اس کام میں مشغول ہے۔ لیکن ٹیکنیکل نالج کی کمی اور بور کرنے کے لیے ڈرلنگ مشین نہ ہونے کے باعث ہم اپنی اس خواہش کے باوجود ہم ان ممالک کے غریب لوگوں کی خدمت کے اپنے ٹارگٹ حاصل نہیں کر سکے۔

جب ہم بور ہول ڈرل کروانے کی غرض سے ان ماہر کمپنیوں سے رابطہ کرتے ہیں تو وہ اتنی زیادہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں کہ آرڈر دینے کا فیصلہ کرنے کے لیے کئی دفعہ غور کرنا پڑتا ہے۔ یعنی ایک ہینڈ پمپ لگوانے کے لیے 4000 پاؤنڈ سے لیکر 5000 پاؤنڈ تک کی رقم درکار ہوتی ہے...... اس سلسلہ میں جس بات میں مجھے دلچسپی ہے وہ یہ ہے کہ افریقہ کے پیاسے لوگوں کو پینے کا پانی مہیا ہونا چاہئے۔ ایک احمدی کو اس پہلو سے بہت فکرمند ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے لیے میں آرکیٹیکٹس اور انجینئرز ایسوسی ایشن کے یورپین چیپٹر کو خصوصی طور پر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایک تفصیلی سروے کر کے ایک feasibility رپورٹ تیار کریں کہ ہم کس طرح کم قیمت پر ڈرلنگ کر کے افریقہ کے ان ممالک میں زیادہ ہینڈ پمپ لگا سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جماعت ان ممالک میں مختلف مقاصد کے لیے عمارات تعمیر کر رہی ہے۔ مثلاً مساجد، مشن ہاؤسز، اسکولز، ہسپتال وغیرہ۔ اس کے لئے بھی سول انجینئرز اور آرکیٹیکٹس کو ان ممالک میں خدمت کی غرض سے جانا چاہئے۔ ایک اور بڑی دقت افریقی ممالک میں بجلی یا برقی طاقت کا میسر نہ آنا ہے۔ اس سلسلہ میں میرے خیال میں ہمیں سورج سے حاصل کردہ توانائی کے متعلق غور کرنا چاہئے...... آپ میں سے ان کو جو اس فیلڈ کے ہیں یعنی سولر انرجی سسٹم کی فیلڈ میں، ان کو کہتا ہوں کہ ایسے طریقے اور ڈیزائن تلاش کریں جن سے قیمت میں کمی کی جا سکے۔"

جلسہ سالانہ یوکے 2006 کے موقع پر حضور نے احمدی انجینئرز کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"انٹرنیشنل احمدیہ ایسوسی ایشن آف آرکیٹیکٹس اینڈ انجینئرز کے ذمہ میں نے کام لگایا تھا کہ افریقہ میں کم قیمت پر بجلی پیدا کرنے کے متبادل ذرائع تلاش کرنا، غریب ممالک میں پینے کے لیے صاف پانی مہیا کرنا، عمارات کی تعمیر اور ڈیزائن کے لیے انجینئرز وقف عارضی کریں اور ڈیزائن کر کے دیں۔ چنانچہ ان ہدایات کی روشنی میں یورپین چیپٹر نے کافی کام کیا ہے۔ سولر سیل کی ٹیکنالوجی اور ونڈ ٹربائن کے غانا میں تین پائلٹ پراجیکٹ لگائے ہیں...... تیس عدد سولر اور ونڈ سسٹمز چائنا سے خریدے گئے۔ کافی تعداد میں سولر لائٹس خریدی گئیں۔ آسٹریلیا سے بھی معلومات حاصل کی گئیں۔ افریقہ میں پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے گئے۔ غانا میں ڈرلنگ اور جیو فیزیکل ٹیسٹنگ وغیرہ کے کام کیے اور بورکینا فاسو میں ہینڈ پمپس وغیرہ لگائے گئے جو پرانے بند ہو گئے تھے ان کو دوبارہ چالو حالت میں کیا گیا اور کچھ نئے بھی لگائے گئے۔"

2003 میں ایران میں زلزلہ آیا اس موقع پر جماعت کو خدمت کی دعوت دیتے ہوئے حضور نے جلسہ سالانہ قادیان 2003 کے اختتامی خطاب میں فرمایا:

"گزشتہ دنوں ایران میں خوفناک زلزلہ آیا، بڑی تباہی پھیلی ہے...... ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے لیے دعائیں بھی کی جائیں اور مالی مدد بھی...... ایسے طریقہ کار رائج ہوں جو

ان تک پہنچ سکیں۔ بہرحال ہر ملک میں جو امرا ہیں وہ اپنے اپنے حالات کے مطابق جائزہ لے کر کوئی لائحہ عمل تجویز کریں اور ان آفت زدہ لوگوں کی خدمت کی کوشش کریں۔‘‘

یتامیٰ کی خدمت کی تحریک

حضور نے خطبہ جمعہ 23/جنوری 2004 میں فرمایا:

’’میں باقی دنیا کے ممالک کے امرا کو بھی کہتا ہوں کہ اپنے ملک میں ایسے احمدی یتامیٰ کی تعداد کا جائزہ لیں جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں، پڑھائی نہ کر سکتے ہوں، کھانے پینے کے اخراجات مشکل ہوں اور پھر مجھے بتائیں۔ خاص طور پر افریقن ممالک میں، اسی طرح بنگلہ دیش ہے، ہندوستان ہے، اس طرف کافی کمی ہے اور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تو باقاعدہ ایک سکیم بنا کر اس کام کو شروع کریں اور اپنے ملکوں میں یتامیٰ کو سنبھالیں۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت میں مالی لحاظ سے مضبوط حضرات اس نیک کام میں حصہ لیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے سنبھالنے میں جو اخراجات ہوں گے ان میں کوئی کمی نہیں پیش آئے گی۔‘‘

غریب بچیوں کی شادی کیلئے امدادی تحریک

حضور نے شادی بیاہ کے موقع پر اسراف سے بچنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ ان مواقع پر غریب بچیوں کی شادی کیلئے رقم فراہم کی جائے۔ حضور نے خطبہ جمعہ 3/جون 2005 میں فرمایا:

’’جو لوگ باہر کے ملکوں میں ہیں اپنے بچوں کی شادیوں پر بے شمار خرچ کرتے ہیں۔ اگر ساتھ ہی پاکستان، ہندوستان یا دوسرے غریب ممالک میں غریب بچوں کی شادیوں کے لئے کوئی رقم مخصوص کر دیا کریں تو جہاں وہ ایک گھر کی خوشیوں کا سامان کر رہے ہوں گے وہاں یہ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہوگا جو ان کے بچوں کی خوشیوں کی بھی ضمانت ہوگا۔‘‘

حضور نے فرمایا: ’’سب کو آگے آنا چاہئے اور اس نیک کام میں حصہ لینا چاہئے۔ عموماً ایک غریبانہ شادی پچیس تیس ہزار روپے کی مدد سے ہو جاتی ہے۔ کچھ نہ کچھ تو انہوں نے خود بھی کیا ہوتا ہے۔ اتنی مدد ہو جائے تو لوگوں کی بڑی مدد ہو جاتی ہے۔ تو پھر یہ غریب آدمی کے لئے سکون کا باعث بن رہی ہوتی ہے اور آپ کو دعاؤں کا وارث بنا رہی ہوتی ہے۔ بہرحال ہر ایک کو حسب توفیق اس فنڈ میں ضرور حصہ لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔‘‘

مریم شادی فنڈ پہلے سے قائم تھا اس میں شمولیت کی یاددہانی کراتے ہوئے فرمایا:

’’میں بعض اور تحریکات کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں، ان کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو مریم شادی فنڈ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ آخری تحریک تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بابرکت ثابت ہوئی ہے۔ بے شمار بچیوں کی شادیاں اس فنڈ سے کی گئی ہیں اور کی جا رہی ہیں۔ احباب حسب توفیق اس میں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ شروع میں جس طرح اس طرف توجہ پیدا ہوئی تھی اب اتنی توجہ نہیں رہی۔ جو لوگ مالی لحاظ سے اچھے ہیں، بہتر مالی حالات ہیں ان کو پتا ہی نہیں کہ بچیوں کی شادیوں پر غریب لوگوں کے کتنے مسائل ہوتے ہیں۔‘‘

فرمایا: امرا کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں اب بھی کہتا ہوں دوبارہ تحریک کر دیتا ہوں کہ مریم شادی فنڈ میں ضرور شامل ہوا کریں اور خاص طور پر جو صاحب حیثیت ہیں اور جب ان کے بچوں کی شادیاں ہوتی ہیں اس وقت ضرور ذہن میں رکھا کریں کہ کسی نہ کسی غریب کی شادی کروانی ہے۔‘‘

بیوت الحمد سکیم میں شرکت کی تحریک

حضور نے خطبہ عید الفطر 13/اکتوبر 2007 میں بیوت الحمد سکیم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’پھر بیوت الحمد سکیم ہے۔ یہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے شروع فرمائی تھی جس سے شروع میں ربوہ میں سو گھر بنا کر غریب، ضرورت مندوں کو دینے تھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مکمل ہو گئی۔ اس کے علاوہ بھی مختلف جگہوں پر لوگوں کے گھروں میں ان کو بڑھانے میں یا گنجائش کے مطابق کمرہ بنانے کے لیے مدد دی گئی۔ قادیان میں بھی بیوت الحمد کے تحت گھر بنائے گئے ہیں پھر پاکستان میں اور مختلف ملکوں میں جیسا کہ میں نے کہا مکان بھی بنا کر دیئے گئے ہیں۔ مختلف جگہوں پر بھی مدد دی گئی ہے تو یہ بھی ایک ایسی جائز اور انتہائی ضرورت ہے جس کی طرف احمدیوں کو توجہ دینی چاہئے اپنے غریب بھائیوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے۔ کئی احمدی جب اللہ کے فضل سے اپنے گھر بناتے ہیں تو اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں، بعض نے اپنا بڑا قیمتی گھر بنایا تو بیوت الحمد کے ایک مکمل گھر کا خرچہ بھی ادا کیا تو اگر تمام دنیا کے احمدیوں کے گھر خریدنے یا بنانے پر کچھ نہ کچھ اس مد میں دینے کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تو کئی ضرورت مند غریب بھائیوں کا بھلا ہو سکتا ہے۔

(بشکریہ کتاب ’’خلفائے احمدیت کی تحریکات اور انکے شیریں ثمرات‘‘ مصنفہ عبدالسمیع خان صاحب، ص545 تا 561)

......☆......☆......☆......

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح

پاکیزہ منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کِھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِیْح جَآءَ الْمَسِیْح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اِک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

شرف انسانیت اور احترام انسانیت کے بارہ میں قرآنی تعلیمات

(لئیق احمد ڈار، مبلغ سلسلہ، نظارت علیا، قادیان)

جب انسانِ کامل سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے تو اسکے ساتھ ہی احترامِ انسانیت کا دائرہ بھی مکمل ہوا۔ اس انسان کامل ﷺ نے قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں احترامِ انسانیت کے بے نظیر درس دیئے۔ اگر بنی نوع انسان آپؐ کی زرّیں تعلیمات کی طرف توجہ کرے تو دُنیا امن کا لازوال گہوارہ بن جائے۔ قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں آپؐ نے واضح فرمایا ہے کہ سب لوگ بحیثیت انسان برابر ہیں اور سب کے حق مساوی ہیں۔ حتّٰی کہ اپنی حیات کے آخری دنوں میں حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے پروانوں کو منشورِ انسانیت کا عظیم الشان اور بے مثال پیغام اور قانون دیکر فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ نہ ہی کسی غیر عربی کو عربی پر کوئی برتری حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے دُنیا کو سکھایا کہ کسی گورے کو کالے پر کو اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ چنانچہ اسلام کی یہ واضح تعلیم ہے کہ تمام قوموں اور نسلوں کے لوگ برابر ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ سب لوگوں کو بلا امتیاز اور بلا تعصب یکساں حقوق ملنے چاہئیں۔ یہ وہ بنیادی اور سنہری اصول ہے جو بین الاقوامی امن اور ہم آہنگی کی بنیاد رکھتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی منشاء سے ضرور بالضرور آئینِ انسانیت کا یہ کامل دستور روزِ قیامت تک کیلئے بے نظیر رہے گا اور اپنی چمک ودمک سے ہر آنکھ کو خیرہ کرتا رہے گا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک!

یہ امر باعثِ توجّہ ہے کہ درحقیقت قرآن مجید جیسی اکمل واتم شریعت کا نزول ہی انسانیت کے شرف وعظمت کی تکمیل کیلئے ہوا۔ چنانچہ اِس نسخہ کیمیا کی بدولت ہی اب نوع انسان شفا پاسکتی ہے۔ انسانیت کی حقیقت ہویدا ہوکر نفسِ آدمیت اپنا مقصودِ حیات پاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق اور اس سے خالص محبت کا میدان سر کیا جاسکتا ہے اور انسانیت کا باہم دِگر محبت واُنس کا پیوند بھی صحیح طور پر ہوسکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف دُنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم (پہلے ادنیٰ ادنیٰ اخلاق کی تعلیم دی۔ پھر بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھلائے اور پھر محبت اور وصل کا مزا چکھایا۔ ناقل) کی اصلاحوں کا موقع نہیں ملا اور قرآن شریف کو ملا اور قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بناوے اور انسان سے بااخلاق انسان بناوے اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 329)

شرف انسانیت کے بارہ میں قرآن کریم کی زرّیں تعلیمات

شرف انسانیت کے قیام کیلئے قرآن مجید نے بے شمار انمول بُنیادی اصول بتلائے ہیں۔ یہاں چند اصول وتعلیمات مختصراً ہدیۂ قارئین ہیں:

(1) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورۃ آل عمران: 111) تم (سب سے) بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے (فائدہ کے) لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’مسلمانوں کے سب سے بہتر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ انہیں اپنے فائدہ کی بجائے سب دنیا کے فائدہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ کاش مسلمان اس حکمت کو سمجھیں اور اس طرح ذلیل نہ ہوں۔‘‘ (تفسیر صغیر، صفحہ 94، سورۃ آل عمران، حاشیہ زیر آیت نمبر 111)

(2) پھر شرف انسانیت کے قیام کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ زریں اصول بیان فرمایا کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (سورۃ المائدۃ: 33) جو کسی شخص کو بغیر اس کے کہ اس نے قتل کیا ہو یا ملک میں فساد پھیلایا ہو، قتل کردے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کردیا اور جو اُسے زندہ کرے (یعنی اس کے کام میں مدد دے) تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کردیا۔

یہ واضح زریں اصول اور امن قائم کرنے والا دستور ایک حسین معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔ اس جگہ ناحق قتل کو روک کر انسانیت کی فلاح وبہبود اور زندگی کو فروغ دینے والی سنہری تعلیم بیان فرمادی۔

(3) وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرۃ: 189) ترجمہ: اور تم اپنے (بھائیوں کے) مال آپس میں (مل کر) جھوٹ (اور فریب) کے ذریعہ سے مت کھاؤ اور نہ اُن (اموال) کو (اس غرض سے) حکام کی طرف کھینچ لے جاؤ تا تم لوگوں کے مالوں کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہوئے ناجائز طور پر ہضم کرجاؤ۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’قرآن کریم اکثر قومی زندگی پر زور دینے کیلئے عام انسانوں یا اپنے ملک یا اہل قوم کی اشیاء کو اپنی اشیاء کہہ کر پُکارتا ہے تا اس طرف اشارہ کرے کہ جو اپنی قوم کے افراد کو نقصان پہنچاتا ہے وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہاں بھی اپنے مال سے مراد دوسرے بنی نوع انسان کے اموال ہیں لیکن مذکورہ بالا اصول کی طرف توجہ دلانے کیلئے اپنے مال کہہ کر انہیں پُکارا ہے۔ اس سورۃ کے رکوع 10 میں فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ۔ پھر آگے چل کر فرمایا ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اَنْفُسَكُمْ اور دِمَآءَكُمْ سے مراد اپنے بھائیوں کی جانیں اور اپنے بھائیوں کے خون ہیں۔‘‘ (تفسیر صغیر، صفحہ 41، حاشیہ نوٹ نمبر 2، سورۃ البقرۃ زیر آیت 189)

(4) پھر معاشرے میں امن کے قیام کی ایک اور پیاری اور حسین تعلیم اس طرح دی کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (سورۃ النحل: 126) (اور اے رسول) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے رب کی راہ کی طرف بُلا۔ اور اس طریق سے جو سب سے اچھا ہو۔ اُن سے (اُن کے اختلافات کے متعلق) بحث کر۔

کس قدر رفق اور نرمی کی تعلیم ہے۔ انسانیت کے شرف اور مرتبہ کا لحاظ رکھ کر حقوق انسانی کا پاس کرکے آزادی ضمیر اور آزادیٔ مذہب کی بنیادیں استوار کرتے ہوئے تبلیغ کا حکم حضرت رسول کریم ﷺ کو دیا جارہا ہے۔ اس قدر خوبصورت تعلیم کے باوجود بعض مسلم تنظیمیں جہاد کے نام پر معصوم لوگوں کا خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، خون بہارہی ہیں اور اپنے اس قابل نفرت فعل کو آنحضور ﷺ کے مبارک جہاد سے منسوب کررہی ہیں۔

(5) وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (سورۃ الزخرف: 89 تا 90) اور اس کے یہ کہنے کے وقت کو یاد کرو کہ اے میرے رب! یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ پس تُو ان سے درگزر کر اور کہہ ’’سلام‘‘ پس عنقریب وہ جان لیں گے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ’’ان الفاظ سے واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایسی تعلیم لائے جو تمام بنی نوع انسان کیلئے رحمت ورأفت کا ذریعہ ہے اور انسانیت کیلئے امن کا باعث ہے۔ اس آیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے امن کے اس پیغام کے جواب میں نہ صرف آپ ﷺ کی تعلیم کا انکار کیا گیا بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ تمسخر اور حقارت آمیز سلوک کیا۔ یہیں پر بس نہیں کیا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر دشمنی پر اُتر آئے اور فتنہ وفساد پیدا کردیا۔ اسکے باوجود حضرت رسول کریم ﷺ نے خدا سے یہی التجا کی کہ ’’میں تو ان کیلئے سلامتی کا خواہاں ہوں لیکن یہ مجھے امن سے رہنے نہیں دیتے اور مجھے دکھ اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں تسلی دی کہ جو کچھ یہ لوگ کررہے ہیں اس سے صرف نظر کر اور انہیں چھوڑ دے۔ تمہارا واحد کام دنیا میں امن کا فروغ اور اس کا قیام ہے۔‘‘ (عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 126 تا 127)

(6) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا (سورۃ بنی اسرائیل:71) اور ہم نے بنی آدم کو (بہت) شرف بخشا ہے اور ان کیلئے خشکی اور تری میں سواری کا سامان پیدا کیا ہے اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے اور جو مخلوق ہم نے پیدا کی ہے اس میں سے ایک کثیر حصہ پر ہم نے انہیں بڑی فضیلت دی ہے۔

(7) وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ ٭۫ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ (سورۃ البقرۃ:35) اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو۔اس پر انہوں نے تو فرمانبرداری کی مگر ابلیس (نے نہ کی اُس) نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ (پہلے سے ہی) کافروں میں سے تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’آدم سے مراد کامل انسان ہے جب انسان کامل آدم بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم سجدہ (اطاعت) کا دیتا ہے اور اس کے ہر ایک کام کو خدا تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ سے سرانجام کرتا ہے لیکن آدم کامل بننے کیلئے ضروری ہے کہ انسان کا خدا سے سچا اور پکا تعلق ہو جب انسان ہر ایک حرکت اور سکون حکم الٰہی کے نیچے ہو کر کرتا ہے تو انسان خدا کا ہو جاتا ہے تب خدا انسان کا والی وارث ہو جاتا ہے اور پھر اس پر کوئی مخالفت سے دست اندازی نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ آدمی جو احکام الٰہی کی پروا نہیں کرتا خدا بھی اُس کی پروا نہیں کرتا......آدم علیہ السلام کامل انسان تھے تو فرشتوں کو سجدہ (اطاعت) کا حکم ہوا۔اسی طرح اگر ہم میں ہر ایک آدم بنے تو وہ بھی فرشتوں سے سجدہ کا مستحق ہے۔‘‘

(الحکم، جلد 9، نمبر 5، مورخہ 10 رفروری 1905، صفحہ 4)

(8) اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً (سورۃ لقمان 21) کیا تم (لوگوں) نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے تمہاری خدمت میں لگایا ہوا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی پانی کی طرح بہادی ہیں۔

(9) لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ (سورۃ التین: 4) یقیناً ہم نے انسان کو موزوں سے موزوں حالت میں پیدا کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’خدا نے چاہا ہے کہ انسان خدا کے اخلاق پر چلے۔جیسے وہ ہر ایک عیب اور بدی سے پاک ہے یہ بھی پاک ہو۔جیسے اس میں عدل، انصاف اور علم کی صفت ہے وہی اس میں ہو اس لئے اس خلق کو احسن تقویم کہا ہے لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ جو انسان خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں وہ اس آیت سے مراد ہیں اور اگر کفر کرے تو پھر اسفل السافلین اس کی جگہ ہے۔‘‘ (البدر، جلد 2، نمبر 7، مورخہ 6 مارچ 1903، صفحہ 49)

اسی طرح فرمایا: ’’انسان کو ہم نے نہایت درجہ کے اعتدال پر پیدا کیا ہے اور وہ اس صفت اعتدال میں تمام مخلوقات سے احسن وافضل ہے۔‘‘

(توضیح مرام، صفحہ 47، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد سوم، تفسیر سورۃ التین، صفحہ 415 تا 416)

(10) وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ (سورۃ ابراہیم: 34) اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا اس حال میں کہ وہ دونوں ہمیشہ گردش کر رہے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ اسلامی شریعت کے رُو سے خواص ملائک کا درجہ خواص بشر سے کچھ زیادہ نہیں بلکہ خواص الناس خواص الملائک سے افضل ہیں اور نظام جسمانی یا روحانی میں اُن کا وسائط قرار پانا اُن کی افضلیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ قرآن شریف کی ہدایت کے رو سے وہ خدام کی طرح اس کام میں لگائے گئے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ یعنی وہ خدا جس نے سورج اور چاند کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے مثلاً دیکھنا چاہئے کہ ایک چٹھی رساں ایک شاہ وقت کی طرف سے اُسکے کسی ملک کے صوبہ یا گورنر کی خدمت میں چٹھیاں پہنچادیتا ہے تو کیا اس سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ وہ چٹھی رساں جو اس بادشاہ اور گورنر جنرل میں واسطہ ہے گورنر جنرل سے افضل ہے۔سو خوب سمجھ لو یہی مثال اُن وسائط کی ہے جو نظام جسمانی اور روحانی میں قادر مطلق کے ارادوں کو زمین پر پہنچاتے اور اُنکی انجام دہی میں مصروف ہیں۔اللہ جل شانہ قرآن شریف کے کئی مقامات میں بتصریح ظاہر فرماتا ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان میں پیدا کیا گیا ہے وہ تمام چیزیں اپنے وجود میں انسان کی طفیلی ہیں یعنی محض انسان کے فائدہ کیلئے پیدا کی گئی ہیں اور انسان اپنے مرتبہ میں سب سے اعلیٰ وارفع اور سب کا مخدوم ہے جسکی خدمت میں یہ چیزیں لگادی گئی ہیں۔‘‘

(توضیح مرام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 74، طبع اول)

(11) یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ (سورۃ الحجرات: 14) اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کردیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔اللہ یقیناً بہت علم رکھنے والا (اور) بہت خبر رکھنے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قومیں اور نسلیں صرف امتیاز کیلئے ہیں جو اُن کو تفاخر اور تکبر کا ذریعہ بناتا ہے وہ اسلام کے خلاف عمل کرتا ہے۔(تفسیر صغیر، حاشیہ زیر آیت نمبر 14، سورۃ الحجرات، صفحہ 685)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’سو عام طور پر پنجہ مارنے کے لائق یہی آیت ہے کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ جسکے یہ معنے ہیں کہ تم سب میں سے خُدا کے نزدیک بزرگ اور عالی نسب وہ ہے جو سب سے زیادہ اس تقویٰ کے ساتھ جو صدق سے بھری ہوئی ہو خدا تعالیٰ کی طرف جھک گیا ہو اور خُدا سے قطع تعلق کا خوف ہر دم اور ہر لحظہ اور ہر ایک کام اور ہر ایک قول اور ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون اور ہر ایک خُلق اور ہر ایک عادت اور ہر ایک جذبہ ظاہر کرنے کے وقت اُسکے دل پر غالب ہو۔وہی ہے جو سب قوموں میں سے شریف تر اور سب خاندانوں میں سے بزرگ تر اور تمام قبائل میں سے بہتر قبیلہ میں سے ہے اور اس لائق ہے کہ سب اُسکی راہ پر فدا ہوں۔غرض شریعت اسلامی کا یہ تو عام قانون ہے کہ تمام مدار تقویٰ پر رکھا گیا ہے۔‘‘

(تریاق القلوب، صفحہ 66 تا 67، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد 3، تفسیر سورۃ الحجرات، صفحہ 368 تا 369)

الغرض قرآن مجید کے نزول اور اسلام کے ظہور سے شرف انسانیت قائم ہوا اور حقیقی طور پر انسان کا اشرف المخلوقات ہونا متحقق ہوا۔اب سوال یہ ہے کہ پھر آج انسان کیوں اتنا گرا ہوا ہے اور انسانیت کی قدریں کیوں پامال ہو رہی ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن مجید کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ امت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ قرآن مجید کی کل تعلیمات پر جو شرف انسانیت اور احترام آدمیت کے قیام کیلئے ہی ہیں، عملدرآمد کرے تاکہ ہر طرف اور ہر سو شرف انسانیت کا قیام ہو اور انسانیت کا بول بالا ہو۔آمین۔

......☆......☆......☆......

حدیث نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین پر موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ۔ اگرچہ تمہارا بدن تار تار کردیا جائے اور تمہارا مال لُوٹ لیا جائے۔ (مسند احمد بن حنبل)

تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کو خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ قرار دیا ہے

تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو

خطبہ حجۃ الوداع سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ''نبیوں کا سردار'' میں فرماتے ہیں کہ نویں سال ہجری میں دوران حج آنحضرتؐ پر قرآن شریف کی مشہور آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ ... (مائدہ:4) نازل ہوئی۔ یہ آیت آپؐ نے مزدلفہ کے میدان میں سب لوگوں کے سامنے باآوازِ بلند پڑھ کر سنائی۔ مزدلفہ سے لوٹنے پر حج کے قواعد کے مطابق آپ منیٰ میں ٹھہرے اور گیارھویں ذوالحجہ کو آپؐ نے تمام مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس کا مضمون یہ تھا۔

''اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سنو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اِس سال کے بعد کبھی بھی میں تم لوگوں کے درمیان اِس میدان میں کھڑے ہو کر کوئی تقریر کروں گا۔ تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کو خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے وراثت میں اُس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ کوئی وصیت ایسی جائز نہیں جو دوسرے وارث کے حق کو نقصان پہنچائے۔ جو بچہ جس کے گھر میں پیدا ہو وہ اُس کا سمجھا جائے گا اور اگر کوئی بدکاری کی بناء پر اُس بچے کا دعویٰ کرے گا تو وہ خود شرعی سزا کا مستحق ہوگا۔ جو شخص کسی کے باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے یا کسی کو جھوٹے طور پر اپنا آقا قرار دیتا ہے خدا اور اُس کے فرشتوں اور بنی نوع انسان کی لعنت اُس پر ہے۔ اے لوگو! تمہارے کچھ حق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حق تم پر ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ عفت کی زندگی بسر کریں اور ایسی کمینگی کا طریق اختیار نہ کریں جس سے خاوندوں کی قوم میں بے عزتی ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم (جیسا کہ قرآن کریم کی ہدایت ہے کہ با قاعدہ تحقیق اور عدالتی فیصلہ کے بعد ایسا کیا جا سکتا ہے) انہیں سزا دے سکتے ہو مگر اس میں بھی سختی نہ کرنا۔ لیکن اگر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتیں جو خاندان اور خاوند کی عزت کو بٹہ لگانے والی ہو تو تمہارا کام ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کی خوراک اور لباس وغیرہ کا انتظام کرو۔ اور یاد رکھو کہ ہمیشہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے۔ عورت کمزور وجود ہوتی ہے اور وہ اپنے حقوق کی خود حفاظت نہیں کر سکتی۔ تم نے جب ان کے ساتھ شادی کی تو خدا تعالیٰ کو ان کے حقوق کا ضامن بنایا تھا اور خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت تم ان کو اپنے گھروں میں لائے تھے (پس خدا تعالیٰ کی ضمانت کی تحقیر نہ کرنا اور عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھنا) اے لوگو! تمہارے ہاتھوں میں ابھی کچھ جنگی قیدی بھی باقی ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو وہی کھلانا جو تم خود کھاتے ہو اور ان کو وہی پہنانا جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی ایسا قصور ہو جائے جو تم معاف نہیں کر سکتے تو ان کو کسی اَور کے پاس فروخت کر دو کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور ان کو تکلیف دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اے لوگو! جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں سنو اور اچھی طرح اس کو یاد رکھو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے تم سب ایک ہی درجہ کے ہو۔ تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ملا دیں اور کہا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں آپس میں برابر ہیں اِسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو۔ تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے آج کونسا مہینہ ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ علاقہ کونسا ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ دن کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! یہ مقدس مہینہ ہے، یہ مقدس علاقہ ہے اور یہ حج کا دن ہے۔ ہر جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس طرح یہ مہینہ مقدس ہے، جس طرح یہ علاقہ مقدس ہے، جس طرح یہ دن مقدس ہے اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اُس کے مال کو مقدس قرار دیا ہے اور کسی کی جان اور کسی کے مال پر حملہ کرنا ایسا ہی ناجائز ہے جیسے کہ اس مہینے اور اِس علاقہ اور اِس دن کی ہتک کرنا۔ یہ حکم آج کیلئے نہیں، کل کیلئے نہیں بلکہ اُس دن تک کیلئے ہے کہ تم خدا سے جا کر ملو۔ پھر فرمایا۔ یہ باتیں جو میں تم سے آج کہتا ہوں اِن کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو کیونکہ ممکن ہے کہ جو لوگ آج مجھ سے سن رہے ہیں اُن کی نسبت وہ لوگ اِن پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سن رہے۔''

(بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یہ مختصر خطبہ بتاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کی بہتری اور ان کا امن کیسا مدنظر تھا اور عورتوں اور کمزوروں کے حقوق کا آپ کو کیسا خیال تھا...... آپ نے نہ چاہا کہ وہ عورتیں جو انسانی پیدائش کے شروع سے مردوں کی غلام قرار دی جاتی تھیں ان کے حقوق کو محفوظ کرنے کا حکم دینے سے پہلے آپ اِس دنیا سے گزر جائیں۔ وہ جنگی قیدی جن کو لوگ غلام کا نام دیا کرتے تھے اور جن پر طرح طرح کے مظالم کیا کرتے تھے آپ نے نہ چاہا کہ ان کے حقوق کو محفوظ کر دینے سے پہلے آپ اِس دنیا سے گزر جائیں۔ وہ بنی نوع انسان کا باہمی فرق اور امتیاز جو انسانوں میں سے بعض کو تو آسمان پر چڑھا دیتا تھا اور بعض کو تحت الثریٰ میں گرا دیتا تھا۔ جو قوموں قوموں اور مُلکوں مُلکوں کے درمیان تفرقہ اور لڑائی پیدا کرنے اور اس کو جاری رکھنے کا موجب ہوتا تھا آپ نے نہ چاہا کہ جب تک اِس تفرقہ اور امتیاز کو مٹا نہ دیں اِس دنیا سے گزر جائیں۔ وہ ایک دوسرے کے حقوق پر چھاپے مارنا اور ایک دوسرے کی جان اور مال کو اپنے لئے جائز سمجھنا جو ہمیشہ ہی بداخلاقی کے زمانہ میں انسان کی سب سے بڑی لعنت ہوتا ہے آپ نے نہ چاہا کہ جب تک اِس روح کو کچل نہ دیں اور جب تک بنی نوع انسان کی جانوں اور ان کے مالوں کو وہی تقدس اور وہی حرمت نہ بخش دیں جو خدا تعالیٰ کے مقدس مہینوں اور خدا تعالیٰ کے مقدس اور بابرکت مقاموں کو حاصل ہے آپ اس دنیا سے گزر جائیں۔ کیا عورتوں کی ہمدردی، ماتحت لوگوں کی ہمدردی، بنی نوع انسان میں امن اور آرام کے قیام کی خواہش اور بنی نوع انسان میں مساوات کے قیام کی خواہش اتنی شدید دنیا کے کس اور انسان میں پائی جاتی ہے؟ کیا آدم سے لے کر آج تک کسی انسان نے بھی بنی نوع انسان کی ہمدردی کا ایسا جذبہ اور ایسا جوش دکھایا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں آج تک عورت اپنی جائداد کی مالک ہے۔ جبکہ یورپ نے اس درجہ کو اسلام کے تیرہ سَو سال بعد حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے والا ہر شخص دوسرے کے برابر ہو جاتا ہے خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ اور ذلیل سمجھی جانے والی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔ حریت اور مساوات کا جذبہ صرف اور صرف اسلام نے ہی دنیا میں قائم کیا ہے اور ایسے رنگ میں قائم کیا ہے کہ آج تک بھی دنیا کی دوسری قومیں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتیں۔ ہماری مسجد میں ایک بادشاہ اور ایک معزز ترین مذہبی پیشوا اور ایک عامی برابر ہیں ان میں کوئی فرق اور امتیاز قائم نہیں کر سکتا۔ جبکہ دوسرے مذاہب کے معبد بڑوں اور چھوٹوں کے امتیاز کو اب تک ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ گو وہ قومیں شاید حریت اور مساوات کا دعویٰ مسلمانوں سے بھی زیادہ بلند آواز سے کر رہی ہیں۔''

(نبیوں کا سردار، صفحہ 215 تا 219، ایڈیشن 2001، قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحیثیت رحمۃ للعالمین

(محمد ابراہیم سرور، مبلغ سلسلہ، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں آنحضرت ﷺ کو مجسم رحمت اور پیکر شفقت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبہ، آیت 128) یعنی (اے مومنو!) تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول ہو کر آیا ہے تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا (اور) بہت کرم کرنے والا ہے۔

جب خدا تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ساتھ ہی آپ ﷺ کو آیتِ قرآنی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108) کے ذریعہ ابدالآباد تک قائم رہنے والے عظیم الشان آسمانی لقب سے بھی سرفراز فرمایا۔ اور اس کے نتیجہ میں پڑنے والی ذمہ داریوں کو آپ ﷺ نے اپنی ساری زندگی میں اس کمال اور احسن طریق پر ادا کیا کہ کیا اپنے کیا بیگانے کیا دشمن کیا دوست کیا پڑوسی کیا رشتہ دار کیا عورتیں کیا بچے کیا سردار کیا غلام کیا چرند کیا پرند کیا اشجار کیا احجار، سب کو اپنی رحمت کے فیض سے سیراب کیا۔

حدیث قدسی ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (بحار الانوار) یعنی خدا تعالیٰ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے محمد! اگر تیری پیدائش مقصود نہ ہوتی تو ہم یہ تمام کائنات ہی پیدا نہ کرتے۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا وجود آنحضرت ﷺ کے فیضان رحمت سے مستفیض ہو رہا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات ہی اس کائنات کی علت غائی ہے۔

عورتوں کا غمخوار نبی ﷺ

جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو تمام دنیا خصوصاً عرب کی روحانی، اخلاقی، دینی اور معاشرتی حالت ناگفتہ بہ تھی اور لوگ قسم ہا قسم کے فسق و فجور اور طرح طرح کی مشرکانہ رسومات اور لغویات میں گرفتار تھے۔ اکثر قبائل بچی کی پیدائش کو شرمندگی کا باعث سمجھتے جبکہ بعض اسکو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے خود اس کی منظرکشی کی ہے وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ (سورۃ النحل:59،60) یعنی اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ غم سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ (اسے) ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ وہ لوگ سے چھپتا پھرتا ہے اس (خبر) کی تکلیف کی وجہ سے جس کی بشارت اُسے دی گئی۔

عورت پیروں کی جوتی متصور ہوتی تھی۔ ورثہ میں تقسیم ہوتی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ کو اللہ عزوجل نے ساری مخلوقات کے لیے "نبی رحمت" بنا کر بھیجا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحیمی وکریمی صنف نازک پر کیوں سایہ فگن نہ ہوتی، اور آپؐ کے رحم وکرم سے عورت کیوں محروم رہتی۔

موجودہ دور کا ایک سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مغربی اقوام اور انکے نقش قدم پر بھیڑ چال چلتے ہوئے دیگر مہذب ممالک نے بھی عورت کو گھر کی "ملکہ" کے بجائے "شمع محفل" بنا دیا ہے، اس کی نسوانیت اور نزاکت کو تار تار کرنے کے لیے "زینتِ بازار" اور اپنی تجارت کے فروغ کا "آلہ کار" اور "تشہیر کا ذریعہ" بنا دیا ہے۔ عورت کیلئے پردہ کے حکم میں دراصل اس کی نزاکت کی رعایت ہی مقصود ہے کہ اسے مشقت انگیز کاموں سے دور رکھ کر اس کو صرف درونِ خانہ کی ذمہ داری سونپی جائے۔

آج دنیا میں بظاہر حقوق نسواں کی آواز بلند کرنے والی تنظیمیں، اور مساوی حقوق کا ڈھول پیٹنے والی اور Glass with Care اور Ladies First جیسے نعرے لگانے والی مغربی اقوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس مجسم رحمت ﷺ نے آج سے تقریباً 1500 سال قبل عورتوں سے حسن سلوک کے سلسلہ میں اپنی امت کو قواریر اور علیک بالمرءۃ جیسے تاکیدی ارشاد فرمائے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عورت کو وہ اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمایا ہے کہ دنیا کے تمام قوانین اور حقوق نسواں کے نام پر سرگرم ادارے اور تنظیمیں بھی آج تک نہیں دلا پائیں۔

حکم خداوندی ہے: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء:20) یعنی اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ اس ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں اپنی امت کو عورتوں کے ساتھ نیکی، بھلائی، بہترین برتاؤ، اچھی معاشرت کی تاکید فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ۔ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، اور میں تم میں سے اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر برتاؤ کرنے والا ہوں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات بھی آپکے ساتھ تھیں۔ ایک حبشی غلام حدی پڑھنے لگا، جس سے اونٹوں نے تیز چلنا شروع کر دیا اور خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں کوئی اونٹ سے گر ہی نہ جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيْرِ یعنی دیکھنا، اونٹوں کو آہستہ ہانکنا۔ یہ شیشے اور آبگینے ہیں، کہیں ٹوٹ ہی نہ جائیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للنساء)

ایک دفعہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ آپ ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھیں، اونٹ کا پاؤں پھسلا اور آپ دونوں نیچے گر پڑے۔ حضرت طلحہؓ جو قریب ہی تھے، لپک کر آپ ﷺ کی طرف بڑھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكَ بِالْمَرْءَةِ۔ اَلْمَرْءَةُ اَلْمَرْءَةُ۔ یعنی پہلے عورت کا خیال کرو۔ پہلے عورت کا خیال کرو۔

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی درشت کلمہ اپنی زبان پر نہ لاتے تھے۔ نیز فرماتی ہیں کہ آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم۔ عام آدمیوں کی طرح بلا تکلف گھر میں رہنے والے، آپؐ نے منہ پر کبھی تیوری نہیں چڑھائی۔ ہمیشہ مسکراتے ہی رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا یہ بھی بیان ہے کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرتؐ نے اپنے کسی خادم یا بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

(شمائل الترمذی، باب فی خلق رسول اللہ)

حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی آپؐ نے کئی سال تک دوسری بیوی نہیں کی اور ہمیشہ محبت اور وفا کے جذبات کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا محبت بھرا سلوک یاد کیا۔ آپؐ کی ساری اولاد جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی اس کی تربیت و پرورش کا خوب لحاظ رکھا۔ نہ صرف ان کے حقوق ادا کیے بلکہ خدیجہؓ کی امانت سمجھ کر ان سے کمال درجہ محبت فرمائی۔ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی آواز کان میں پڑتے ہی کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور خوش ہو کر فرماتے خدیجہؓ کی بہن ہالہ آئی ہے۔ گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو اُس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھجوانے کی تاکید فرماتے۔

(مسلم، کتاب الفضائل، فضائل خدیجہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب میں بیاہ کر آئی تو میں حضورؐ کے گھر میں بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ مل کر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ جب حضورؐ گھر تشریف لاتے (اور ہم کھیل رہی ہوتیں) تو میری سہیلیاں حضورؐ کو دیکھ کر ادھر اُدھر کھسک جاتیں لیکن حضورؐ ان سب کو اکٹھا کر کے میرے پاس لے آتے اور پھر وہ میرے ساتھ مل کر کھیلتی رہتیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی وہ شخص

اور میں جنت میں اس طرح اکٹھے داخل ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔ یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

(ترمذی، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات)

نبی کریم ﷺ صنف نازک کو مارنے پیٹنے یا اس کو کسی بھی قسم کی تکلیف دینے سے سختی سے منع کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کیلئے اسکے پاس پہنچ جائے۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب مایکرہ من ضرب النساء)

آنحضرت ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ سے ملنے کیلئے آتیں تو حضور ﷺ کھڑے ہو کر انکا استقبال کرتے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب فاطمہ)

مجسم رحمت ﷺ نے آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ کو فتح مکہ کے موقع پر باوجود مقدرت ہونے کے معاف فرمایا۔ ہر روز آپ ﷺ کے اوپر کوڑا ڈالنے والی بڑھیا کو معاف کیا بلکہ دوران بیماری اسکی عیادت فرمائی۔ ایک بوڑھی مائی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا کر اس کو اس کے گھر تک پہنچایا جب اسنے آپؐ کو ایک محمد نامی جادوگر سے بچنے کی تلقین کی تو کمال شفقت سے آپ نے خود اپنا تعارف کروایا کہ میں ہی محمد ہوں تو بے اختیار اس بوڑھی نے کہا پھر تو تیرا جادو واقعۃً چل گیا اور فی الفور آپؐ پر ایمان لے آئی۔ اسی طرح ایک جاسوس یہودی عورت کو بھی جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتی تھی، بکمال شفقت سے معاف فرمایا۔

ہمارے پیارے آقا ﷺ جب مرض الموت میں آخری سانس لے رہے تھے تو حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے: اے عائشہ! میں اب تک اس زہر کی اذیت محسوس کرتا رہا ہوں جو خیبر میں یہودیوں نے عورت کے ذریعہ مجھے دیا تھا اور اب بھی میرے بدن میں اس زہر کے اثر سے کٹاؤ اور جلن کی کیفیت ہے۔ مگر رسول اللہؐ اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا کرتے تھے۔ آپؐ نے اس پر بھی اس عورت کو معاف کر دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

اپنی زندگی کے آخری حج، حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اہم باتیں اپنی امت کو ارشاد فرمائیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

آپ ﷺ کے مجسم رحمت ہونے کی دلیل اظہر من الشمس ہے کہ دفاعی جنگوں میں بھی عورتوں اور بچوں کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کا یہ رحم و کرم نہ صرف اپنی ازواج کے ساتھ مخصوص تھا بلکہ پوری صنف نازک کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنی امت کو بہترین برتاؤ کا حکم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ کیا، اس کی تربیت اور اس پر خرچ کی تلقین کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف بیٹی کو جینے کا حق دیا اور اس کے وجود کو خیر و برکت کا باعث اور نزول رحمت کا ذریعہ قرار دیا بلکہ اسکی نگہداشت اور اچھی تربیت کو دخولِ جنت کا باعث بتایا۔ عورت ذات پر آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ آپؐ نے ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہونے کی امت کو خوشخبری دی۔ یعنی ماں کی خدمت کرنے کو حصول جنت کا ذریعہ قرار دیا۔ بیوی سے حسن سلوک کی یہاں تک اہمیت بیان کی کہ اسکے منہ میں لقمہ ڈالنے کو حصول ثواب کا ذریعہ بیان فرمایا۔ گویا آپ ﷺ نے عورت کو قعر مذلت سے نکال کر عزت و وقار کا تاج پہنایا، ماں، بہو، ساس، بیوی وغیرہ کی شکل میں اسکے حقوق اسے دلوائے، اس کی تعظیم و اکرام کا حکم فرمایا۔

الغرض اسلام اور بانی اسلام نے لڑکی کو اس کا ہر حق دلوایا۔ اسے حصول تعلیم کا حق دیا۔ نکاح سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ کر پسند ناپسند کا حق دیا اور والد کے حق ولایت کے باوجود لڑکی کی رضامندی کو فوقیت دی گئی۔ عورت کے حقوق کو کسی طرح بھی کوئی غصب نہ کر سکے، اس کیلئے اعلانیہ نکاح کا حکم دیا اور ساتھ ہی اسکے حقوق کے تحفظ کیلئے حق مہر ضروری قرار دیا اور عورت کے تمام اخراجات کو مرد کے ذمہ لگایا۔ اسی طرح عورت کی آمدنی اور مال و متاع پر صرف عورت کا ہی حق قائم رکھا۔ البتہ عورت بخوشی گھریلو اخراجات کرنے کی مجاز ہے۔ بیوہ عورت کو خود خاوند کے انتخاب کا حق دیا۔ کسی بھی قسم کے عائلی تنازعہ کی صورت میں معاملہ قضاء میں لے جانے کا حق دیا۔ مرد کی بیجا سختیوں پر اس کو بصورتِ خلع عقد نکاح کو ختم کرنے کا حق دیا۔ والدین، خاوند اور اولاد کی جائداد میں وراثت کا حق دیا۔ دینی معاملات و مجالس میں شریک کیا۔ گواہی دینے کا حق دیا۔ عورتوں کی امامت کا حق دیا۔ اپنے مال متاع پر صرف اسی کا حق تسلیم کیا۔ استثنائی صورت میں پردہ کی رعایت سے کام کرنے کا حق دیا۔ ملکی و سماجی معاملات میں مداخلت اور مشورہ دینے کا حق دیا۔ جنگی حالات میں ساتھ کام کرنے اور خدمات کا حق دیا۔ ہر قسم کی عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) بجا لانے اور روحانیت کے اعلیٰ مراتب طے کرنے کا حق دیا۔

مشکوٰۃ کتاب النکاح میں ایک روایت ہے کہ آپؐ کے حسن سلوک اور عورتوں کو ان کے تمام حقوق دلوانے اور منصفانہ فیصلہ کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ احساس پیدا ہونے لگ گیا تھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو بالکل کھلی آزادی دے دی ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اور جیسے چاہیں اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتی ہیں۔ چنانچہ عورتیں بے جھجک اپنے خاوندوں کی شکایت اور معاملات آپ ﷺ کے پاس لے جاتی تھیں۔ اسکے باوجود بانی اسلام اور مذہب اسلام پر انگلیاں اٹھانے والے لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کے حقوق کو غصب کئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو اس کی استعدادوں اور اسکی فطری ساخت کے مطابق تمام حقوق عطا کئے ہیں۔ پردہ عورت کا حق ہے اور آج اسکو اس حق سے محروم کرنے کی عالمگیر سازشیں ہو رہی ہیں۔

چنانچہ ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بار بار احباب جماعت کو اس ضمن میں بیدار کرتے رہتے ہیں اور اپنے بصیرت افروز خطبات و خطابات کے ذریعہ احمدی خواتین اور بچیوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہوئے بغیر اسلامی شعار کو قائم رکھتے ہوئے حصول تعلیم، امور خانہ داری اور مختلف خدمات بجا لا کر ایک مثبت پیغام دنیا کے سامنے پیش کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں۔

بچوں کیلئے سراپا رحمت

بچپن کا زمانہ بےشعوری و بے خیالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بچے بڑوں کے رحم و کرم کے محتاج ہوتے ہیں۔ بچے انہیں کو اپنا محسن سمجھتے ہیں جو انہیں اپنے قریب رکھتے ہیں۔ تربیت کا جو حسین موقع قربت و انسیت سے ممکن ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ سے زجر و توبیخ سے اس کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی۔ اسی لیے تاعمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن عمل یہی رہا کہ بچوں کو بالکل اپنے سے قریب رکھا حتی کہ بچوں کے کھیل کا بھی لحاظ کیا۔ چنانچہ اپنے بیٹوں، بیٹیوں، نواسوں کے علاوہ دیگر تمام بچوں سے آپ ﷺ نے بھرپور محبت کا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن شدادؓ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو ساتھ لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، درمیان نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ طویل فرمایا۔ حضرت شدادؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہیں، لہٰذا میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا، جب نماز مکمل ہوگئی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے دورانِ نماز سجدہ طویل فرمایا۔ ہمیں یہ گمان ہونے لگا تھا کہ کوئی معاملہ پیش آیا ہے یا یہ کہ آپؐ پر وحی اتر رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کوئی بات نہ تھی بلکہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار تھا، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بچہ کی ضرورت کی تکمیل سے پہلے سجدہ ختم کروں۔

(مسند احمد، 16033 حدیث شداد بن الہاد)

آپؐ کے فرزند حضرت ابراہیمؓ کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ بڑے غمزدہ تھے، آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تعجب خیز لہجہ میں استفسار کیا: آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا: اے ابن عوف! یہ رحمت ہے، بلا شبہ آنسو بہہ رہے ہیں، دل غم زدہ ہے لیکن اس حالتِ غم میں بھی ہم وہی بات کہیں گے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابراہیمؓ ہم تمہاری جدائی سے غم زدہ ہیں، (بخاری باب قول النبی انا بک) اس صورتِ حال کو دیکھ کر حضرت انسؓ نے فرمایا: اہل وعیال پر آپ ﷺ سے زیادہ مشفق میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ (مسلم، حدیث نمبر 2316)

ایک مرتبہ آپؐ ایک یہودی بچے کے مرض الموت میں اس کی عیادت کیلئے گئے اور اسکی حالت نزع کو دیکھتے ہوئے مجسم رحمت نے کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ والد کی رضامندی دیکھ کر وہ کلمہ گو ہوا۔ آپؐ نے اس کو جہنم کی آگ سے محفوظ رہنے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ (بخاری) اور اس طرح اس رحمت دو عالم ﷺ نے حق شفاعت سے اسے مستفیض فرمایا۔

حضور ﷺ جب باہر سے اپنے گھر

تشریف لاتے تو بچے آپ کو دیکھ کر آگے بڑھتے آپ ان کو سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیتے۔ ایک بار ایک بدو یعنی دیہات کا رہنے والا آیا۔ اس نے دیکھا آپ بچوں سے پیار کر رہے ہیں۔ اس نے عرض کی حضور میرے تو اتنے بچے ہیں۔ میں نے کبھی کسی سے پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا اگر خدا نے تمہارے دل سے شفقت لے لی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

(الادب المفرد للبخاری، باب قبلۃ الصبیان)

حضورؐ بچوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے اور ان کے ساتھ انتہائی حسن خلق سے پیش آتے تھے۔ بچوں کے پاس سے گزرتے اور بچوں سے ملتے تو ہمیشہ انہیں سلام کرتے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حضورؐ ان کے پاس سے گزرے تو حضورؐ نے ان کو پہلے سلام کیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب السلام، باب فی السلام علی الصبیان)

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضورؐ اہل خانہ کی طرف جانے لگے تو میں بھی حضورؐ کے ساتھ چل پڑا۔ وہاں پہنچے تو آگے بچے حضورؐ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے حضورؐ ان کے پاس رک گئے۔ ایک ایک بچے کے کلوں کو حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے سہلایا وہ کہتے ہیں کہ میں تو حضورؐ کے ساتھ آیا تھا لیکن حضورؐ نے پھر میرے کلوں کو بھی سہلایا۔ جب حضورؐ اپنا ہاتھ میرے کلوں پر پھیر رہے تھے تو مجھے حضورؐ کے ہاتھوں میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی گویا حضورؐ نے انہیں کسی عطار کے تھیلے سے نکالا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحۃ النبیؐ)

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپ ﷺ کی مجلس میں پینے کی کوئی چیز لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا، اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ آپ کی دائیں جانب ایک بچہ ہے، اور بائیں جانب صحابہ کرامؓ ہیں۔ آپ نے اس بچے سے اجازت چاہی کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہ مشروب ان بڑے حضرات کو عنایت کروں۔ اس بچے نے کہا، ہرگز نہیں، قسم بخدا میں (آپ کے تبرک میں) اپنے حق پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا، یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے پیالہ اسے تھما دیا۔

(بخاری، باب من رأی أن صاحب الحوض الخ)

حضرت اسامہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے حضورؐ کو کہلا بھیجا کہ میرا بیٹا آخری سانس لے رہا ہے تشریف لائیں۔ حضورؐ نے ان کو سلام کہلایا اور کہلا بھیجا کہ صبر کرو جو کچھ اللہ دیتا ہے یا واپس لیتا ہے وہ سب اللہ کا ہی ہے۔ ہر چیز اسکے ہاں ایک معین مدت کیلئے ہے۔ حصول ثواب کیلئے صبر سے کام لو (مجھے احساس ہوتا ہے کہ حضورؐ کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ بچے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے) بہرحال حضرت زینبؓ نے دوبارہ پیغام کہلا بھیجا اور قسم دی کہ حضور ضرور تشریف لے آئیں۔ تب حضورؐ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضورؐ کے ساتھ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ وغیرہ بھی اٹھے۔ جب آپؐ حضرت زینبؓ کے ہاں پہنچے تو بچہ حضورؐ کی گود میں دیا گیا۔ اس کا سانس اکھڑا ہوا تھا اور سانس میں ایسی آواز پیدا ہو رہی تھی جیسے پانی کی بھری مشک سے پانی نکلنے تو پیدا ہوتی ہے۔ حضورؐ نے بچے کو گود میں لے لیا۔ اسکی طرف دیکھا، بے اختیار آنسو بہہ پڑے۔ سعدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ کیا ہے۔ آپؐ کیوں رونے لگے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ یہ وہ رحم کا جذبہ ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہوتا ہے۔ خدا اپنے بندوں میں سے ان پر رحم کرتا ہے جو خود رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب یعذب المیت)

حضور ﷺ کا منہ بولا بیٹا زیدؓ تھا جس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے یہ ایک غلام تھا اور عربوں میں غلام کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ یہ طبقہ بہت ہی مظلوم و مقہور تھا۔ مالک جو چاہتا اس سے سلوک کرتا۔ انکی حالت مویشیوں سے بھی بدتر تھی۔ حضورؐ نہ صرف زید کو بہت عزیز رکھتے تھے بلکہ ان کے بیٹے اسامہ سے بھی بہت پیار کرتے۔ اپنے بچوں کی طرح اسے رکھتے۔ اسی طرح آپؐ بسا اوقات اُسامہ کا ناک خود صاف فرماتے۔ حضورؐ اپنے نواسے حسین کو ایک زانو پر بٹھا لیتے اور اسامہ کو دوسرے پر اور دونوں کو سینہ سے لگا کر بھینچتے اور فرماتے: اے اللہ میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اسامہ)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ یعنی اپنے بچوں کی عزت کیا کرو اور ان سے اکرام سے پیش آیا کرو۔ اسی طرح انکو حسن ادب سکھلاؤ۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب)

آپؐ نے جنگ کے موقع پر بچوں کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے سے منع فرمایا۔

غلاموں کا نجات دہندہ

آنحضرت ﷺ نے جب رسالت کا دعویٰ کیا تو آپؐ کی ابتدائی تعلیم میں یہ بات بھی داخل تھی کہ غلاموں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ نے اسی ابتدائی زمانہ میں قرآنی تعلیم کی روشنی میں تحریک شروع فرمادی تھی کہ غلاموں کا آزاد کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ جس کا عرب کے غلاموں پر نہایت گہرا اثر پڑا اور وہ رحمۃ للعٰلمین ﷺ کو اپنا نجات دہندہ متصور کرنے لگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان غلاموں اور کمزوروں میں سرعت کے ساتھ پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ جیسے جیسے اسلامی احکامات نازل ہوتے گئے، غلاموں کی حالت بہتر اور مضبوط ہوتی چلی گئی۔ یہ غلامانِ مصطفویؐ ہر آن آپ کے در پر دھونی رمائے رہتے۔ بالآخر یہ دنیاوی لحاظ سے پسماندہ اور ابتر سمجھا جانے والا طبقہ خدا کی نظر میں رضی اللہ عنھم و رضوعنہ کے لقب سے نوازا گیا۔

آپ ﷺ نے غلامی کے ناجائز اور ظالمانہ طریقوں کو منسوخ کیا اور ہر ممکن اور ضروری تدابیر اختیار کیں۔ آپ ﷺ نے غلاموں کی حالت کو بہتر بنانے اور انکی آزادی کی تحریک اور احکامات صادر فرمائے۔ چنانچہ آپ کی پُر زور تعلیم اور آپ کے عملی نمونہ کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے بھی آپؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے غلاموں کی آزادی کی تحریک میں خوب خوب حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ ہی عرصہ میں غلاموں کا مقام دوسروں کے مساوی سمجھا جانے لگا۔ اور ان کو ملنے والے حقوق نے انہیں دوسروں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا۔ بے اختیار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قیامت تک کیلئے آپؐ غلاموں اور پسماندہ طبقہ کیلئے بھی حقیقی محسن اعظم قرار دیئے گئے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے دس سال حضورؐ کی خدمت کی توفیق ملی۔ جب میں حضورؐ کی خدمت میں آیا تھا تو میں بچہ تھا اور میری ہر بات ایسی نہیں ہوتی تھی جیسے میرے مالک یعنی آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ ہو لیکن حضورؐ نے مجھے ایسی باتوں میں کبھی اف تک نہیں کہا اور مجھے کبھی نہیں کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ کہا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس جس کا بھائی اسکے ماتحت ہو جو کھانا خود کھائے، اس میں سے اسے کھلائے اور جو کپڑا خود پہنے، وہی اسے پہنائے اور اس سے ایسی مشقت نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ اور اگر اس کی طاقت سے بڑھ کر کوئی کام اس کے سپرد کرے تو خود بھی اس کی مدد کرے۔

(بخاری، کتاب العتق)

ایک مرتبہ حضرت ابومسعودؓ نے اپنے غلام کو کسی بات پر مارا تو ہمارے شفیق آقا ﷺ نے غصہ سے فرمایا: اے ابومسعود! تمہارا خدا اس سے زیادہ قدرت اور طاقت رکھتا ہے جو طاقت تم کو اس غلام پر حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت ابومسعودؓ نے فوراً اس غلام کو آزاد کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہارے منہ کو جھلساتی۔

(مسلم، کتاب الایمان)

غلامی سے آزادی کے دیگر اور ذرائع کے علاوہ آپ ﷺ نے غلاموں کو اپنے مالکان کی خدمت کے بعد بقیہ اوقات میں ذاتی طور پر کام کر کے خود کو آزاد کروانے کا حق بھی دیا۔ اسی طرح مالک کا کوئی وارث نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ نے غلام کو ورثہ کا حقدار قرار دیا۔ اسی طرح حق مکاتبت بھی عطا فرمایا۔

غلاموں سے حسن اخلاق سے پیش آنے اور ان کے متعلق جملہ ارشادات کی یاد دہانی آپؐ نے اپنی آخری وصیت میں بھی فرمائی۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے جو آخری کلمات سنے گئے، اس حال میں کہ آپ پر حالت غرغرہ طاری تھی، وہ یہی تھے کہ میری نماز اور غلاموں کے متعلق دی گئی تعلیم کو فراموش مت کرنا!

(ابن ماجہ، ابواب الوصیت)

مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم میں نہ صرف یہ کہ غلاموں کے ساتھ کامل درجہ کے حسن سلوک اور انتہائی شفقت اور ان کی فلاح و بہبود اور اصلاح احوال کا حکم دیا گیا ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کا حقیقی منشاء یہ تھا کہ مسلمان اپنے غلاموں کو بالکل اپنے بھائیوں کی طرح سمجھیں اور ہر عمل میں جس طرح خود رہتے ہیں ان کو بھی ایسے ہی رکھیں تا کہ ان کے تمدن و معاشرت میں اسی طرح کی بلندی پیدا ہو جائے جیسے کہ دوسرے آزاد لوگوں میں ہے اور ان کے دلوں میں خود داری خود اعتمادی پیدا ہو اور پستی اور احساس کمتری کے احساسات یکسر مٹ جائیں اور آزاد ہو کر مساویانہ حقوق کے ساتھ قوم اور ملک کیلئے کارآمد اور مفید شہری بن سکیں۔ اور مالک کے دلوں سے بڑائی اور تکبر کے جذبات دور ہو جائیں۔ اور یہ ایسی تعلیم ہے کہ جسکی نظیر یقیناً کسی اور مذہب اور قوم میں نہیں ملتی اور فی زمانہ بہت سارے ممالک رحمۃ

للعلمین ﷺ کی اس حسین تعلیم کو اپنے ملکی آئین میں ڈھالنے کو مجبور ہو گئے ہیں۔

قارئین کرام! پیکر رحمت ﷺ کے یہ تمام احکامات صرف اُس زمانہ تک محدود نہ تھے بلکہ قیامت تک کیلئے ایک مستقل لائحہ عمل اور مشعل راہ ہیں۔ اور شریعت اسلامی کا حصہ ہیں۔ اسکے باوجود بھی کچھ کینہ پرور اور بغض و عناد کی آگ میں جلنے والے مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ اسلام نے غلام بنانے کا رواج قائم کیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

قارئین کرام! اس دور میں جبکہ غلام بنانے کا رواج تھا۔ ان کو جانوروں کی طرح خریدنے بیچنے کا چلن تھا۔ ایسے دور میں رحمت مجسم نبی پاک ﷺ نے لاشئے محض سمجھے جانے والے اس طبقہ سے بھی کمال درجہ محبت و شفقت فرمائی اور ایسی عمر میں جبکہ بچے اپنے مہربان والدین کے سایہ عاطفت میں رہنا پسند کرتے ہیں لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حسن سلوک اور کمال شفقت کو دیکھ کر ہی اس قدر آپؐ کے گرویدہ ہوئے تھے کہ والدین کے ساتھ واپس اپنے گھر جانے سے انکار کر دیا اور آزادی کی زندگی کے بالمقابل تاعمر اپنے شفیق آقا کی غلامی میں رہنے کو ترجیح دی۔ اور اس غلام کو آپ ﷺ نے کمال شفقت سے بیٹا بنا کر وہ اعزاز عطا فرمایا کہ تاریخ ادیان اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جانوروں کیلئے رحمت

آنحضرت ﷺ ہر چیز کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپؐ نے جانوروں سے بھی رحم اور شفقت کے بہترین نمونے دکھائے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ حضورؐ کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپؐ نے شفقت سے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ پھر آپؐ نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نے بتایا کہ میرا اونٹ ہے۔ فرمایا: اس اونٹ نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور طاقت سے بڑھ کر کام لیتے ہو۔ خدا نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے۔ اسکے بارہ میں خدا سے ڈرو۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد)

حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ بھوک کی وجہ سے کمر کے ساتھ لگ چکا تھا۔ اسے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: یہ بے زبان جانور ہیں۔ ان پر سواری بھی اس وقت کرو جب یہ صحت مند ہوں اور ان کا گوشت تب کھاؤ جب یہ صحت مند ہوں۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب مایومر بہ من القیام علی الدواب والبھائم)

ایک صحابی حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھے کہ ایک چھوٹی چڑیا دیکھی جس کے ہمراہ دو بچے بھی تھے۔ ہم نے اسکے بچے اٹھائے تو چڑیا ہمارے قریب آ کر اڑنے لگی۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا: اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ اسکے بچے واپس رکھ دو۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب)

ایک مرتبہ حضور ﷺ صحابہ کے ساتھ سفر میں تھے۔ راستے میں ایک جگہ ایک پرندے نے انڈہ دیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے وہ انڈا اٹھالیا۔ پرندہ آیا اور آنحضرتؐ کے اوپر اضطراب اور تکلیف کے ساتھ اڑنا شروع کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: تم میں سے کس نے اس کا انڈہ چھین کر اُسے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے اس کا انڈہ اٹھالیا ہے۔ فرمایا: اس پر رحم کرو اور انڈہ وہیں رکھ دو۔

روایات میں آتا ہے کہ طویل سفروں میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ باری باری سواری پر سوار ہوتے تھے تاکہ جانور کو اس دشوار گزار اور ریتیلے راستے میں زیادہ بوجھ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی نہ ہو۔ استطاعت نہ رکھنے والی سواری پر زیادہ بوجھ یا تین لوگوں کے سوار ہونے کو آپؐ ناپسند فرماتے تھے۔ گویا آپ ﷺ جانور کے بھی آرام اور اسکی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے راسطے میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ جانوروں کو ظالمانہ طریق پر داغنے اور محض قسم یا نذر پوری کرنے کیلئے زندہ جانور کا گوشت نکالنے سے منع کرتے اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ فی سبیل اللہ استعمال ہونے والے جنگی گھوڑوں سے نہایت درجہ پیار کرتے تھے۔ اور اپنے صحابہ میں اس پیار کو اتنا راسخ کیا جس کی مثال دوسرے انبیاء کی تاریخ میں ہمیں نہیں مل سکتی۔ ان کو خادم کے لقب سے موسوم فرمایا کرتے تھے اور ان کی صحت اور کھانے پینے کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی امت سے یہ فرمایا: اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک میری امت کیلئے گھوڑوں کی پیشانی پر برکت رکھ دی ہے۔

(بخاری، حدیث نمبر 2852)

اسی طرح اونٹ اور بکریوں کی افادیت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں: الإبل عز لأھلھا ، والغنم برکۃ۔ یعنی اونٹ اپنے مالکان کیلئے باعث فخر و عزت اور بکریاں اپنے پالنے والوں کیلئے برکت کا موجب ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مرغ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔“

(ابوداؤد، باب ماجاء فی الدیک، حدیث 5191)

ایک پیاسے کتے کو پانی پلا کر جنت کی حقدار زانیہ عورت اور ایک بلی کو بھوکا پیاسا رکھنے کی وجہ سے دوزخ کی مورد ہونے والی عورت کے واقعات سنا کر آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اسی بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جانوروں سے حسن سلوک اور انکی بھوک پیاس مٹانے میں خدا تعالیٰ نے کتنا بڑا اجر وثواب رکھا ہے۔

دور جاہلیت میں جانوروں کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا جاتا تھا اور رسومات کے نام پر ان پر طرح طرح کے ظلم بھی کئے جاتے تھے۔ رحمت دو عالم حضرت نبی کریم ﷺ نے ان تمام رسومات اور جانوروں کو کسی بھی طرح تکلیف پہنچانے سے اپنی امت کو منع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو کسی جانور (حیوان) کا مثلہ کرے۔ علاوہ ازیں آپؐ نے نشانہ بازی کے کھیل اور لہو لعب کیلئے زندہ جانور کے استعمال کو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب قرار دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے موذی اور تکلیف دہ جانوروں کو مارنے کا حکم ضرور دیا ہے مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ لیکن ان کے مارنے میں بھی احسان اور بھلائی کا حکم آپؐ نے کیا ہے کہ ان کو ظالمانہ طریق سے مت مارا کرو۔ اسی طرح جانوروں کو مارنے کیلئے ان کو آگ میں ڈالنے سے رحمۃ للعالمین ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

آپ ﷺ نے ذبح کئے جانے والے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی۔ فرمایا: ”جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اپنی چھری کو تیز کرلو، اور جانور کو آرام دو۔“ (ترمذی، باب النہی عن المثلۃ)

الغرض حضور اکرم ﷺ کی شانِ رحیمی وکریمی نہ صرف یہ کہ انسانوں کے ہر طبقات کے ساتھ مخصوص تھی، بلکہ آپؐ کی شانِ رحمۃ للعالمین کی وسعت نے جانوروں کا بھی احاطہ کیا ہوا تھا اور ان کے حقوق کے لئے بھی جدوجہد کی اور ان کو اپنے رحم وکرم کے سایہ سے حصہ وافر عطا فرمایا۔

محسنِ اعظم آنحضرت ﷺ کے ظل کامل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے، جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

”میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے، اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اُس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں...... اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لیے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118)

”اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے اُن کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اُٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد ﷺ کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں...... اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسولؐ کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔“

(مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 306)

”آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک عظیم الشان کامیاب زندگی ہے۔ آپ کیا بلحاظ اپنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ اپنی قوت قدسی اور عقد ہمت کے اور کیا بلحاظ اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل کے اور کیا بلحاظ اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیت کے، غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اس کے دل میں بیجا ضد اور عداوت نہ ہو صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں۔“

(الحکم نمبر 13، جلد 2، صفحہ 5، 10 اپریل 1902ء)

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِیْ

......☆......☆......☆......

بنی نوع انسان سے ہمدردی اور خدمت انسانیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زرّیں ارشادات

(نصیر احمد عارف، مبلغ سلسلہ، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا
(سورۃ النساء:37)

یعنی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے، یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

مذہب اسلام جس کی پیروی کا ہمیں شرف حاصل ہے ہر اعتبار سے یہ سب سے کامل اور مکمل مذہب ہے اس عظیم الشان مذہب کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ اوپر دی گئی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں حقوق العباد ادا کرنے کے تعلق سے قرآن مجید کا کتنا واضح اور خوبصورت ارشاد ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مختصر اور جامع رنگ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بیان فرمادیا ہے۔

آج کے دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اعلیٰ اخلاق اور اعمال کے ذریعہ بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کی۔ آپ علیہ السلام نے بنی نوع انسان کی خدمت کے واسطے اپنی زندگی وقف کردی اور بلا لحاظ مذہب وملت انسانیت کی خدمات بجالاتے رہے۔ آپ نے اپنے ماننے والوں کو بھی یہ پاکیزہ تعلیم دی کہ:

’’ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے...... میں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے انکے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے نہ کسی اور عدالت میں اور با ایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔‘‘
(سراج منیر بحوالہ روحانی خزائن، جلد 12 صفحہ 28)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کیلئے جو دس شرائط بیعت مقرر فرمائیں ان میں سے ایک شرط خدمت خلق سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ علیہ السلام بیعت کی شرط نمبر نہم میں فرماتے ہیں:

’’عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘
(اشتہار تکمیل تبلیغ، 12 جنوری 1889)

اسی طرح آپ اپنی کتاب پیغام صلح میں ہندوستان کی دو بڑی قوموں مسلمانوں اور ہندوؤں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: ’’ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین ودنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضا بن جائیں۔ اے ہموطنو! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔‘‘
(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد 23 صفحہ 439)

ہمدردی مخلوق میں ہمارے پیارے آقا آنحضرت ﷺ سب سے بڑھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبہ:128) یعنی یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کیلئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آپ ﷺ کی ہمدردی خلق کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جذب اور عقد ہمت ایک انسان کو اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آجاتا ہے اور ظل اللہ بنتا ہے پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کیلئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اس مرتبہ میں کل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے آپ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔‘‘ (الحکم مورخہ 24 جولائی 1902)

ہمدردی خلائق کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات پیش ہیں۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں، میرے کان میں اسکی آواز پہنچ جائے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اسکو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اگر تم کچھ بھی اس کیلئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو درکنار میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔‘‘
(ملفوظات، جلد 1 صفحہ 305، ایڈیشن 2003)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے جو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے۔ جو شخص نوع انسان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک کام کرتا ہے اور اپنے ضعیف بھائی کی ہمدردی کرتا ہے تو اس اخلاص سے اس کا ایمان قوی ہوجاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نمائش اور نمود کے لیے جو اخلاق برتے جائیں وہ اخلاق خدا تعالیٰ کے لیے نہیں ہوتے اور ان میں اخلاص کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس طرح پر تو بہت سے لوگ سرائیں وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ ان کی اصل غرض شہرت ہوتی ہے۔ اور اگر انسان خدا تعالیٰ کے لیے کوئی فعل کرے تو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اُسے ضائع نہیں کرتا اور اس کا بدلہ دیتا ہے۔ میں نے تذکرۃ الاولیاء میں پڑھا ہے کہ ایک ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بارش ہوئی اور کئی روز تک رہی۔ ان بارش کے دنوں میں میں نے دیکھا کہ ایک اسّی برس کا بوڑھا گبر ہے جو کوٹھے پر چڑیوں کے لیے دانے ڈال رہا ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ کافر کے اعمال حبط ہوجاتے ہیں، اس سے کہا کہ کیا تیرے اس عمل سے تجھے کچھ ثواب ہوگا؟ اس گبر نے جواب دیا کہ ہاں ضرور ہوگا۔ پھر وہی ولی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جو میں حج کو گیا تو دیکھا کہ وہی گبر طواف کر رہا ہے۔ اس گبر نے مجھے پہچان لیا اور کہا کہ دیکھو ان دانوں کا مجھے ثواب مل گیا یا نہیں؟ یعنی وہی دانے میرے اسلام تک لانے کا موجب ہوگئے۔‘‘
(ملفوظات، جلد 4 صفحہ 216، ایڈیشن 2003)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجالاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اُس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل

ہوجائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدردِ نوعِ انسان ہو جاؤ۔''
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 14)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''پھر میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کیلئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کیلئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہانتک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کر لو تا کہ اسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں لیکن اس کی کچھ پروا نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔''
(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 215، ایڈیشن 2003)

بنی نوع انسان سے محبت کا جذبہ آپ کے دل میں ایسا موجزن تھا جس کو الفاظ میں ادا کرنا مشکل ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے اس جذبہ محبت کو یوں بیان فرماتے ہیں: ''دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔''
(اربعین، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 344)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''سورۃ فاتحہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پیش کی ہے اور اس میں سب سے پہلی صفت ربّ العالمین بیان کی ہے جس میں تمام مخلوقات شامل ہے۔ اسی طرح پر ایک مومن کی ہمدردی کا میدان سب سے پہلے اتنا وسیع ہونا چاہئے کہ تمام چرند پرند اور کل مخلوق اس میں آ جاوے۔ پھر دوسری صفت رحمٰن کی بیان کی ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تمام جاندار مخلوق سے ہمدردی خصوصاً کرنی چاہئے اور پھر رحیم میں اپنی نوع سے ہمدردی کا سبق ہے۔ غرض اس سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ گویا خدا تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے بندہ کو حصہ لینا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص عمدہ حالت میں ہے تو اس کو اپنی نوع کے ساتھ ہر قسم کی ممکن ہمدردی سے پیش آنا چاہیے۔ اگر دوسرا شخص جو اس کا رشتہ دار ہے یا عزیز ہے۔ خواہ کوئی ہے اس سے بیزاری نہ ظاہر کی جاوے اور اجنبی کی طرح اس سے پیش نہ آئیں بلکہ ان حقوق کی پروا کریں جو اسکے تم پر ہیں۔ اسکو ایک شخص کے ساتھ قرابت ہے اور اسکا کوئی حق ہے تو اسکو پورا کرنا چاہئے۔''
(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 262، ایڈیشن 2003)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے۔''

اور دوسری قسم کے بارہ میں فرماتے ہیں: ''دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اسکے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کیلئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کیلئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔''
(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 60)

آپ فرماتے ہیں: ''اور خلق کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طریق کی راہ سے قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور انکی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کیلئے زور لگاوے۔'' (آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 61 تا 62)

جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا اور بے شمار لوگ اس موذی مرض سے مر رہے تھے آپ علیہ السلام کی جذبہ ہمدردی کی وجہ سے کیا حالت تھی اس بارہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محو حیرت ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اس دعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانہ الٰہی پر گریہ وزاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوق خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کیلئے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔''
(سیرت طیبہ، صفحہ 54، بحوالہ سیرت مسیح موعود علیہ السلام شمائل و اخلاق، حصہ سوم، صفحہ 395، مؤلفہ شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

آپؑ فرماتے ہیں: ''یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس کو کینہ ور نہیں ہونا چاہئے اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا وہ انتقام لینے کو آمادہ ہو گیا۔ اسے تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پروا نہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لیے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خلق کرنا بھی ایک موت ہے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔''
(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 69، ایڈیشن 2003)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبد الکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستہ میں کوئی بڑھیا کوئی 70، 75 برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا، مگر اس نے اس کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر پٹواری کو بہت شرمندہ ہونا پڑا، کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔''
(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 305، ایڈیشن 2003)

ضرورت مندوں، حاجتمندوں، مریضوں، بیماروں کیلئے آپ علیہ السلام کا دریائے رحمت ہمیشہ رواں دواں رہتا تھا بنی نوع انسان کے ساتھ آپ کی بے حد ہمدردی کی مثال نہیں ملتی ہے اپنا ایک چشم دید واقعہ حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کیلئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کیلئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آ جاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروا نہ ہونا چاہئے۔''
(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، مصنفہ حضرت عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 36)

اس ضمن میں ایک اور واقعہ پیش ہے: ''قادیان میں نہال سنگھ نامی ایک بانگر و جٹ رہتا تھا...... یہ سلسلہ کا بہت بڑا دشمن تھا اور اس کی تحریک سے حضرت حکیم الامت اور بعض دوسرے احمدیوں پر ایک خطرناک فوجداری جھوٹا مقدمہ دائر ہوا تھا اور ہمیشہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر احمدیوں کو تنگ کیا کرتا تھا اور گالیاں دیتے رہنا تو ایک معمول تھا۔ عین ان ایام میں جب کہ مقدمات دائر تھے اس کے بھتیجے ستا سنگھ کی بیوی کیلئے مشک کی ضرورت پڑی اور کسی دوسری جگہ سے یہی نہیں کہ مشک ملتا نہ تھا بلکہ یہ بہت قیمتی چیز تھی۔ وہ اس حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازہ پر گیا اور مشک کا سوال کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے پکارنے پر فوراً ہی تشریف لے

آئے تھے اور اسے ذرا بھی انتظار میں نہ رکھا۔ اسکا سوال سنتے ہی فوراً اندر تشریف لے گئے اور کہہ گئے ٹھہرو مَیں ابھی لاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کوئی نصف تولہ کے قریب مشک لاکر اسکے حوالہ کردی۔'' (سیرت حضرت مسیح موعودؑ، مصنفہ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ، جلد2 صفحہ 306)

ہمدردی اور خدمت انسانیت کے متعلق آپ فرماتے ہیں: ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تاوہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سورہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں ......کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو...... خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہوکر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔''

(شہادت القرآن، روحانی خزائن، جلد6 صفحہ 395)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آج کل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں! میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔''

(ملفوظات، جلد4، صفحہ 217)

حقوق اللہ اور حقوق العباد کیلئے انسان کو ہر دم تیار رہنا چاہئے۔ جو شخص بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ اللہ کے حقوق کیسے ادا کر سکتا ہے اس تعلق سے ہمارے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اس کو دکھانا چاہئے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہوجانا چاہئے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ تو ابھی دُور ہے کہ تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ بس اُسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ۔ ابھی تو تم لوگ مخلوق کے حقوق کو بھی کما حقہ ادا نہیں کرتے بہت سے ایسے ہیں جو آپس میں فساد اور دشمنی رکھتے ہیں اور اپنے سے کمزور اور غریب شخصوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور ایک دوسرے کی غیبتیں کرتے اور اپنے دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ۔ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا۔ کیونکہ جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوگا اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہوسکتا۔ گو ان دونوں قسم کے حقوق میں بڑا حق خدا تعالیٰ کا ہے مگر اس کی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا یہ بطور آئینہ کے ہے۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔''

(ملفوظات، جلد5، صفحہ 407، ایڈیشن 2003)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''شریعت کے دو ہی بڑے حصے اور پہلو ہیں جن کی حفاظت انسان کو ضروری ہے۔ ایک حق اللہ، دوسرے حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت، عبادت، توحید، ذات اور صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا۔ اور حق العباد یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے تکبر، خیانت اور ظلم کسی نوع کا نہ کیا جاوے۔ گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور نہ ہو۔ سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں، لیکن عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل انسان پر ہو تو وہ ان دونوں پہلوؤں پر قائم ہوسکتا ہے۔ کسی میں قوتِ غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وہ جوش مارتی ہے تو نہ اس کا دل پاک رہ سکتا ہے اور نہ زبان۔ دل سے اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے کرتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے اور پھر کینہ پیدا کرتا ہے۔ کسی میں قوت شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہوکر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرض جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ پس دن رات یہی کوشش ہونی چاہیے کہ بعد اس کے جو انسان سچا موحد ہو اپنے اخلاق کو درست کرے۔''

(ملفوظات، جلد4، صفحہ 214، ایڈیشن 2003)

بنی نوع انسان سے ہمدردی کے تعلق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند مزید ارشادات پیش ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''ہر شخص کو ہر روز اپنا مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پروا کرتا ہے اور کہاں تک وہ اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور سلوک کرتا ہے۔ اسکا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں پیاسا تھا اور تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں بیمار تھا تم نے میری عیادت نہ کی۔ جن لوگوں سے یہ سوال ہوگا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو کب بھوکا تھا جو ہم نے کھانا نہ دیا، تو کب پیاسا تھا جو پانی نہ دیا اور تو کب بیمار تھا جو تیری عیادت نہ کی۔ پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ جو ہے وہ ان باتوں کا محتاج تھا مگر تم نے اسکی کوئی ہمدردی نہ کی۔ اس کی ہمدردی میری ہی ہمدردی تھی۔ ایسا ہی ایک اور جماعت کو کہے گا کہ شاباش! تم نے میری ہمدردی کی۔ میں بھوکا تھا۔ تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا وغیرہ۔ وہ جماعت عرض کرے گی کہ اے ہمارے خدا ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب اللہ تعالیٰ جواب دیگا کہ میرے فلاں بندہ کے ساتھ جو تم نے ہمدردی کی وہ میری ہی ہمدردی تھی۔ دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا کہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہوگا؟ کبھی نہیں! حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی، مگر نہیں۔ اس نوکر کی خدمت اور اسکے ساتھ حسن سلوک گویا مالک کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چڑ ہے کہ کوئی اسکی مخلوق سے سرد مہری برتے کیونکہ اسکو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔''

(ملفوظات، جلد4، صفحہ 215، ایڈیشن 2003)

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یاد رکھو اپنے بھائیوں کے ساتھ بکلی صاف ہو جانا یہ آسان کام نہیں بلکہ نہایت مشکل کام ہے۔ منافقانہ طور پر آپس میں ملنا جلنا اور بات ہے مگر سچی محبت اور ہمدردی سے پیش آنا اور چیز ہے۔ یاد رکھو اگر اس جماعت میں سچی ہمدردی نہ ہوگی تو پھر یہ تباہ ہو جائے گی اور خدا اس کی جگہ کوئی اور جماعت پیدا کر لے گا...... یاد رکھو یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے خبیث اور طیب کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ابھی وقت ہے کہ اپنی اپنی اصلاح کر لو۔ یاد رکھو کہ انسان کا دل خدا کے گھر کی مثال ہے۔ خانہ خدا اور خانہ انسان ایک جگہ نہیں رہ سکتا جب تک انسان اپنے دل کو پورے طور پر صاف نہ کر لے اور اپنے بھائی کے لئے دکھ اُٹھانے کو تیار نہ ہوجائے تب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف نہیں ہوسکتا۔''

(ملفوظات، جلد5، صفحہ 408، ایڈیشن 2003)

قارئین کرام! خدمت خلق اور بنی نوع انسان سے ہمدردی کی یہ لازوال تعلیم ہے جو اسلام نے دی اور جس پر حضرت اقدس محمد ﷺ اور آپکے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چل کر دکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکے بے مثل نمونے بھی قائم فرمائے۔ خدمت خلق کا اب کوئی ایسا میدان نہیں جس میں جماعت احمدیہ اپنے پیارے امام کے زیر سایہ آگے سے آگے نہ بڑھ رہی ہو۔ پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو خلافت احمدیہ کے زیر سایہ خدمت انسانیت اور ہمدردی انسانیت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا کرے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تمام بھلائیوں کی یہ بنیاد ہے
اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ یہ مسلمان کی رہبانیت ہے
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ یہ تیرے لئے نُور ہے

سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو اس حالت میں صدقہ کرے کہ
تُو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو، غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو

احادیث نبوی ﷺ

۞ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تمام بھلائیوں کی یہ بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ یہ مسلمان کی رہبانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ یہ تیرے لئے نُور ہے۔ (قشیریہ، باب التّقوٰی، صفحہ 56)

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تُو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو، غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ صدقہ و خیرات میں ایسی دیر نہ کر مبادا جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تُو کہے فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا۔ حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا وہ تو فلاں کا ہو ہی چکا۔ (یعنی مرنے والے کے اختیار سے نکل چکا ہے) (بخاری، کتاب الزکوۃ)

مذہبی فضا میں امن کا پیغامبر

(منیر احمد خادم، ناظر اصلاح وارشاد جنوبی ہند، قادیان)

دُنیا اس وقت تیسری عالمگیر جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔اہل دنیا نے ہرسمت بارود کے جو ڈھیر لگا رکھے ہیں اب وہ کسی بھی پل شعلہ زن ہونے کو تیار ہیں۔ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے آج سے سو سال قبل تمام اہل مذاہب کو ان عالمگیر جنگوں کو ''زلزلہ عظیمہ'' کا نام دے کر نہ صرف ان سے بچنے کی تلقین فرمائی تھی بلکہ اس سے بچنے کے بہت سے گُر بھی سکھائے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے دنیا باہمی اختلافات اور منافرتوں کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ مذاہب مذاہب سے اور قومیں قوموں سے ٹکرانے لگیں اور اب بالآخر سب مل کر تند سیلاب میں پڑے خس وخاشاک کی طرح غیر شعوری طور پر تباہی و بربادی کے گڑھوں کی طرف بے اختیار بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت اقدس مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ گزشتہ ایک دہائی سے بہت توجہ کے ساتھ دُنیا کے تمام معروف سربراہوں کو بذریعہ خطوط اور بذریعہ تقاریر لگاتار اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک تقدیر مبرم ہے۔لیکن خدائے ذوالعجائب سے پیار رکھنے والے اس سے بچائے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے :

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

اللہ تعالیٰ دنیا کو اس عالمی تباہی سے بچنے کی توفیق بخشے۔اس دُعا کے ساتھ فی الحال زیر نظر اس مضمون میں ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عالمی امن کیلئے کی گئی کوششوں پر ایک مختصر جھلک پیش کرنے جارہے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انیسویں صدی قریباً پوری دنیا میں ایک بے چینی افراتفری اور فساد کی صورت میں ظاہر ہوئی ایک طرف انگریز ہمارے وطن عزیز ہندوستان پر قابض تھے تو دوسری طرف ہم میں سے ہی بعض خواہ ہندو ہوں یا مسلمان اپنے ہی بھائیوں سے لڑنے مرنے کیلئے آمادہ تھے۔اسی طرح مذاہب میں موجود مختلف فرقے سناتنی آریہ، کیتھولک، پروٹسٹنٹ، سُنّی، شیعہ بھی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے اور ایسا محسوس ہوتا تھا گویا مذہب کا مطلب ہی فتنہ وفساد برپا کرنا اور انسانیت کا خون بہانا ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مذہبی لوگوں کا یہی ظلم وفساد، دہریت اور لادینیت کو جنم دینے کا ذمہ دار ہے ایسے خوفناک ماحول میں حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے پیار ومحبت سے بھرا ہوا یہ اعلان فرمایا:

''میں بکمال ادب وانکسار حضرات علماء مسلمانان و علماء عیسائیان و پنڈتان ہندو آن و آریان یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی واعتقادی وایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کیلئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں ...... میں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کیلئے تلوار اُٹھائی جائے اور مذہب کیلئے خدا کے بندوں کے خون کئے جائیں ...... میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اُصول۔''

(اربعین، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 343)

امن عالم کے متعلق قرآن مجید کی تعلیم

مذہبی فضا میں امن کے قیام کے متعلق ضروری ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر وتشدد نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

☆ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورۃ البقرہ:257) ترجمہ: دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر (جائز) نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا (باہم) فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔

☆ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (سورۃ کہف: 30) ترجمہ: لوگوں کو کہہ دے کہ یہ سچائی تمہارے رب کی طرف سے ہی نازل ہوئی ہے پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اس کا انکار کردے۔

مذہبی فضا میں امن کے قیام کے متعلق ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے معبودان اور مذہبی بزرگوں کو بُرے ناموں سے یاد نہ کیا جائے۔اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کو جو حسین تعلیم دی ہے وہ اس طرح ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورۃ الانعام:109) ترجمہ: اور تم انہیں جنہیں وہ اللہ کے سوا (دعاؤں میں) پکارتے ہیں گالیاں نہ دو نہیں تو وہ دشمن ہوکر جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

اب دیکھو کہ باوجود خدا کی تعلیم کی رو سے بُت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھاتا ہے کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہوکر خدا کو گالیاں نکالیں اور ان گالیوں کے تُم باعث ٹھہرو جاؤ۔

امن عالم کے قیام کے سلسلہ میں قرآن مجید نے ایک تعلیم یہ بھی دی ہے کہ دنیا میں مبعوث ہونے والے تمام انبیاء رُسُل، رشی، منی، اوتار کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کے درمیان تفریق نہ ڈالی جائے۔چنانچہ فرمایا:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (سورۃ آل عمران:85) ترجمہ: تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں یہ تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو ردّ کردیں۔

''اسلام وہ پاک اور صلح کا مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔'' (پیغام صلح، صفحہ 30)

امن عالم کے قیام اور احترام انسانیت کے سلسلہ میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بے نظیر تعلیم دنیا کے سامنے رکھی وہ اس طرح ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ حج میں جو ایک لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت تھی فرمایا:

''میری بات کو غور سے سُنو! میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر کبھی تم لوگوں کے درمیان اس میدان میں کھڑے ہوکر کوئی تقریر کرسکوں آج جاہلیت کے تمام دستور میں اپنے پاؤں کے تلے روندتا ہوں۔اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ (یعنی آدم) بھی ایک تھا۔ سنو! کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ غیر عربی کو عربی پر کسی قسم کی کوئی فوقیت ہے، نہ سیاہ کو سرخ پر، نہ سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت ہے......تاقیامت تمہارے مال تمہاری جانیں اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ جاہلیت کے سب سود آج ختم ہیں ......تم تمام انسان خواہ کسی قسم یا کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو یہ کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملائیں اور فرمایا جس طرح دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو......جس طرح یہ دن مقدس ہے یہ علاقہ مقدس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اس کے مال کو مقدس قرار دیا ہے پھر فرمایا یہ باتیں جو میں تم سے آج کہتا ہوں ان کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو۔''(بحوالہ دیباچہ تفسیر القرآن، مصنفہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

آج وقت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آخری نصیحت اور وصیت کو تمام دنیا میں ڈنکے کی چوٹ سے پھیلایا جائے کیونکہ آج اس عظیم الشان خطاب کی تشہیر اور اس پر عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت ہے۔لیکن اب یہ کام کسی کے بس کی بات نہیں اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے خلفاء عظام اور اس جماعت کو مامور فرمایا ہے جس کا نام جماعت احمدیہ ہے۔

جماعت احمدیہ کے علاوہ خود مسلمان

کہلانے والے بھی اسلام کی پُرامن تعلیم سے نہ صرف کوسوں دُور ہیں بلکہ اسلام کے حسین چہرے پر انہوں نے ایسے بدنما داغ لگا دیئے ہیں جس سے غیروں کو برملا یہ کہنے کا موقع ملا ہے کہ اسلام ایک خونی مذہب ہے اور یہ کہ اسلام کو اپنی اشاعت کیلئے تلوار کے استعمال کی ضرورت ہے۔نعوذ باللہ من ذالک۔

چنانچہ خونی مہدی کی آمد کا عقیدہ اور اس کا اپنی آمد کے بعد اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلانا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس سے دیگر مذاہب کے ماننے والے اسلام سے سخت متنفر اور بیزار ہوئے اور اس عقیدے سے تبلیغ اسلام کی راہ میں زبردست رکاوٹیں کھڑی ہوگئیں۔

سنئے! خونی مہدی کی آمد کے متعلق کیا فرماتے ہیں علماء دین! حجج الکرامہ میں لکھا ہے خلاصہ بیان کرتا ہوں: مہدی کے متعلق اہل حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی ظاہر ہوتے ہی بہت سے عیسائیوں کو قتل کرے گا۔ جو ان میں سے باقی رہ جائیں گے ان کو حکومت اور بادشاہت کا حوصلہ نہ رہے گا اور ریاست کی بو ان کے دماغ سے نکل جائے گی اور ذلیل ہوکر بھاگ جائیں گے۔

پھر حجج الکرامہ کے صفحہ 374 میں لکھا ہے: اس فتح کے بعد مہدی ہندوستان پر چڑھائی کرے گا ہندوستان کے بادشاہ کو گردن میں طوق ڈال کرا سکے سامنے حاضر کیا جائے گا اور تمام خزانے اور بینک گورنمنٹ کے لوٹ لیں گے۔

اسی طرح حجج الکرامہ کے صفحہ 424 پر لکھا ہے:

عیسیٰ بھی مہدی کی طرح تلوار سے اسلام پھیلائے گا دو ہی باتیں ہوں گی یا قتل یا اسلام۔

کتاب ''احوال الآخرۃ'' میں لکھا ہے: جو عیسائی ایمان نہیں لائیں گے وہ سب قتل کر دیئے جائیں گے۔ (بحوالہ حقیقۃ المہدی)

اس باطل عقیدہ کو پاش پاش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس وقت دین کیلئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کی تائید کرتا ہے یا ظاہر یا پوشیدہ طور پر ایسا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی آرزوئیں رکھتا ہے وہ خدا اور رسولؐ کا نافرمان ہے۔''

(حقیقۃ المہدی، صفحہ 4)

نیز فرمایا: ''اے مسلمانو اپنے دین کی ہمدردی تو اختیار کرو مگر سچی ہمدردی۔ کیا اس معقولیت کے زمانہ میں دین کیلئے یہ بہتر ہے کہ ہم تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہیں......خدا سے ڈرو اور یہ بیہودہ الزام دین اسلام پر مت لگاؤ......معاذ اللہ ہرگز قرآن شریف کی یہ تعلیم نہیں ہے اور نہ کبھی آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح آئے گا تو جبراً مسلمان کرے گا اور انسانوں کو قتل کرنا اس کا کام ہوگا۔'' (تریاق القلوب، صفحہ 28)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کے سامنے جب یہ عقیدہ رکھا کہ کسی خونی مہدی کا آنا مذہب اسلام کے خلاف ہے اور یہ کہ اسلام کو پھیلانے کیلئے کسی تیر و تلوار اور بندوق و توپ کی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام مذہب کو پھیلانے کیلئے انسانی خون کے بہانے کا سخت مخالف ہے تو مخالف مولویوں اور کٹر ملاؤں نے اس شہزادہ امن وانسانیت کو نعوذ باللہ کافر، بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس پر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا:

''افسوس کہ جس وقت سے میں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ خبر سنائی ہے کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح دنیا میں آنے والا نہیں ہے بلکہ ایک شخص صلح کاری کے ساتھ آنے والا تھا جو میں ہوں اس وقت سے یہ نادان مولوی مجھ سے بُغض رکھتے ہیں اور مجھ کو کافر اور دین سے خارج ٹھہراتے ہیں عجیب بات ہے کہ یہ لوگ بنی نوع کی خونریزی سے خوش ہوتے ہیں مگر یہ قرآنی تعلیم نہیں ہے۔''

(تحفہ قیصریہ، صفحہ 13 تا 14)

معزز قارئین! یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ کے علاوہ دیگر فرقہ ہائے اسلامیہ کے نزدیک اسلام کے پھیلانے کا واحد ذریعہ تلوار رہی تھی گویا ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی بیش قیمت نصائح کفار مکہ پر اثر نہ کرسکیں۔ تب نعوذ باللہ من ذٰلک مجبور ہوکر رسول مقبول ﷺ کو تلوار ہاتھ میں لینا پڑی اور یہی فلسفہ ہے ان کے نزدیک اسلامی جہاد کا۔ چنانچہ اس بارہ میں جماعت اسلامی کے لیڈر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا ایک حوالہ ان کی کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' سے پیش ہے۔ موصوف رقمطراز ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے وعظ وتلقین کا جو مؤثر سے مؤثر انداز ہوسکتا تھا اسے اختیار کیا۔ مضبوط دلائل دیئے واضح حجتیں پیش کیں فصاحت وبلاغت اور زورِ خطابت سے دلوں کو گرمایا اللہ کی جانب سے محیر العقول معجزے دکھائے اپنے اخلاق اور پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو حق کے اظہار واثبات کیلئے مفید ہوسکتا تھا لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپ کی صداقت کے روشن ہوجانے کے باوجود آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا ...... لیکن جب وعظ وتلقین کی ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی ......تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی وشرارت کا زنگ چھوٹنے لگا طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے روحوں کی کثافتیں دُور ہوگئیں اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پردہ ہٹ کر حق کا نور صاف عیاں ہوگیا بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہ رہی جو ظہور حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔''

اسی طرح لکھتے ہیں: ''عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہوگئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے۔''

مولانا مودودی صاحب کا مذکورہ اقتباس اگر انکے نام اور کتاب کے حوالہ کے بغیر پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ اقتباس کسی اسلام دشمن یہودی کی کتاب کا تو ہوسکتا ہے، کسی عیسائی کی کتاب کا تو ہوسکتا ہے لیکن کسی مخلص مسلمان کا نہیں اور وہ بھی ایسا مسلمان جو ایک طرف ''راہنما'' ہونے کے دعویدار کے علاوہ ''مزاج شناس رسول ﷺ'' ہونے کا مدعی بھی ہے۔

چنانچہ سنئے ڈوزی لکھتا ہے: ''محمد کے جرنیل ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر تلقین کرتے تھے۔''

سمتھ کا دعویٰ ہے کہ جرنیلوں کا کیا سوال خود 'آپ ﷺ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر مختلف اقوام کے پاس جاتے تھے۔''

پس وہ پتھر جو اسلام کے حسین چہرے پر غیروں نے پھینکے ہیں وہی پتھر آج ان لوگوں کی طرف سے بھی پڑے جو خود کو مسلم راہنما اور اسلام کے ٹھیکیدار بتاتے ہیں۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ان سب دشمنان اسلام کی آوازوں کو سنئے اور پھر مولانا مودودی کی مندرجہ بالا عبارت کا مطالعہ کیجئے کیا یہ بعینہ وہی الزام نہیں جو اس سے پہلے بیسیوں دشمنان اسلام نے رسول معصومؐ کی ذات پر لگایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک اور اس سے بھی زیادہ آپؐ کی قوت قدسیہ پر حملہ کرنے والا۔ آپ دشمنان اسلام کی عبارتیں پڑھ کر دیکھ لیجئے کہیں بھی آپ کو آنحضرت کو قوت قدسیہ کی مزعومہ کمزوری اور معجزات کی ناطاقتی کا ایسا ہولناک نقشہ نظر نہیں آئے گا جیسا مولانا مودودی نے کھینچا ہے یعنی آپؐ کی مسلسل تیرہ سال کی دعوت اسلام تو دلوں کو فتح کرنے سے قاصر رہی مگر تلوار اور جبروت نے دلوں کو فتح کرلیا وعظ وتلقین کے موثر سے موثر انداز تو صحرائی ہواؤں کی نذر ہوگئے مگر نیزوں کی انی نے دلوں کی گہرائیوں تک اسلام پہنچا دیا آپؐ کے ''مضبوط دلائل'' تو عقل انسانی میں جاگزیں نہ ہو سکے مگر گرزوں کی مار خودوں کو توڑ کر ان کی عقلوں کو قائل کرگئی۔ واضح بحثیں ان کی قوت استدلال کو متاثر نہ کرسکیں مگر گھوڑوں کی ٹاپوں نے ان کو اسلام کی صداقتوں کے تمام راز سمجھا دیئے۔ فصاحت وبلاغت بیکار گئی اور زور خطابت دلوں کو اس درجہ گرما نہ سکا کہ اسلام کا نور ان کے دلوں میں چمک اٹھتا حتیٰ کہ خود عرش کے خدا کی طرف سے ظاہر ہونے والے محیر العقول معجزے بھی خائب وخاسر رہے اور ایک ادنیٰ سی پاک تبدیلی بھی پیدا نہ کرسکے لیکن ......

''جب داعی اسلام نے تلوار ہاتھ میں لی''

......اناللہ وانا الیہ راجعون کس قدر مضحکہ خیز ہے یہ تصور اور کیسے تحقیر آمیز الفاظ ہیں کہ جن کو پڑھ کر رونا آتا ہے کہ یہ ایک ''اسلامی راہنما'' کے قلم سے نکلے ہیں جو رسولؐ کی محبت کا دعویدار ہے۔'' (مذہب کے نام پر خون، صفحہ 24)

لیکن آج سے سوا سو سال قبل ایک عاشق اسلام، عاشق رسول اور عاشق قرآن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذہبی دنیا میں شہزادہ امن وسلامتی بن کر اسلام کی حسین تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان ظاہر بین سیاسی اور مفاد پرست علماء نے نہ صرف خدا کے اس فرستادے کی آواز کو ٹھکرا دیا بلکہ اس کی مخالفت میں اس کو دکھ پہنچانے میں اور ستانے میں کوئی

دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

اسلامی جہاد کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی جہاد کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’بعض نا سمجھ جو اسلام پر جہاد کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ جبراً تلوار سے مسلمان کئے گئے تھے، افسوس ہزار افسوس کہ وہ اپنی بے انصافی اور حق پوشی میں حد سے گزر گئے ہیں۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہو گیا کہ وہ عمداً صحیح واقعات سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہوئے تھے تا یہ گمان کیا جاتا کہ چونکہ وہ بادشاہی جبروت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے اس لئے لوگ جان بچانے کیلئے ان کے جھنڈے کے نیچے آ گئے تھے۔

پس سوال تو یہ ہے کہ جبکہ آپ کیلئے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اس وقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کے لئے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا اور مدد طلب کی گئی تھی۔ اے حق کے طالبو! تم یقیناً سمجھو کہ یہ سب باتیں ان لوگوں کی افترا ہیں جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا۔ اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا۔ اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا۔ اور پچیس برس تک پہنچ کر بھی کسی چچا نے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہو سکیں اور نیز محض اُمّی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ جس کا نام حرا ہے۔ آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اُسی غار میں آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گنہ سے آلودہ ہو گئی ہے۔ اس لئے میں تجھے اپنا رسول کر کے بھیجتا ہوں۔ اب تو اور لوگوں کو متنبہ کر کہ وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اس حکم کے سننے سے آپ ڈرے کہ میں ایک اُمّی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں اور عرض کیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپ کے دل کو روشن کیا تھا۔ آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقہ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے۔ اور جو بڑے بڑے آدمی تھے انہوں سے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ کو قتل کرنا چاہا اور کئی مرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دیئے گئے اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جس کو خدا بچاوے اس کو کون مارے۔ خدا نے آپ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپ اس شہر سے نکل جاؤ۔ اور میں ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ پس آپ شہر مکہ سے ابوبکر کو ساتھ لے کر نکل آئے اور تین رات تک غار ثور میں چھپے رہے۔ دشمنوں نے تعاقب کیا اور ایک سراغ رسان کو لے کر غار تک پہنچے اس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہنچا دیا اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو اس کے آگے قدم نہیں اور اگر اس کے آگے گیا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہو گا مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کر سکتا ہے۔ خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی کی کہ عنکبوت نے اپنی جالی سے غار کا تمام منہ بند کر دیا اور ایک کبوتری نے غار کے منہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دیدیئے اور جب سراغ رساں نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی تو ایک بڈھا آدمی بولا کہ یہ سراغ رساں تو پاگل ہو گیا ہے۔ میں تو اس جالی کو غار کے منہ پر اس زمانہ سے دیکھ رہا ہوں جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس بات کو سن کر سب لوگ منتشر ہو گئے اور غار کا خیال چھوڑ دیا۔

اسکے بعد آنحضرت ﷺ پوشیدہ طور پر مدینہ میں پہنچے اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کر لیا۔ اس پر مکہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور پھر کیا تھا دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور کچھ تھوڑا گروہ مکّہ والوں کا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا وہ بھی مکّہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔ بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی۔ اور بعض مکّہ میں ہی رہے۔ کیونکہ وہ سفر کرنے کے لئے زادِ راہ نہیں رکھتے تھے اور وہ بہت دُکھ دیئے گئے۔ قرآن شریف میں اُن کا ذکر ہے کہ کیونکر وہ دِن رات فریاد کرتے تھے۔

اور جب کفار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا اور انہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اور بعض عورتوں کو ایسی بیدردی سے مارا کہ اُن کی دونوں ٹانگیں دو رسوں سے باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ وہ رسے خوب جکڑ دیئے اور پھر اُن اُونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا اور اِس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں۔

جب بے رحم کافروں کا ظلم اِس حد تک پہنچ گیا۔ خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ اپنے رسول پر اپنی وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی۔ آج میں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی اُن کا مقابلہ کرو اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔ مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیشک خدا حلیم ہے۔ مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گزر جاتی ہے تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور آپ اُن کیلئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین اسلام میں جبر نہیں۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 464)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بادلائل ثابت فرمایا کہ مذہب اسلام کی پُر امن اور بے جبر تعلیم میں نہ تو کسی خونی مہدی کی آمد کی گنجائش ہے اور نہ ہی یہ مذہب کبھی بھی کسی قسم کے تشدد جبر اور تیر و تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ قارئین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ اسلام کے روح پرور اور سرسبز باغ کے راستوں پر پڑے ہوئے ان کانٹوں کو صاف کیا ہے جو کہ اپنوں اور پرایوں نے نہایت بے دردی سے اس گلشن میں بچھائے تھے بلکہ آپؑ نے قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں امن عالم کیلئے درج ذیل حسین گُر بھی بیان فرمائے ہیں۔

قیام امن کیلئے حسین گُر

بانیان مذاہب اور کتب مقدسہ کی عزت کی جائے

آپؑ نے فرمایا کہ امن عالم کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کے بانیان اور انکی کتب مقدسہ کی عزت و صداقت کو قائم کیا جائے آپ فرماتے ہیں:

’’یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔‘‘

(تحفہ قیصریہ، صفحہ 7)

ویدوں کے متعلق بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا عقیدہ

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں...... خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افتراء نہیں ہے۔ انسان کے افتراء میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑ ہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔‘‘

شری کرشن جی مہاراج کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’شری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا تھا۔‘‘

حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

’’اس بات میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ

باوانانکؒ ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزوجل اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے......وہ ہندو مذہب اور اسلام میں صلح کرانے آیا تھا مگر افسوس کہ اس کی تعلیم پر کسی نے توجہ نہیں کی اگر اس کے وجود اور اس کی پاک تعلیموں سے کچھ فائدہ اُٹھایا جاتا تو آج ہندو اور مسلمان سب ایک ہوتے۔'' (پیغام صلح، صفحہ 7 تا 8)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اظہار محبت کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں: ''جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے وہی دعویٰ مسلمانوں کو بھی ہے۔ گویا آنجناب کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترک جائداد کی طرح ہے اور مجھے سب سے زیادہ حق ہے کیونکہ میری طبیعت یسوع میں مستغرق ہے۔'' (تحفہ قیصریہ، صفحہ 23)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام نے فرمایا کہ قیام امن کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان تمام انبیاء اور ان کی مقدس کتب کا احترام کریں۔ اسی طرح غیر مذاہب والے آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی شان میں گستاخی نہ کریں یہ اصول ایسا امن بخش اصول ہے کہ جس کے نتیجہ میں آج دنیا میں حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج سوائے جماعت احمدیہ کے نہ تو دیگر مسلمان اس اصول پر قائم ہیں اور نہ ہی دیگر مذاہب کے ماننے والے اس سنہری اصول پر عمل پیرا ہیں۔ مسلمانوں کا تو یہ حال ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شری کرشن جی مہاراج اور رام چندر جی مہاراج کو خدا تعالیٰ کے انبیاء میں سے ثابت فرمایا اسی طرح ویدوں کی تقدیس کو قائم فرمایا تو چاروں طرف سے کافر کافر کی آوازیں اٹھنے لگیں لیکن جماعت احمدیہ ڈنکے کی چوٹ پر اس بات کا علان کرتی ہے کہ اُسے کسی کے کافر کافر کہنے کی قطعاً پرواہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور ان کی مقدس کتب کی عزت وناموس کی خاطر جماعت احمدیہ کو اپنے خون کا آخری قطرہ تک بھی بہادینا پڑا تو جماعت احمدیہ اس قربانی کیلئے تیار ہے مگر جماعت احمدیہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے بھی یہی درخواست کرے گی کہ جو عزت وپیار ہم آپ کے انبیاء اور رشیوں منیوں کو دیتے ہیں اور جس طرح ہم آپ کی مقدس کتب کا احترام کرتے ہیں ویسی ہی عزت وتکریم ہم آپ لوگوں سے بھی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن مجید کیلئے چاہتے ہیں۔

دَردمندانہ نصیحت

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی درج ذیل دردمندانہ نصیحت ذرا غور سے پڑھئے:

''اَے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کردیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کرکے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کرسکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبرِ دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہوسکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا ...... وہ دِلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہئے، صرف اسی حالت میں پیدا ہوگی جب کہ آپ لوگ ویدا اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کرلو گے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دُور کرکے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرلیں گے یادرکھو اور خوب یادرکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول اور یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھودے گا۔'' (پیغام صلح، صفحہ 7 تا 8)

عبادت خانوں کی عزت واحترام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں مذہبی راہنماؤں اور کتب مقدسہ کی تعظیم وتکریم کو قائم فرمایا ہے وہاں قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں ان کی مذہبی عبادت گاہوں کی تقدیس وحرمت کا بھی خیال رکھا ہے۔ اس ضمن میں اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ یہ ظاہر فرماتا ہے کہ ان ...... تمام عبادت خانوں کا میں ہی حامی ہوں اور اسلام کا فرض ہے کہ اگر مثلاً کسی عیسائی ملک پر قبضہ کرے تو اُن کے عبادت خانوں سے کچھ تعرض نہ کرے اور منع کردے کہ اُن کے گرجے مسمار نہ کئے جائیں اور یہی ہدایت احادیث نبویہ سے مفہوم ہوتی ہے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ کوئی اسلامی سپہ سالار کسی قوم کے مقابلہ کے لئے مامور ہوتا تھا تو اُس کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادت خانوں اور فقراء کے خلوت خانوں سے تعرض نہ کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کس قدر تعصب کے طریقوں سے دور ہے کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں اور یہودیوں کے معبدوں کا ایسا ہی حامی ہے جیسا کہ مساجد کا حامی ہے۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 393 تا 394)

کسی قوم کی ملک سے وفاداری کو مشکوک نہ سمجھا جائے!

شہزادہ امن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت فرمائی ہے کہ قیام امن کیلئے ضروری ہے کہ ایک ہی ملک میں رہنے والے کسی بھی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے ہی ملک کے دوسرے باشندوں کی ملک سے وفاداری کو مشکوک سمجھیں اس سے نہ صرف یہ کہ ملکی امن برباد ہوتا ہے بلکہ اس طریقے سے ہم غیروں کو اپنے اُوپر مسلط ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیالِ محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہوکر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہوکر ہندوؤں کو جلاوطن کردیں ...... جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اُس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اُسی کو کاٹتا ہے۔'' (پیغام صلح، صفحہ 5)

ہر شہری میں حُبّ الوطنی کا جذبہ پیدا کیا جائے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیام امن کیلئے ضروری قرار دیا ہے کہ ہر شہری میں وطن سے محبت کے جذبہ کو اُجاگر کیا جائے۔ اسی طرح حکام وقت کی اطاعت کے جذبہ کو پیدا کیا جائے۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے: **حُبُّ الْوَطْنِ مِنَ الْاِیْمَان** کہ وطن سے محبت ایمان کا جزو ہے۔ اسی طرح حکام وقت کی اطاعت بھی دین اسلام کا حصہ ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک سچا مسلمان جو اپنے دین سے واقعی خبر رکھتا ہو اس گورنمنٹ کی نسبت جس کی ظل عاطفت کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے ہمیشہ اخلاص اور اطاعت کا خیال رکھتا ہے اور مذہب کا اختلاف اس کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری سے نہیں روکتا۔'' (تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 281)

''اسلام ہمیں ہرگز یہ نہیں سکھلاتا کہ ہم ایک غیر قوم اور غیر مذہب والے بادشاہ کی رعایا ہوکر اور اسکے زیر سایہ ہر ایک دشمن سے امن میں رہ کر پھر اسی کی نسبت بداندیشی اور بغاوت کا خیال دل میں لاویں۔ بلکہ وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم اس بادشاہ کا شکر نہ کرو جس کے زیر سایہ تم امن میں رہتے ہو تو پھر تم نے خدا کا شکر بھی نہیں کیا۔'' (تحفہ قیصریہ، صفحہ 30)

اسی بنا پر جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں کے عہدناموں میں نوجوانوں اور بچوں سے جہاں یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ دینی خدمات کیلئے ہر دم تیار رہیں گے وہاں یہ عہد بھی لیا جاتا ہے کہ ہر نوجوان اپنے ملک کی خدمت کیلئے ہر وقت تیار رہے گا۔

جماعت احمدیہ کے پندرہ سال سے چالیس سال تک کی عمر کے نوجوانوں سے جو عہد لیا جاتا ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

''میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہوں گا۔''

گویا وطن کی عزت وآبرو کیلئے ہر قسم کی قربانی کی خاطر ہر وقت تیار رہنے کا حکم ہر احمدی نوجوان کو ہے۔ اسی طرح سات سال سے پندرہ سال تک کے احمدی اطفال سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ: ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ دین اسلام اور وطن کی خدمت کیلئے ہر دم تیار رہوں گا۔''

ان عہدناموں سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ کوئی احمدی اپنے دین پر اس وقت تک پابند قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ پوری طرح اپنے وطن سے محبت کرنے والا نہ ہو اور اپنے وطن کی عزت وناموس کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کیلئے تیار نہ ہو۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احسان ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیم کی روشنی میں وطن کی محبت اور حکام وطن کی اطاعت کے جذبہ کو اس رنگ میں اپنی جماعت میں قائم فرمایا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے احمدی دنیا کے جس ملک میں بھی موجود ہیں اپنے اپنے ملک کی محبت میں باقی تمام لوگوں سے آگے ہیں۔ آج وطن سے محبت کے کئی دعویدار ہیں، لیکن یہ سب مدعیان جس پھلدار شاخ پر بیٹھ کر اس کے پھل کھا رہے ہیں اسی شاخ کو کسی موقع پر بڑی بے رحمی سے کاٹ دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اپنے مفاد کے خلاف بات سننے پر ملکی

املاک کو نقصان پہنچانے تخریب کاری اور توڑ پھوڑ کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ واجب قرار دیتے ہیں لیکن ظلم یہ ہے کہ پھر ایسے ہی لوگ اپنے آپ کو ملک کے حقیقی وفادار سمجھتے ہیں اور اقلیتوں کو اس ملک سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ دنیا گواہ ہے کہ آج تک احمدیوں کی طرف سے کسی قسم کی تخریب کاری توڑ پھوڑ اور ملکی املاک کو نقصان پہنچانے کا ایک بھی واقعہ منظر عام پر نہیں آیا۔

مذہبی سٹیج کو اشتعال انگیزی کا ذریعہ نہ بنایا جائے

ہمارے آج کے مذہبی سٹیجوں کو اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہاں سے کی جانے والی اکثر تقریریں اشتعال پھیلانے والی اور مذہبی جذبات کو بھڑکانے والی ہوتی ہیں۔ بجائے اپنے مذہب کی بات کرنے کے بہت حد تک دوسروں پر کیچڑ اُچھالے جانے کو ہی اپنی خوبی خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو اچھی طرح محسوس فرمایا اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے فتنہ وفساد کو بھی آپ کی مستقبل کی دُور نظر آنکھ نے خوب غور سے دیکھا۔ چنانچہ آپ نے دنیا کے تمام مذہبی لیڈروں سے اس سلسلہ میں نہایت دردمندانہ اپیل کی کہ اگر تمام مذاہب والے اپنے اپنے مذہبی اسٹیج کے رُخ کو بدل لیں اور بجائے اس کے کہ دوسرے کے مذہب پر حملہ کریں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں اپنی اپنی مقدس کتب کی روشنی میں بیان کریں تو اس طرح جہاں پیار ومحبت کی فضا قائم ہوگی امن واتحاد کے پھول کھلیں گے وہاں ایک دوسرے کے جذبات بھی مجروح نہیں ہوں گے اور جذبات کے مجروح ہونے کے نتیجہ میں جو فتنہ وفساد ہوگا اور ظلم وستم کی مسموم ہوا چلے گی ایسی ہوا کہ جس کے چلنے کے نتیجہ میں معصوم لوگوں کا خون ہوتا ہے اور خدا کی اس زمین پر ان کا چلنا دوبھر ہوجاتا ہے ان سب ظلموں سے معصوم انسان محفوظ ہوجائیں گے۔

بانی احمدیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سنہری تعلیم کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ 1939 سے جماعت باقاعدگی سے پیشوایان مذاہب کے جلسے منعقد کررہی ہے۔ ان اجلاسات میں جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام، حضرت کرشن علیہ السلام، حضرت رام چندر جی مہاراج، حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بانیان مذاہب کی تعریف میں پُر اخلاص تقریریں کی جاتی ہیں ان کی سیرت سوانح اور عمدہ اخلاق کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ ایک مبارک قدم ہے جس کیلئے اگر خلوص قلب اور مستقل مزاجی کے ساتھ دیگر اہل مذاہب بھی جماعت احمدیہ کو تعاون دیں تو اس سے ملک کی زہریلی فضا کو صاف کرنے میں بہت بھاری مدد ملے گی۔

پُرانے واقعات کو نہ اُکھیڑا جائے

ہمارے آج کے ملکی اور بین الاقوامی ماحول کو خراب کرنے والی منجملہ اور بہت سی محرکات کے ایک محرک پُرانے مذہبی واقعات اور ظلموں کی داستانوں کو خواہ وہ فرضی ہوں یا حقیقی، دہرا کر اور کتابوں واخبارات میں شائع کرکے قوموں میں باہم منافرت پیدا کرنا ہے۔ اس طرح پُرانے زخم ہرے ہوکر باہم کشیدگی اور نااتفاقی کی زہریلی ہوا چلتی ہے۔ حالانکہ زمانہ ماضی کے وہ ظالم بھی گزر گئے اور وہ مظلوم بھی اس دُنیا میں نہیں رہے زمانہ بدل گیا اور حالات بھی بدل گئے۔ موجودہ نسل اور افراد کا ان مظالم کے واقعات سے کوئی بھی تعلق اور سروکار نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی بے نظیر تعلیم اس طرح ہے:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورۃ بقرہ:142)

پہلے لوگ خواہ وہ چھوٹے تھے یا بڑے، اچھے تھے یا بُرے، وہ گزر گئے ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ وہ اپنے اعمال کی جزا سزا پائیں گے اور تم اپنے اعمال کی۔ تمہیں گزشتہ لوگوں کے اعمال کے بارہ میں پوچھا نہیں جائے گا۔

قرآن مجید کی اس تعلیم کی روشنی میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہل دنیا کو جو باہمی اتحاد واتفاق اور امن وسلامتی کی جو تعلیم دی وہ اس طرح ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہم اس بات کو بھی افسوس سے لکھنا چاہتے ہیں کہ جو اسلامی بادشاہوں کے وقت میں سکھ صاحبوں سے اسلامی حکومتوں نے کچھ نزاعیں کیں یا لڑائیاں ہوئیں تو یہ تمام باتیں درحقیقت دنیوی امور تھے اور نفسانیت کے تقاضا سے ان کی ترقی ہوئی تھی اور دنیا پرستی نے ایسی نزاعوں کو باہم بہت بڑھا دیا تھا مگر دنیا پرستوں پر افسوس کا مقام نہیں ہوتا بلکہ تاریخ بہت سی شہادتیں پیش کرتی ہے کہ ہر یک مذہب کے لوگوں میں یہ نمونے موجود ہیں کہ راج اور بادشاہت کی حالت میں بھائی کو بھائی نے اور بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کردیا۔ ایسے لوگوں کو مذہب اور دیانت اور آخرت کی پرواہ نہیں ہوتی...... ہر یک فریق کے نیک دل اور شریف آدمی کو چاہئے کہ خود غرض بادشاہوں اور راجوں کے قصوں کو درمیان میں لاکر خواہ نہ خواہ ان کے بیجا کینوں سے جو محض نفسانی اغراض پر مشتمل تھے آپ حصہ نہ لے وہ ایک قوم تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کیلئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی کھیتی میں انکے کانٹوں کو نہ بوئیں اور اپنے دلوں کو محض اس وجہ سے خراب نہ کریں کہ ہم سے پہلے بعض ہماری قوم میں سے ایسا کام کر چکے ہیں۔‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن، جلد10، صفحہ 241)

اس سنہری اصول کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ قیامت تک کیلئے ظلم کے اس تسلسل اور فتنہ وفساد کی ان کڑیوں کا خاتمہ فرمادیا ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتی ہے اور معصوم انسانوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی پاداش میں ختم کرتی ہیں اور پھر انسانی خون نہایت ارزاں ہوکر شہروں کی گلیوں میں اور بازاروں میں بہتا ہے اور انسان شیطان کا روپ دھارن کرکے بربریت کا ننگا ناچ ناچتا ہے۔

اس زریں اصول کے تحت یہ ضروری ہے کہ گزشتہ بادشاہوں یا قوموں کی کسی سختی یا زیادتی کو سامنے لاکر موجودہ فضا کو خراب نہ کیا جائے ان لوگوں نے جو کچھ کیا اس کے نتائج انہوں نے خود بھگت لئے ان باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہمیں اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اگر ہم اپنے اندر امن وصلح اور اتفاق واتحاد اور رواداری کو پیدا کریں گے تو اس کے شیریں پھل بھی ہم خود ہی کھائیں گے۔

امن اور سلامتی سے بھرپور یہ وہ تعلیمات ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید کی روشنی میں اور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے۔ اسی غرض کیلئے حضور علیہ السلام نے اپنی تمام زندگی کو وقف کر رکھا تھا اور اسی عظیم مقصد کی خاطر آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک کتاب ’’پیغام صلح‘‘ کے نام سے لکھی تھی اس مضمون میں اسی کتاب سے بعض حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب دراصل حضور کا ایک لیکچر ہے جو کہ حضور پُرنور کی وفات کے قریباً ایک ماہ بعد 21/جون 1908ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ہال میں زیر صدارت مسٹر جسٹس رائے بہادر پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ پڑھ کر سنایا گیا تھا۔

اسی لیکچر میں حضور علیہ السلام نے مذہبی پیشواؤں کی عزت واحترام کو قائم کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں اور میری جماعت جو اس وقت چار لاکھ کے قریب ہے اپنی طرف سے یہ اقرار کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ویدوں کے رشی اور بعد میں آنے والے ہندوؤں کے مذہبی بزرگوں کی اسی طرح عزت کریں گے جس طرح ایک صادق اور سچے مامور من اللہ کی کی جاتی ہے اور ان کے متعلق کوئی کلمہ بے ادبی اور گستاخی کا اپنی زبان پر نہیں لائیں گے اور اس کے مقابل پر ہندو صاحبان بھی یہ اقرار کریں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے سچے رسول تھے جو دنیا کی اصلاح کے لیے مبعوث کیے گئے اور یہ کہ آئندہ ہندو صاحبان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُسی طرح عزت کریں گے جس طرح ایک سچے رشی اور اوتار کی کی جاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی کلمہ بے ادبی یا گستاخی کا اپنی زبان پر نہیں لائیں گے۔

اگر اس قسم کی صلح تام کیلئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان طیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے پر طیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اُس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کردیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے۔

(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 455)

پس اے ہموطنو! آؤ کہ آج بھی ملک کے امن اور بین الاقوامی اتحاد کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ جماعت احمدیہ تو اپنی ابتداء کے روز سے ہی باوجود طرح طرح کے مصائب جھیلنے کے باوجود اسکے کہ ہر طرف سے اسے ستایا جارہا ہے۔ پڑوسی ملک پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق تک سے محروم کیا جارہا ہے امن وشانتی اور انسانیت زندہ باد کا نعرہ لگاتی چلی آرہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے (محبت سب کیلئے، نفرت کسی سے نہیں) کا نعرہ لگایا ہے جو پوری دنیا کیلئے مشعل راہ ہے۔

آج پھر ضرورت ہے کہ ہم معصوم انسانی جانوں کے خلاف لڑنے کی بجائے ظلم، نفرت، عدم مساوات، جہالت، بے کاری، تعصب اور تنگ نظری کے خلاف جہاد کریں۔ یہی وہ حقیقی جہاد ہے جس کی مذہب اسلام تلقین کرتا ہے۔

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 23 / نومبر 2015 کو ٹوکیو میں خطاب فرماتے ہوئے دانشوروں کو مخاطب کر کے فرمایا:

’’اپنے رسوخ کا استعمال کرتے ہوئے دنیا میں امن اور ہم آہنگی کے فروغ کیلئے کوشش کریں۔ ہماری مجموعی ذمہ داری ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی انتشار یا تصادم ہو وہاں ہم سب کا اجتماعی فریضہ ہے کہ ہم انصاف کیلئے کھڑے ہوں اور امن کیلئے کوشش کریں تا کہ ہم سب اس ہیبت ناک جنگ سے محفوظ رہ سکیں جو ستر سال پہلے ہوئی تھی اور جسکے تباہ کن اثرات کئی دہائیوں تک رہے اور شاید آج بھی جاری ہیں۔ جیسا کہ ایک چھوٹے پیمانہ پر تیسری عالمی جنگ کا آغاز پہلے ہی ہو چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے فرائض ادا کریں۔ قبل اس سے کہ حالات میں مزید کشیدگی پیدا ہو اور ساری دنیا کا احاطہ کرلے اور قبل اس سے کہ گھناؤنے اور مہلک ہتھیار دوبارہ چلیں جن سے ہماری آنے والی نسلیں بھی تباہ ہوجائیں گی ہمیں امن کے قیام کیلئے کوشش کرنی ہوگی۔ پس آئیں اور مل کر اپنا فریضہ ادا کریں۔ گروپ بندیاں اور بلاک بنانے کی بجائے ہم سب کو یکجا ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ ہمارے پاس اسکے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں بچا کیونکہ اگر بڑے پیمانہ پر تیسری عالمی جنگ شروع ہوگئی تو اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تباہی اور بربادی ہمارے وہم وگمان سے بھی بالا ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہم یہ کہیں گے کہ ماضی میں ہونے والی جنگیں اس کی نسبت بہت چھوٹی تھیں۔

میری دعا ہے کہ قبل اس سے کہ بہت دیر ہوجائے، دنیا کو اس صورتحال کی نزاکت کا احساس ہو اور انسان اپنے خدا کے حضور جھکے اور اسکے حقوق ادا کرے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو حکمت و دانائی عطا فرمائے جو مذہب کے نام پر جنگ کررہے ہیں یا جو لوگ جغرافیائی حدود پر قبضہ کرنے کیلئے اور اقتصادی فائدے حاصل کرنے کیلئے جنگیں کررہے ہیں۔ اللہ کرے کہ انہیں احساس ہو کہ ان کی جستجو کس قدر احمقانہ اور تباہ کن ہے۔ اللہ کرے کہ دنیا کے ہر خطہ میں حقیقی اور دیرپا امن قائم ہوجائے۔ آمین۔‘‘

(بحوالہ اخبار بدر 21 / جنوری 2016، صفحہ 15)

......☆......☆......☆......

کلام الامام

’’جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کرسکتے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 379)

ندائے احمدیت

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ)

درکار ہیں کچھ ایسے جوانمرد، کہ جن کی
فطرت میں ودیعت ہو محبت کا شرارا

بے عشق نہیں حسن کے بازار میں رونق
وہ اس کا طلبگار۔ تو یہ اُس کا سہارا

آئیں وہ ادھر، رکھ کے ہتھیلی پہ سر اپنا
’’لبیک‘‘! کہ دِلبر نے ہے عاشق کو پکارا

ہر ایک میں ہو عزم وہ ثابت قدَمی کا
جھجکا نہ ہو خطرے سے، نہ ہمت کبھی ہارا

پروا نہ ہو ذرّہ بھی محبت کے نشے میں
شمشیر ہو گردن پہ کہ ہو فَرق پہ آرا

اِک آگ ہو سینے میں نہاں، کام کی خاطر
ہر رنگ نیا، بات کا ہر ڈھنگ نِیارا

فرہاد کے اور قیس کے قصوں کو بھلا دیں
دِکھلا کے جنوں اور محبت کا نظارا

بے زَر ہوں، پہ ہو جائیں وہ امریکہ روانہ
بے پر ہوں تو پیدل ہی پہنچ جائیں بُخارا

سامان کے مُحتاج، نہ آفات سے خائف
گر زاد نہ ہو۔ کر سکیں پتوں پہ گزارا

برپا ہو قیامت جو وہ تبلیغ کو نکلیں
عِفّت ہو جو بے داغ تو اَخلاق دِل آرا

اموال کمائیں، تو کریں نذرِ اِشاعت
اَملاک بنائیں تو کریں وَقف خدا را

بس ایک ہی دُھن ہو کہ کریں خود کو تصدُّق
راضی ہو کسی طرح سے محبوب ہمارا

وہ دِین جو مُحتاج ہے خِدمت کا ہماری
ہو جائے اگر ہو سکے۔ اس کا کوئی چارہ

قربان ہو ہر چیز اسی بات کی خاطر
اسلام کا اُونچا ہو زمانہ میں منارا

اب عشق مجازی کی نُمائش کو مٹا کر
ہم عشق حقیقی کا دکھائیں گے نظارا

عمر یست کہ آوازۂ منصور کہن شد
مَن از سرِ نَو جلوہ و ہم صدق و وفارا

......☆......☆......☆......☆......

پاک باطن اور ایثار پیشہ مخلص مومن اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ خود ضرورت مند اور بھوکے ہوتے ہیں اور جو نفس کے بخل سے بچائے گئے وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسافر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ نے گھر کہلا بھیجا کہ مہمان کیلئے کھانا بھجواؤ۔ جواب آیا کہ پانی کے سوا آج گھر میں کچھ نہیں۔ اس پر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اس مہمان کے کھانے کا بندوبست کون کرے گا۔ ایک انصاری نے عرض کیا۔ حضور! میں انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا۔ آنحضرت ﷺ کے مہمان کی خاطر مدارات کا انتظام کرو۔ بیوی نے جواباً کہا آج گھر میں تو صرف بچوں کے کھانے کیلئے ہے۔ انصاری نے کہا اچھا تو کھانا تیار کرو، پھر چراغ جلاؤ اور جب بچوں کے کھانے کا وقت آئے تو ان کو تھپ تھپا کر اور بہلا کر سُلا دو۔ چنانچہ عورت نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا۔ بچوں کو (بھوکا ہی) سُلا دیا۔ پھر چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھی اور جا کر چراغ بجھا دیا اور پھر دونوں مہمان کے ساتھ بیٹھے بظاہر کھانا کھانے کی آوازیں نکالتے اور چٹخارے لیتے رہے تا کہ مہمان سمجھے کہ میزبان بھی میرے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور وہ خود بھوکے سو رہے۔ صبح جب وہ انصاری حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ہنس کر فرمایا کہ تمہاری رات کی تدبیر سے تو اللہ تعالیٰ بھی ہنسا۔ اسی واقعہ کے ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ پاک باطن اور ایثار پیشہ مخلص مومن اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ خود ضرورتمند اور بھوکے ہوتے ہیں اور جو نفس کے بخل سے بچائے گئے وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)

جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہوا
اسے اس نیکی کے دروزے سے جنّت کے اندر آنے کیلئے کہا جائے گا

جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو اگر بدلہ دینے کیلئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم از کم اس کے لئے دعائے خیر ہی کرو

احادیث نبوی ﷺ

۞ حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہوا اسے اس نیکی کے دروزے سے جنّت کے اندر آنے کیلئے کہا جائے گا۔ اُسے آواز آئے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اسی سے اندر آؤ۔ اگر وہ نماز پڑھنے میں ممتاز ہوا تو نماز کے دروازے سے اسے بلایا جائے گا۔ اگر جہاد میں ممتاز ہوا تو جہاد کے دروازے سے، اگر روزے میں ممتاز ہوا تو سیرابی کے دروازے سے۔ اگر صدقہ میں ممتاز ہوا تو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں جسے ان دروازوں میں سے کسی ایک سے بلایا جائے اسے کسی اور دروازے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے آواز پڑے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب الریان)

۞ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے نام پر پناہ چاہتا ہے۔ اسے تم بھی پناہ دو اور جو شخص اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو (خواہ کلمۂ خیر ہی کی توفیق ملے) اور جو شخص دعوت کے لئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔ جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو اگر بدلہ دینے کیلئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم از کم اس کے لئے دعائے خیر ہی کرو تم اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تمہیں احساس ہونے لگے کہ تم نے اس کے احسان کا بدلہ اتار دیا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

جلسہ سالانہ قادیان 2017 مبارک ہو!

طالب دعا:

فیملی محترم سید جہانگیر علی صاحب مرحوم

سید غلام دستگیر جاوید، سید غلام احمد ساجد، مصطفیٰ احمد ماجد، ڈاکٹر سید جعفر علی ڈاکٹر سید ثاقب علی سید طاہر علی، سید فرقان علی مربی سلسلہ، سید دانش علی (فلک نما، حیدرآباد دکن)

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خدمات

(شیراز احمد، ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

اللہ اور اس کے رسول نے حصول علم پر بہت زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ الزمر: آیت 10) یعنی کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔ جو عقلمند ہوتے ہیں وہی دراصل نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29) یعنی یقیناً اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اللہ جل شانہ کے اس ارشاد گرامی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ تحصیل علم کس قدر ضروری شئے ہے۔ اسی سے خدا خوفی اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ علم تو دراصل روشنی ہے جو انسان کے دل و دماغ کو منور کرتی ہے جس سے دُنیا منور ہے۔ جہالت تاریکی اور پستی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (رعد:17) یعنی تُو پوچھ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ اور اندھیرے اور روشنی ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ تحصیل علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حصول علم کے لئے خاص طور پر قرآن مجید میں اپنی امت کو دُعا سکھائی ہے تا کہ وہ یہ دُعا کرتے رہیں اور انہیں تحریک ہوتی رہے اور وہ حصول علم کیلئے جد و جہد کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ:115) یعنی اے محمدؐ تُو یہ دعا کرتے رہا کر کہ اَے میرے ربّ تُو مجھے علم میں بڑھا۔ اللہ جل شانہ کے ان ارشادات کی روشنی میں پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ (ابن ماجہ باب فضل العلماء والحثّ علی طلب العلم۔ مسند الامام الاعظم، کتاب العلم صفحہ 20) یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے سیکھنے سکھانے پر زور دیتے ہوئے فرمایا: اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ يَّتَعَلَّمَ الْمَرْأُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمُهٗ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ (ابن ماجہ، باب ثواب معلم الناس الخیر) یعنی اچھا صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجَرِهٖ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ اِحْدٰهُمَا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَالْاُخْرٰى تَعَلَّمُوْنَ وَيُعَلِّمُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ عَلٰى خَيْرٍ ، هٰؤُلَاءِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَهٰؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُوْنَ وَيُعَلِّمُوْنَ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ مَعَهُمْ

(ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

یعنی ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ مسجد میں دو حلقے بنے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ تلاوت قرآن کریم اور دعائیں کر رہے ہیں اور کچھ لوگ پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا دونوں گروہ نیک کام میں مصروف ہیں۔ یہ قرآن کریم پڑھ رہا ہے اور دعائیں مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں دے اور چاہے تو نہ دے یعنی ان کی دعائیں قبول کرلے یا نہ کرے اور یہ لوگ پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں اور خدا تعالیٰ نے مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا ہے اس لیے آپؐ پڑھانے والوں میں جا بیٹھے۔

علم سیکھنے سکھانے کی اہمیت پر اس حدیث سے کافی روشنی پڑتی ہے کہ اللہ کے رسول نے اس مجلس میں بیٹھنا پسند فرمایا جس مجلس میں علم سیکھنے اور سکھانے کا کام ہو رہا تھا۔ اللہ اور اسکے رسول کے ارشادات کے پیش نظر خلفاء احمدیت نے بھی افراد جماعت کو تحصیل علم پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس کیلئے جو بھی مناسب اقدامات ہو سکتے تھے کرتے رہے ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا بہت ضروری ہے کہ جماعت نے جو تعلیمی ادارے کھولے وہاں غیروں کو بھی علم حاصل کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ افریقہ میں جو سینکڑوں کی تعداد میں اسکول کھولے گئے ان کا مقصد ہی وہاں کے لوگوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنا تھا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحصیل علم کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر مومن اپنی ترقیات کیلئے سعی نہ کرے، تو وہ گر جاتا ہے، پس سعادت مند کا فرض ہے وہ طلب دین میں لگا رہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان کامل دنیا میں نہیں گزرا۔ لیکن آپ کو بھی رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کی دعا کی تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اَور کون ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کر کے ٹھہر جاوے اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے، جوں جوں انسان اپنے علم اور معرفت میں ترقی کرے گا اُسے معلوم ہوتا جاوے گا کہ ابھی بہت سی باتیں حل طلب باقی ہیں۔ بعض امور کو وہ ابتدائی نگاہ میں (اس بچے کی طرح جو اقلیدس کی اشکال کو محض بیہودہ سمجھتا ہے) بالکل بیہودہ سمجھتے تھے، لیکن آخر وہی امور صداقت کی صورت میں ان کو نظر آئے اس لیے کس قدر ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کو بدلنے کے ساتھ علم کو بڑھانے کیلئے ہر بات کی تکمیل کی جاوے، تم نے بہت ہی بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر اس سلسلہ کو قبول کیا ہے۔ اگر تم اسکی بابت پُورا علم اور بصیرت حاصل نہیں کرو گے، تو اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوا۔ تمہارے یقین اور معرفت میں قوت کیونکر پیدا ہو گی۔ ذرا ذرا سی بات پر شکوک و شبہات پیدا ہوں گے اور آخر قدم کو ڈگمگا جانے کا خطرہ ہے۔

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 141)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ علم کے حصول پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَیں نے اپنی کئی گزشتہ تقریروں میں اس امر پر بہت زور دیا ہے اور اب پھر اسی پر زور دیتا ہوں کہ علم ایک بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ میری خلافت کے زمانہ میں جس قدر بھی جلسے ہوئے ہیں قریب قریب تمام ہی جلسوں میں مَیں نے علم کو ایک اعلیٰ درجہ کی شئے قرار دینے اور اس کے سیکھنے کی طرف توجہ دلانے پر زور دیا ہے...... مَیں آج پھر کہتا ہوں اور پھر بھی جتنی دفعہ موقع ملے گا یہی کہوں گا کہ علم سیکھو یہ بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور ایسی بابرکت اور مفید ہے کہ اس سے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ علم خواہ کسی چیز کا ہو بُرا نہیں ہوسکتا...... دنیا میں دو ہی علم ایسے ہیں جن کے نہ جاننے سے ہر فرد واحد کو نقصان ہوسکتا ہے۔ باقی کے نہ جاننے سے ہر ایک شخص کو نقصان نہیں ہوتا ہاں ان کے جاننے سے فائدہ ضرور ہوتا ہے اور وہ دو علم وہی ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں۔ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَعِلْمُ الْاَدْيَانِ۔ اصل میں علم دو ہی ہیں ایک جسموں کا علم اور دوسرے دینوں کا علم اور یہ دونوں اس قسم کے ہیں کہ ان کے نہ جاننے سے نقصان پہنچتا ہے...... جسموں کا علم تو ایک عارضی اور محدود زمانے سے تعلق رکھتا ہے، جب کوئی دنیا سے گزر گیا تو اس کا یہ علم بھی ختم ہوگیا اور اس کی اسے کچھ ضرورت نہ رہی کیونکہ اسے کوئی دکھ رہا نہ درد، نہ کسی علاج کی ضرورت رہی نہ کسی دوا کی، مگر دین کا علم صرف اسی دنیا سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ مرنے کے بعد دوسری دنیا سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ دیکھو اگر کسی کا جسم بیمار ہو اور وہ مرجائے تو اس دُکھ سے اس کی نجات ہوجائے گی۔ لیکن اگر کسی کا دین بیمار ہو اور وہ مرجائے تو وہ اور بھی زیادہ تکلیف پائے گا کیونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور اگلا جہان دارالمکافات۔ کام یہاں کرنا ہوتا ہے اور بدلہ وہاں ملتا ہے۔

(انوار العلوم، جلد 4، صفحہ 113 تا 118)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تعلیم الاسلام کالج قادیان کے افتتاح کے موقع پر 4/جون 1944 کو فرمایا:

"یہ تقریب جو تعلیم الاسلام کالج کے افتتاح کی ہے اپنے اندر دو گنا مقاصد رکھتی ہے۔ ایک مقصد تو اشاعت تعلیم ہے جس کے بغیر تمدنی اور اقتصادی حالت کسی جماعت کی درست نہیں رہ سکتی۔ جہاں تک تعلیمی سوال ہے یہ کالج اپنے دروازے ہر قوم اور ہر مذہب کیلئے کھلے رکھتا ہے کیونکہ تعلیم کا حصول کسی ایک قوم کیلئے نہیں ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تعلیم کو بحیثیت ایک انسان ہونے کے ہر انسان کیلئے ممکن اور سہل الحصول بنا دیں۔ میں نے لاہور میں ایک دو ایسی انسٹی ٹیوٹ دیکھیں جن کے بانی نے یہ شرط لگا دی تھی کہ ان میں کسی مسلمان کا داخلہ ناجائز ہوگا۔ مجھ سے جب اس بات کا ذکر ہوا تو میں نے کہا اس کا ایک ہی جواب ہوسکتا ہے کہ مسلمان بھی ایسی ہی انسٹی ٹیوٹ قائم کریں اور اس میں یہ واضح کریں کہ اس میں کسی غیر مسلم کا داخلہ ناجائز نہ ہوگا، کیونکہ ایک مسلم کا اخلاقی نقطہ نگاہ دوسری قوموں سے مختلف ہوتا ہے۔ پس

جہاں تک تعلیم کا سوال ہے ہماری پوری کوشش ہوگی کہ ہر مذہب وملت کے لوگوں کیلئے تعلیم حاصل کرنا آسان ہو۔ اس کالج کے دروازے ہر مذہب وملت کے لوگوں کیلئے کھلے ہوں اور انہیں ہر ممکن امداد اس انسٹی ٹیوٹ سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے دی جائے۔''

(انوار العلوم، جلد 17، صفحہ 299)

''سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا آغاز قادیان میں فرمایا اس قسم کے انسٹی ٹیوٹ ہندوستان کے چند بڑے شہروں میں قائم ہو چکے تھے۔ اس کا افتتاح بھارت کے مشہور سائنس دان ڈاکٹر سر بھٹنا گر نے کیا تھا۔ اس کا مقصد سائنس میں ریسرچ اور نئی مصنوعات تیار کرنا تھا۔ اس تحقیقاتی ادارہ کی تاسیس کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

''یہ کام بہت لمبا ہے اور اسکے لیے بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ ابتدائی کام کے لیے بیس ایم.ایس.سی. ایسے درکار ہوں گے جو رات اور دن اس کام میں لگے رہیں اور اسلام کی تائید کے لیے نئی سے نئی تحقیقاتیں کرتے رہیں۔ میں نے بتایا ہے کہ اس کام پر ستّر ہزار سے ایک لاکھ روپیہ تک سالانہ خرچ ہوگا اور شروع میں کم سے کم اس غرض کے لیے دو لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 10، صفحہ 56)

اسکی لائبریری میں نادر کتابیں تھیں جن کا تعلق برصغیر ہند کے میڈیسن پلانٹس اور جڑی بوٹیوں سے تھا۔ ان نادر کتب میں سے کچھ اب بھی خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہیں۔ اس لائبریری میں دنیا کے مشہور سائنسی جرنلز آیا کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دو ہوائی جہاز خریدے جن کا مقصد ٹی آئی کالج کے فزکس کے طلبا کیلئے ایروناٹکس کی تعلیم اور فضائی تربیت تھا۔ تقسیم کے بعد یہ ادارہ ربوہ منتقل ہوگیا اور اسکے انچارج ڈاکٹر عبدالاحد (پی ایچ ڈی) اور ملک محمد منور (ایم ایس سی) تھے۔ اس ادارہ نے جو مصنوعات تیار کیں ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ گرائیپ واٹر، شائینو شو پالش اور میگ لائیٹ یعنی نائٹ لائٹ۔

آپ نے ذہین طلبا کیلئے وظائف کا اجرا فرمایا۔ دسمبر 1939 میں جماعت احمدیہ کی خلافت ثانیہ کے پچیس سال گزرنے پر حضور نے جلسہ سالانہ پر فرمایا کہ نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کیلئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا جو طالب علم اپنے سکول میں اوّل آئے گا اسے جوبلی فنڈ سے (جو ابھی قائم ہوا تھا) تیس روپے ماہوار وظیفہ ایف.اے. کے دو سالوں میں دیا جائے گا۔ پھر جو ایف اے میں اوّل آئے گا اُسے 45 روپے ماہوار وظیفہ بی.اے. کرنے کیلئے دیا جائے گا۔ بعد ازاں جو نوجوان بی. اے میں اوّل آئے گا اسے ایم.اے کرنے کیلئے دو سال کیلئے ساٹھ روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا۔ ایم.اے کرنے کے بعد جو طالب علم مغرب کی کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے جائے گا اسے تعلیم کا نصف خرچ دیا جائے گا۔ ان وظائف سے بہت سے طالب علموں نے اپنی تعلیم مکمل کی۔''

(بدر 16/نومبر 2000، ملینئم نمبر صفحہ 146، مضمون زکریا ورک صاحب کینیڈا)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ خلافت سے قبل بطور پرنسپل تعلیم الاسلام کالج طلباء کی جسمانی صحت اور ذہنی نشوونما کا بہت خیال رکھتے تھے۔ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد بھی آپ نے روحانی تعلیم کے ساتھ عام دنیاوی تعلیم کا معیار بلند کرنے اور طلباء کو ہر میدان میں آگے بڑھانے کی خاص کوشش فرمائی۔

حضور نے احمدی بچوں کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی تحریک کرتے ہوئے خطبہ جمعہ 29/اگست 1975 میں فرمایا:

''اگر ہم بین الاقوامی سطح پر ستر پچھتّر فیصد سے اوپر نمبر لینے والے دو تین سو بچے پیدا کرنے لگیں تو اس کا بہت اثر ہوسکتا ہے اور بین الاقوامی سطح پر اس کے بہت اچھے نتائج رونما ہوسکتے ہیں۔ اس کیلئے ایک تو یہ ضروری ہے کہ احمدی بچے اپنی ذمہ داری کو سمجھیں دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ جماعتی سطح پر اس امر کی کوشش کی جائے کہ کوئی بچہ جسے اللہ تعالیٰ نے ذہنی دولت عطا کی ہے جماعت اس دولت کو ضائع نہیں ہونے دے گی۔ ایسے بچوں کی ذہنی نشوونما ضروری ہے اور یہ نشوونما نہیں ہوسکتی جب تک کہ دوطرفہ کوشش بروئے کار نہ لائی جائے۔ اول یہ کہ بچے اپنی ذہنی استعدادوں اور صلاحیتوں کو ضائع کر کے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے مرتکب نہ ہوں اور اس طرح نہ اپنا نقصان کریں نہ جماعت کا نقصان کریں اور نہ اپنے ملک کو نقصان پہنچانے کا موجب بنیں۔ دوسرے یہ کہ جماعتی سطح پر ایسا نظام ہونا چاہئے کہ کوئی ایک ذہن بھی ترقی کرنے سے نہ رہ جائے۔ انگلستان میں اب ایک بڑی جماعت بن چکی ہے۔ یہاں کے حالات کے مطابق ایک کمیٹی بن جانی چاہئے جو اس امر کا جائزہ لیتی رہے کہ بچوں کی ذہنی نشوونما اور ترقی کی خاطر خواہ طریق پر ہو رہی ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہو رہی تو کیا اقدامات ضروری ہیں۔ اگر صحیح خطوط پر کام کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ بچوں کی ذہنی نشوونما کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکے۔ بہرحال ساری جماعت میری اس نصیحت کو یاد رکھے اور عہد کرے کہ کوئی ایک ذہن بھی ضائع نہیں ہوگا نہ بچہ کی اپنی غفلت کی وجہ سے اور نہ جماعت کی غفلت کی وجہ سے۔''

(خطبات ناصر، جلد 6، صفحہ 137)

اسی طرح حضور انور نے خطبہ جمعہ 16/جولائی 1976 میں فرمایا:

''علموں کے میدان میں آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ ''علموں'' میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بہت سارے علوم یعنی سائنسز ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرتا ہے نسبتی لحاظ سے آج آپ دوسروں سے آگے نکل رہے ہیں لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے، میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو جتنے ذہن دیئے کچھ اپنی غفلت کے نتیجہ میں اور کچھ اپنے ماحول کی غفلت کے نتیجہ میں، سارے کے سارے پنپ نہیں رہے، ترقی نہیں کر رہے، نشوونما نہیں حاصل کر رہے۔ میں نے اعلان کیا اور بار بار اعلان کیا کہ جو اچھا دماغ ہے اگر وہ جماعت کے علم میں آجائے، میرے علم میں آجائے تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ ضائع ہو جائے اس کیلئے کہاں سے لائیں بلکہ اس کیلئے ہم فوری انتظام کرنے کیلئے سوچتے ہیں اور خدا تعالیٰ ہی انتظام کرتا ہے وہی دینے والا ہے...... اگر تم جماعت احمدیہ کے فرد ہو اور امام جماعت نے کہا ہے کہ تم آگے پڑھو گے تو تم کیسے نہیں پڑھ سکتے؟ پڑھو گے! چنانچہ کئی لڑکے باہر بھی گئے خدا نے ہمیں بڑے اچھے دماغ دیئے ہیں وہ غیر ملکوں میں گئے اور انہوں نے بڑا Shine کیا۔'' (خطبات ناصر، جلد 6، صفحہ 489، 491)

اس سلسلہ میں ایک اہم موڑ اُس وقت آیا جب محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے 1979 میں نوبل انعام حاصل کیا۔ حضور نے انہیں جلسہ سالانہ 1979 کے اسٹیج پر بلا کر خطاب کا موقع عطا فرمایا اور فرمایا کہ مغربی اقوام کو شکست دینے کیلئے ضروری ہے کہ انہیں تعلیمی میدان میں شکست دی جائے۔

حضور نے فرمایا کہ اگلے 100 سال میں ہمیں ڈاکٹر عبدالسلام کی قابلیت کے 1000 سائنسدان چاہئے۔ حضور نے اس مقصد کیلئے ایک عظیم تعلیمی منصوبہ جماعت کے سامنے رکھا۔ یہ منصوبہ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل تھا۔

(1) جماعت احمدیہ کا ہر بچہ آئندہ دس سال کے اندر کم ازکم میٹرک اور ہر بچی کم ازکم مڈل ضرور پاس کرے۔

(2) کوئی بھی اچھا ذہن ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا اور یہ کہ جماعت ہر قیمت پر ہر ذہین بچہ کو سنبھالے گی۔ چنانچہ اس کیلئے آپ نے وظائف ادائیگی حقوق طلباء کا اعلان فرمایا اور اس فنڈ میں سوا لاکھ روپئے سالانہ رکھے گئے تا طلباء کو وظائف دیئے جاسکیں۔ حضور نے اس عزم کا اظہار فرمایا کہ اگر خدا ہمیں ایک ہزار ذہین بچے بھی دے گا تو جماعت کم کھا کر بھی ان کے پڑھانے کا انتظام کرے گی۔

(3) ہر احمدی طالب علم اور طالبہ اپنے سالانہ امتحان کے نتیجہ کی اطلاع خلیفۃ المسیح کو دیا کرے۔ اس سلسلہ میں حضور نے فرمایا:

ساری جماعت کیلئے اعلان ہے کہ پہلی کلاس (کنڈرگارٹن) سے لے کر پی.ایچ.ڈی تک امتحان دینے والا ہر (لڑکا اور لڑکی) مجھے خط لکھے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ایک کیلئے خاص طور پر دعا کروں گا اور دفتر کی طرف سے ان کو جواب بھی دیا جائے گا۔

(الفضل 29/اپریل 1980)

اس منصوبہ کا ایک اہم جزو امتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کیلئے انعامات اور تمغہ جات ہیں۔ حضور نے یونیورسٹی یا بورڈ کے امتحانات میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلباء طالبات کیلئے بھی سونے کے تمغہ جات کا اعلان فرمایا۔ نیز ایسی طالبات کیلئے بھی ان تمغوں کا اعلان فرمایا جو طالبات کے گروپ میں اول، دوم یا سوم آئیں۔ بشرطیکہ وہ طلباء وطالبات میں پہلی بیس پوزیشنوں میں آتی ہوں۔ نیز آنرز کے امتحانات میں بھی اول، دوم، سوم آنے والے طلباء وطالبات کیلئے تمغے دینے کا فیصلہ فرمایا بشرطیکہ وہ اس سال کے بی.ایس.سی کے امتحان میں اول، دوم سوم آنے والوں کے کم ازکم برابر فیصدی نمبر حاصل کریں۔

اسکے علاوہ پرائمری کے، مڈل اور میٹرک کے امتحانات میں پہلی تین تین سو پوزیشنیں، انٹرمیڈیٹ اور بی.اے، بی.ایس.سی کے امتحان میں پہلی دو دو سو پوزیشنیں اور ایم.اے، ایم.ایس.سی میڈیکل اور انجینئرنگ کے Final امتحان میں ہر مضمون کی اوپر کی سات

پوزیشنیں حاصل کرنے والے طلباء کو تفاسیر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور تفسیر صغیر دینے کا اعلان کیا۔

تمغہ جات سکیم کے تحت پہلی تقریب تقسیم تمغہ جات 13 جون 1980 کو منعقد ہوئی۔ حضور کی زندگی میں اس طرح کی 7 تقاریب منعقد ہوئیں جن میں 32 تمغے تقسیم کئے گئے۔ اول-17، دوم-10، سوم-5

(الفضل خلیفۃ ثالث نمبر، 37، 38)

ہزاروں ہزار طلباء وطالبات کے خطوط ملنے پر حضور کی طرف سے انہیں جوابات دیئے جاتے رہے اور میٹرک سے اوپر تک کی تمام کلاسوں میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلباء وطالبات کو حضور کی طرف سے ہزاروں روپے کے انعامی تمغہ جات اور انعامی کتب بھی حوصلہ افزائی کیلئے دیئے گئے۔

حضور کے دور خلافت میں احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن بھی قائم کی گئی۔ حضور نے 10 نومبر 1980 کو اس کے پہلے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ احمدی طالبعلموں تحقیق اور علم کے میدان میں ساری دنیا سے آگے نکل جائیں۔ حضور نے احمدی طالبعلموں کو دماغی قویٰ بڑھانے کیلئے سویا لیتھین کیپسول استعمال کرنے کی تحریک فرمائی اور بہت سے طلباء کو تحفۃً بھی عطا فرمائے۔

(کتاب خلفاء احمدیت کی تحریکات اور اسکے شیریں ثمرات، مرتبہ مکرم عبد السمیع خان صاحب، صفحہ 381 تا 384)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں بیسیوں تحریکات فرمائیں۔ ان میں سے ایک تحریک تھی ''نصرت جہاں اسکیم'' اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ افریقہ میں بنی نوع انسان کی تعلیمی وطبی لحاظ سے خدمات کی جائیں۔ اس سکیم کے تحت افریقہ کے کئی ممالک میں بیسیوں ہسپتال اور سینکڑوں کی تعداد میں پرائمری، جونیئر اور ہائر سیکنڈری اسکول کھولے گئے۔ آج افریقہ میں لوگ جماعت احمدیہ کو ان خدمات کے حوالہ سے بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اسکیم میں بہت برکت عطا فرمائی۔ اس کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نصرت جہاں سکیم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان کامیابی عطا کی ہے کہ ساری دنیا کے دماغ مل کر بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

(تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1980)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ یو.کے. کے 50ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر 13 اگست 2016 کو اپنے خطاب میں فرمایا:

''مجلس نصرت جہاں اسکیم کے تحت افریقہ کے بارہ ممالک میں (36) ہسپتال اور کلینک کام کر رہے ہیں اسکے علاوہ پانچ ہومیو پیتھک کلینک بھی کام کر رہے ہیں۔ ان ہسپتالوں میں ہمارے (41) مرکزی ڈاکٹرز اور پندرہ مقامی ڈاکٹر خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اسکے علاوہ تیرہ ممالک میں ہمارے 714 ہائر سیکنڈری سکول، جونیئر سیکنڈری سکول اور پرائمری سکول کام کر رہے ہیں جن میں ہمارے سترہ (17) مرکزی اساتذہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔''

(اخبار بدر 16 مارچ 2017، صفحہ 20، کالم 1)

ذیل میں جماعت احمدیہ کی طرف سے انڈیا میں ہو رہے تعلیمی خدمات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

جماعتی سکولز

انڈیا میں درج ذیل صوبہ جات میں اسکولز کا انتظام موجود ہے۔ صوبہ کیرلہ میں جماعت پینگاڈی، جماعت کروالائی، جماعت کوڈالی، صوبہ جموں کشمیر میں جماعت آسنور، جماعت رشی نگر، جماعت ناصر آباد، جماعت ہاری پاریگام، جماعت یاری پورہ، جماعت راجوری، جماعت پونچھ، صوبہ آسام میں جماعت تاپاجولی، جماعت نارار بھیٹا، صوبہ اڈیشہ میں جماعت کیرنگ، صوبہ یو.پی میں جماعت سجان، جماعت صالح نگر۔

جامعہ احمدیہ قادیان

نظارت تعلیم کے زیر انتظام قادیان میں دینی درس گاہ جامعہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور انور کی ہدایات کی روشنی میں رواں دواں ہے۔ اس ادارہ میں دسویں اور بارہویں اور گریجویشن کلاس کے بعد داخلہ لیا جاتا ہے۔ اس ادارہ میں سات سال کا کورس مکمل کرنے کے بعد شاہد کی ڈگری ملتی ہے۔

قادیان میں تعلیمی ادارے

☆تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول پہلی تا بارہویں کلاس کیلئے۔ ☆نصرت گرلز اسکول پہلی تا دسویں کلاس کیلئے۔ ☆اقراء کنڈر گارٹن اسکول قادیان پری نرسری تا UKG کلاس تک کئے گئے۔

نصرت وِمن کالج قادیان

احمدی طالبات کیلئے الگ سے گریجویشن کرنے کیلئے نصرت ویمن کالج موجود ہے۔ بارہویں کلاس کرنے کے بعد احمدی طالبات تین سالہ گریجویشن BA کی تعلیم اس ادارہ سے حاصل کرتی ہیں۔

ادارہ دار الصناعۃ قادیان

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قادیان میں ہنر سکھانے کے تعلق سے ادارہ دار الصناعۃ نظارت تعلیم کی نگرانی میں بخوبی چل رہا ہے۔ الحمدللہ۔ اس ادارہ میں ایسے طلباء جن کو کسی نہ کسی ہنر میں دلچسپی ہوتی ہے اُن کو ہنر سکھایا جاتا ہے تا کہ بعد میں یہ طلباء اپنے ہنر کے ذریعہ بہتر روزگار پیدا کر سکیں اور تجارت کر سکیں۔ اس ادارہ سے پاس ہونے والے طلباء بیرون ممالک اور اندرون ملک میں اپنے ہنر کی وجہ سے اچھا کام کر رہے ہیں اور بہتر روزگار پیدا کر رہے ہیں۔

طلباء کی کاؤنسلنگ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول اور نصرت گرلز اسکول سے دسویں اور بارہویں کلاس میں پاس ہونے والے طلباء کی کاؤنسلنگ بھی کی جاتی ہے جس کے ذریعہ طلباء کو سائنس، کامرس، آرٹس کے مضامین کو منتخب کرنے سے قبل ضروری معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ ایک کاؤنسلنگ فارم کے ذریعہ ان طلباء کے نمبرات کے کوائف جمع کئے جاتے ہیں اور اسی طرح دیگر کارگزاری بھی۔ بعد ازاں طلباء کو اُنکی دلچسپی کے مضامین کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور انور کی ہدایات کی روشنی میں ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ اسی طرح انڈیا کے تمام احمدی طلباء جو دسویں، بارہویں، گریجویشن، پوسٹ گریجویشن کی تعلیم مکمل کر لیتے ہیں اُن کی بھی رہنمائی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول سے سائنس، کامرس، آرٹس کے مضامین میں پاس ہونے والے تمام طلباء سے بھی کاؤنسلنگ فارمز کی تکمیل کروائی جاتی ہے۔ بعد ازاں تمام طلباء کو حضور انور کی ہدایات کے مطابق گریجویشن میں مختلف کورسز کرنے کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ ذہین اور باصلاحیت طلباء کی تعلیمی امداد بھی کی جاتی ہے۔

تحفہ حضور انور

ایسے طلباء جو دسویں اور بارہویں جماعت میں بورڈ کے امتحانات میں 80 فیصد یا اس سے زائد نمبرات حاصل کرتے ہیں اُن کی حوصلہ افزائی کیلئے حضور انور کی جانب سے نقد رقم کی صورت میں تحفہ دینے کا انتظام موجود ہے۔ الحمدللہ۔

انعامی مقالہ

طلباء کے اندر تحقیق کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کیلئے ہر سال نظارت تعلیم کی جانب سے تحقیقی مقالہ دیا جاتا ہے۔ اوّل، دوم، سوم آنے والے طلباء کو نقدی انعام سے نوازا جاتا ہے۔

گولڈ میڈل

ایسے طلباء جو صوبہ کے بورڈ میں اور یونیورسٹی میں اوّل، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرتے ہیں اُن کو حضور انور کی منظوری سے گولڈ میڈل دینے کی کاروائی کی جاتی ہے۔ اسی طرح جو طلباء Ph.D کی تعلیم مکمل کر لیتے ہیں اُن کو بھی حضور انور کی منظوری سے گولڈ میڈل فراہم کئے جاتے ہیں۔

سیکریٹریان تعلیم

ہندوستان کے طلباء کی تعلیم و تربیت کیلئے ضلعی اور مقامی جماعتوں میں سیکریٹریان تعلیم کا نظام موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ حضور انور کے ارشادات کی روشنی میں ضلعی اور مقامی سیکریٹریان تعلیم کو ہندوستان بھر کے طلباء کی دینی و دُنیاوی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ہدایات بھجوائی جاتی ہیں جسکے مطابق جماعتوں میں عمل درآمد کی کاروائی ہوتی ہے۔ الحمدللہ۔

پندرہ سال سے زائد عمر والے طلباء سے فیڈ بیک فارم کی تکمیل کروائی جاتی ہے۔ اس فارم کے مطابق اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ طلباء اپنی دینی و دُنیوی تعلیم کے سلسلہ میں کس حد تک حضور انور کی ہدایات کی تعمیل کر رہے ہیں۔ بعد جائزہ طلباء کو حضور انور کی ہدایات کی تعمیل کے مطابق عمل درآمد کی طرف خصوصی توجہ دلائی جاتی ہے۔ الحمدللہ۔ جو طلباء دسویں، بارہویں، گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کی تعلیم مکمل کر لیتے ہیں اُن کی رہنمائی اس کاؤنسلنگ فارم کے مطابق کی جاتی ہے۔ جس میں اُن کی گزشتہ کارگزاری کا ریکارڈ، نمبرات کی تفصیل، اُنکے رُجحانات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ الحمدللہ۔

احمدی طلباء جو کالج یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں اُن کے اندر مذہبی علوم کے فروغ کیلئے انہیں رسالہ ریویو آف ریلیجنز بھی فراہم کیا جاتا ہے۔

بارہویں اور گریجویشن کے بعد طلباء کو ملک اور قوم کی خدمت کرنے کیلئے پیور سائنس ریسرچ، اور سوشل سائنس ریسرچ کرنے کی رہنمائی کی جاتی ہے اسی طرح سول سروسز کی تیاری کے بارے میں بھی رہنمائی کی جاتی ہے اور اس سلسلہ میں حضور انور کے ارشادات سے مطلع کیا جاتا ہے۔

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی رشتہ دار کی عیادت کے لئے آتے
تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے اور اس کی شفایابی کیلئے دُعا کرتے

بیماری کا ایک پہلو خوش کن بھی ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ مرض کی وجہ سے ایک مسلمان کی خطائیں دُور کر دیتا ہے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت اُمّ علاءؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں بیمار تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے میرے ہاں تشریف لائے اور میری تسلّی کے لئے فرمایا۔ اُمّ علاء! بیماری کا ایک پہلو خوش کن بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مرض کی وجہ سے ایک مسلمان کی خطائیں اس طرح دُور کر دیتا ہے جس طرح آگ سونے اور چاندی کا میل کچیل دُور کر دیتی ہے۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز باب عیادۃ النساء)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی رشتہ دار کی عیادت کے لئے آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے اور یہ دُعا کرتے ۔ اے میرے اللہ! جو لوگوں کا ربّ ہے اس بیماری کو دُور کر دے اور اسے شفاء دے کہ تُو ہی شفاء دینے والا ہے۔ تیری شفاء کے سوا کوئی اور شفاء نہیں۔ تو اسے ایسی شفاء دے جو بیماری کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے۔

(مسلم کتاب السلام باب استحباب رقیۃ المریض)

نور ہسپتال قادیان کی طبی خدمات

(محمد حمید کوثر، ناظر دعوت الی اللہ شمالی ہند، قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''میں تمام مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔''

(روحانی خزائن، جلد 17، اربعین نمبر 344)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی تفہیم سے دس شرائط بیعت مقرر فرمائیں۔ ان میں سے نویں شرط یہ تھی کہ ''یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔''

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بنی نوع انسان سے سچی محبت کا جذبہ ہر میدان میں نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کی بنی نوع انسان سے محبت ہی تھی کہ آپ ایک طرف انکی روحانی بیماریوں کے علاج میں کوشاں رہتے اور دوسری طرف حتی المقدور انکی جسمانی بیماریوں کے ازالہ کیلئے میسر علاج اور دعا فرماتے۔ ''والدہ مہربان'' کی طرح محبت کا اعلان صرف اعلان ہی نہیں تھا بلکہ آپ کی حیات مبارکہ میں مختلف مواقع پر اس کا نمایاں اظہار بھی ہوا۔ آپ کی زندگی کا ہر لحہ مخلوق خدا کی ہمدردی میں گزرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے کہ اپنے دشمنوں تک کیلئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ (سیرت طیبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 54)

آپ بنی نوع انسان کی تکلیف دیکھ کر فکر مند ہو جاتے اور اسکے ازالہ کے لئے کوششیں فرماتے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض افراد خاندان طبابت اور علاج معالجہ میں ماہر تھے۔ یہ وصف آپ میں بھی تھا۔ آپ نے اپنے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے طبابت پڑھی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں قادیان یا اس کے قرب وجوار میں کوئی باقاعدہ ہسپتال یا دوا خانہ نہ تھا۔ پنجاب کے ماجھے کا علاقہ جس میں قادیان واقع ہے بہت پسماندہ تھا۔ ہر موسم میں موسمی بیماریاں پھیل جاتی تھیں جن سے سینکڑوں اموات ہو جاتیں۔ قادیان کے گردونواح کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگوں کے پاس علاج کیلئے آجاتے تھے۔ یہی حال حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے تک جاری رہا۔ آپ غریب اور نادار لوگوں کیلئے قیمتی دوائیاں منگوا لیتے تھے اور پھر ان کا علاج کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن رات تبلیغ اسلام کیلئے کتب کی تصنیف میں مصروف رہتے۔ آپ کو پوری طرح آرام کا موقع بھی نہیں ملتا تھا۔ اس کے باوجود جب کوئی بیمار علاج کیلئے آتا۔ آپ انسانی ہمدردی کے جذبہ کے تحت سب کچھ چھوڑ کر اسکے علاج میں مصروف ہو جاتے۔ تبلیغ و اشاعت و احیاء دین کے سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصروفیات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ مہمانوں کے قادیان آنے کا سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اتنی مصروفیات کے ہوتے ہوئے آپ کے لئے علاج و معالجہ کی خدمت مشکل ہوتی چلی جا رہی تھی۔ تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے محسوس کرتے ہیں کہ مصروفیات کے اس موڑ پر آپ کو ایک ''سلطان نصیر'' کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ مہیا فرما دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ و تلخیص از عربی عبارت)

''سب حمد اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے مجھے یہ دوست (مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ) ایسے وقت میں بخشا جبکہ اس کی سخت ضرورت تھی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 590)

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی قادیان میں آمد کے بعد جہاں احباب جماعت ان کے علم و درس القرآن سے استفادہ کرنے لگے وہیں قادیان اور نواحی علاقوں کے باشندے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس علاج کیلئے آنے لگے۔ حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے جذبے کے تحت ہر مذہب و ملت کے مریضوں کا علاج کرتے رہے۔ آپ کا قادیان میں قیام بعض لوگوں کے لئے ایمان لانے کا بھی موجب بن گیا۔ مثال کے طور پر میاں محمد یوسف صاحب مردانی کے ساتھ ایک شخص جو سخت مخالف تھا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے علاج کروانے کیلئے قادیان آیا۔ شدید تعصب کی وجہ سے احمدی محلہ سے باہر ٹھہرا اور حضرت مولوی صاحب اس کا علاج کرتے رہے۔ جب کچھ دنوں کے بعد اسے کچھ افاقہ ہوا تو وہ واپس جانے لگا۔ تو میاں محمد یوسف صاحب نے اس سے کہا کہ تم قادیان آئے ہو اور اب جاتے ہو ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ میاں صاحب نے اصرار سے اسے منایا تو اس نے اسی شرط پر مانا کہ ایسے وقت میں مجھے وہاں لے جاؤ کہ وہاں کوئی احمدی نہ ہو اور نہ مرزا صاحب ہوں۔ چنانچہ میاں محمد یوسف صاحب ایسا وقت دیکھ کر اسے مسجد مبارک میں لائے مگر قدرت خدا کہ ادھر اس نے مسجد میں قدم رکھا اور اُدھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضورؑ کسی کام کیلئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اس شخص کی نظر حضور کی طرف اٹھی اور وہ بیتاب ہو کر حضور کے سامنے آگرا اور اسی وقت بیعت کر لی۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 54 روایت نمبر 73)

مسیح الزمان کی مقدس بستی قادیان دارالامان میں مریض آتے رہے اور اپنی روحانی و جسمانی بیماریوں کا علاج کرواتے رہے۔ جسمانی بیماری کے علاج کی بے شمار مثالوں میں سے ایک مثال تحریر کی جا چکی ہے۔ روحانی بیماریوں کے علاج کے بارے میں بھی صرف ایک مثال تحریر ہے کہ ماسٹر محمد دین صاحب بی۔اے بیان کرتے ہیں کہ'' ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہم خاص طور پر محسوس کرتے تھے کہ ہماری اندرونی بیماریاں ڈھل رہی ہیں۔''

(بحوالہ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 99 روایت 122)

حضرت مولانا حکیم نور الدین رضی اللہ عنہ 1893ء سے 1914ء تک بنی نوع انسان کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج کرتے رہے۔ مسجد مبارک کی مشرقی جانب جو بڑا آہنی گیٹ ہے اس کے سامنے کی سڑک عبور کرنے کے بعد جانب شمال مشرق آپ رضی اللہ عنہ کا مطب (ہسپتال) تھا۔ اس فیض رساں مطب سے کم و بیش 20 سال بنی نوع انسان طبی فیض حاصل کرتے رہے۔ 13/ مارچ 1914ء کو آپ کی وفات ہوگئی۔ بعدازاں جماعت کے دوسرے اطباء نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔

الحکم میں شائع شدہ ایک رپورٹ سے یہ علم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں ایک (ایلوپیتھک) ڈسپنسری صدر انجمن احمدیہ کے زیر انتظام جاری تھی۔ چنانچہ تحریر ہے کہ:

''صدر انجمن احمدیہ کی ڈسپنسری قادیان دارالامان میں اگرچہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ابتدائی وقت سے ہے مگر جیسے کہ سلسلہ میں گزشتہ دس سال میں ترقی ہوئی ہے، ڈسپنسری ابھی اسی حالت میں ہے جیسے کہ شروع میں تھی۔ ادویہ ابھی بہت تھوڑی میسر کی جاسکتی ہیں جو کہ صرف مدرسہ کے بیمار طلباء اور صدر انجمن احمدیہ کے ملازمین کے علاج کے لئے مشکل سے مکتفی ہوتی ہیں.....'' (الحکم مؤرخہ 6/اپریل 1908 صفحہ 7 نمبر 25 جلد 12)

الحکم 6/اپریل 1908 کے شمارہ میں افسر شفاخانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے جو رپورٹ شائع ہوئی اس میں تحریر ہے کہ:

''دیگر مذاہب کے لوگ مثلاً عیسائی دور دراز ملکوں میں تالیف قلوب کے لئے ڈسپنسری اور بڑے بڑے شفاخانے بناتے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ اس سلسلہ حقہ کی اشاعت کے لئے اگر سر دست شہر بشہر نہیں تو کم از کم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رہائشی مقام قادیان میں ایک بڑا ہسپتال بنا دیں......انہیں اغراض کے لئے قادیان میں چھوٹی مسجد (مسجد مبارک) میں 21ء مارچ 1908ء کو ایک جلسہ کیا گیا ...... جو ڈاکٹر اور حکیم صاحبان اس جلسہ میں موجود تھے سب نے ان تجاویز سے اتفاق رائے کیا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نئے شفا خانہ کی عمارت کو ایک دو اور احباب کو شریک کر کے اپنی گرہ سے بنوا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں......''

(الحکم 6/اپریل 1908 صفحہ 7)

اس جلسہ کے انعقاد کے کم و بیش دو ماہ

بعد 26 /مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات ہوگئی اور مورخہ 27 /مئی 1908ء کو حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور خلافت اولیٰ میں بھی ہسپتال کی عمارت تعمیر نہ ہوسکی۔

نور ہسپتال کی بنیاد

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے کم وبیش دو سال تین ماہ بعد حضرت میر ناصر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ''نور ہسپتال'' کی بنیاد مورخہ یکم رمضان 1355 ھجری مطابق 21/ جون 1917 کو رکھی گئی اور ستمبر 1917 کو یہ عمارت پایہ تکمیل تک پہنچی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 197)

''نور ہسپتال'' کی تعمیر کیلئے قادیان کے وسط (محلہ دارالعلوم) میں جگہ منتخب کی گئی۔ یہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں قادیان اور اسکے قرب وجوار کے لوگ بآسانی اور جلد پہنچ سکتے تھے اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ جگہ کا انتخاب انتہائی مناسب اور موزوں تھا۔ اس زمانے کے لحاظ سے ہسپتال کی عمارت انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب تھی۔ مقامی اطباء نے علاج معالجہ کا سلسلہ شروع کیا مگر اس وقت کے حالات کے مطابق کسی ایلو پیتھک سند یافتہ ڈاکٹر کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ پر پڑی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کے علاوہ ایک دعا گو اور کامیاب ڈاکٹر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص دست شفا عطا فرمایا ہوا تھا۔ سن 1919ء میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ پٹیالہ کے سب سے بڑے ہسپتال میں سب اسسٹنٹ سرجن کے طور پر ملازمت کر رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا:

'' آپ یا تو فرلو رخصت لے کر یا مستقل طور پر (قادیان) آجائیں''

(بحوالہ اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ 119)

یہ تقریباً ویسا ہی حکم تھا جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو قادیان میں قیام کے متعلق دیا تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں ڈاکٹر حشمت صاحب مستقل طور پر قادیان تشریف لے آئے اور 2/فروری 1919ء میں انکا تقرر نور ہسپتال میں ہو گیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب میڈیکل ایڈوائزر مقرر ہوئے۔ آپ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے خواتین کے علاج کیلئے علیحدہ وارڈ قائم فرمایا۔ آپ خود ایک سرجن تھے اس لئے ہسپتال کا آپریشن روم بہت اعلیٰ وبہتر بنایا۔ آپ کی دعاؤں اور انتھک محنت کی وجہ سے تقریباً آٹھ سال بعد نور ہسپتال کو 1930ء میں ''سیکنڈ گریڈ ہسپتال'' کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اسی سال اس کیلئے مستقل قواعد وضوابط تجویز کئے گئے۔ نور ہسپتال متحدہ ہندوستان کا واحد ادارہ تھا جس نے ایک مذہبی جماعت کی نگرانی میں ربع صدی سے زائد عرصہ تک بلاتمیز تمام مذہب وملت کی خدمت کی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 198)

قادیان کے ابتدائی درویشان میں سے ایک درویش مکرم چوہدری غلام ربانی صاحب ولد چوہدری غلام محمد صاحب تھے جن کے بارے میں الفرقان ربوہ میں تحریر ہے کہ:

''چوہدری غلام ربانی صاحب...... نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ نومبر 1946ء میں قادیان کے نور ہسپتال میں بطور کمپاؤنڈر خدمات سرانجام دیں۔ 1947ء کا پُرخطر زمانہ قادیان میں رہ کر صبر واستقلال سے گزارا۔ آج کل (یعنی اگست 1963) احمدیہ شفاخانہ میں بطور انچارج کام کر رہے ہیں۔''

(الفرقان ربوہ اگست تا اکتوبر 1963 صفحہ 83)

دوسری جنگ عظیم میں آپ سرکاری ملازم تھے۔ (بحوالہ بدر 29/دسمبر 2011ء)

ڈاکٹر غلام ربانی صاحب بتایا کرتے تھے کہ جب ان کا تقرر نور ہسپتال میں بطور کمپاؤنڈر ہوا تو نور ہسپتال میں ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ، کیپٹن ڈاکٹر شاہنواز صاحب اور صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب (مرحوم) بھی مریضوں کا طبی معائنہ کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں نور ہسپتال کی دور دور تک شہرت تھی۔ کیونکہ سارے علاقہ میں اس جیسا کوئی ہسپتال نہیں تھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں نور ہسپتال میں جو ڈاکٹر صاحبان طبی خدمات کیلئے موجود رہے ان کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے ڈاکٹروں میں ہوتا تھا۔ مذکورہ ڈاکٹر صاحبان کے علاوہ بھی مختصر وقت کیلئے بعض ماہر ڈاکٹر آیا کرتے تھے۔ انکے کہنے کے مطابق نور ہسپتال کی شہرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نور ہسپتال کے ڈاکٹر صاحبان علاج بھی کرتے ہیں اور مریضوں کی شفایابی کیلئے دعائیں بھی کرتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے علاج کروانے کیلئے مریض لدھیانہ، امرتسر، پٹیالہ، جالندھر وغیرہ سے بھی آتے تھے۔

محترم بشیر احمد صاحب درویش جو قادیان کے مغرب میں واقع گاؤں کا لاافغاناں کے رہنے والے تھے، تقسیم ملک سے قبل میونسپل کمیٹی قادیان کی طرف سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کی کوٹھی دارالسلام کی شمالی جانب دفتر وصولی چونگی میں محرر تھے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ میں آتے جاتے دیکھتا تھا کہ دور دور سے مریض نور ہسپتال میں علاج کیلئے آتے تھے۔ غیر احمدی مولوی جو جماعت کی شدید مخالفت کرتے تھے وہ بھی علاج کے لئے نور ہسپتال آتے تھے۔ تقسیم ملک کے وقت فسادات کے دوران مفسدہ پردازوں نے ہسپتال پر حملہ کرکے اس کو توڑ پھوڑ دیا قیمتی سامان اور طبی اوزار لوٹ لئے۔ بستر پر لیٹے بیماروں نیز زخمیوں کو زبردستی ہسپتال سے نکال دیا اور کچھ تو اسی حالت میں دم توڑ گئے۔

تقسیم ملک کا المناک سانحہ

اور نور ہسپتال کی خدمات

مؤرخہ 15/اگست 1947ء کو ہندوستان انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔ آزادی کا اعلان ہوتے ہی مشرقی پنجاب میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ قتل وغارت لوٹ کھسوٹ کا المناک سلسلہ شروع ہوگیا۔ فسادات کی آگ ہر چیز کو خاکستر کرتی چلی جارہی تھی۔ آخر فسادات کی آگ قادیان تک آپہنچی۔ یہاں بھی زبردست جانی و مالی نقصان ہوا۔ قادیان کے جن نفع رساں اداروں کو نقصان پہنچا ان میں سے ایک ''نور ہسپتال'' کی عمارت بھی تھی۔

ڈاکٹر غلام ربانی صاحب درویش جو اس وقت نور ہسپتال میں تھے، بتایا کرتے تھے 2/ اکتوبر 1947ء تک ''نور ہسپتال'' میں زخمیوں اور بیماروں کا علاج جاری رہا۔ مؤرخہ 3/اکتوبر 1947ء کو نور ہسپتال پر شر پسند مفسدہ پردازوں نے حملہ کرکے سب کچھ تباہ و برباد کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب بتایا کرتے تھے کہ ہم ایک دو کمروں میں بچا سامان رکھ کر تالا لگا کر محلہ احمدیہ میں آگئے۔

افسوس ہسپتال برباد کر دیا گیا ہے!

ساری دنیا کی احمدی جماعتوں نے دہلی حکومت کو خطوط اور برقیات بھجوائیں اور جماعت احمدیہ کے تاریخی ومقدس مقامات کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی۔ مرکزی حکومت نے حالات کا جائزہ لے کر صحیح رپورٹ پیش کرنے کے لئے دو وفود بذریعہ ہوائی جہاز قادیان بھجوائے۔ پہلا وفد ''نور ہسپتال کی بربادی کے تقریباً دو ہفتے بعد مؤرخہ 19/اکتوبر 1947ء کو پہنچا جس میں سارہ بائی کے ساتھ مسٹر کرشنا مورتی اور ڈاکٹر سوفٹ بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر سوفٹ جو خود ایک ڈاکٹر تھے محض نور ہسپتال کا جائزہ لینے آئے تھے۔ چنانچہ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے ان کو ہسپتال کے متعلق تازہ کوائف بتائے بعد ازاں ان کے ساتھ نور ہسپتال دیکھنے گئے۔ دیکھا تو تالے ٹوٹے پڑے تھے۔ قیمتی طبی سامان لوٹ لیا گیا تھا۔ اپریشن روم سے سب کے سب اوزار لُٹ چکے تھے۔ ڈاکٹر سوفٹ نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''افسوس ہسپتال برباد کر دیا گیا ہے۔''

بعد ازاں ڈاکٹر سوفٹ کے کہنے پر ہسپتال میں فوجی پہرہ لگا دیا گیا۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 10، صفحہ 359)

ڈاکٹر سوفٹ صاحب تو نور ہسپتال کی عمارت پر فوجی پہرہ لگا کر دہلی روانہ ہوگئے۔ مگر اس پہرے کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان تقریباً 58 سالہ نور ہسپتال کی تاریخی عمارت سے محروم ہوگئی۔ یہ وہی عمارت تھی جسے جماعت کے افراد نے ایک ایک پیسہ چندہ جمع کر کے تعمیر کروایا تھا۔ فوج نے اسے پنجاب حکومت کے سپرد کر دیا اور پنجاب حکومت نے اس پر سرکاری ہسپتال کا بورڈ لگا دیا۔ عرصہ دراز تک اس ہسپتال میں سرکار کی طرف سے کوئی ڈاکٹر نہیں آیا۔ مگر کسی نہ کسی طرح سرکاری قبضہ برقرار رہا۔ دوسری طرف صدر انجمن احمدیہ اس عمارت کا مطالبہ کرتی رہی تا کہ اس میں از سر نو حسب سابق نور ہسپتال جاری کیا جا سکے۔ 58 سال کی مسلسل کوششوں اور دعاؤں کے بعد اکتوبر 2005ء میں ''نور ہسپتال'' کی تاریخی عمارت جماعت کو واپس مل گئی۔ جب یہ عمارت ملی اس وقت سرکار کی بے اعتنائی کی وجہ سے عمارت انتہائی خستہ اور ناقابل استعمال ہو چکی تھی۔

نور ہسپتال کا احمدیہ شفاخانہ

کے نام سے از سر نو اجراء

☆احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) کے پہلے انچارج ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب

نور ہسپتال کی تباہی کے بعد اُس وقت قادیان میں کوئی ہسپتال یا ڈسپنسری باقی نہیں رہی تھی جہاں لوگ علاج و معالجہ کیلئے جاتے۔ جب اس صورتحال کی اطلاع حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کو قادیان بھجوایا۔ آپ کا خاندان امرتسر کا رہنے والا تھا جو کہ کوئٹہ میں جا کر آباد ہوا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب انتہائی مخدوش حالات میں قادیان پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب نے احسان علی صاحب والی دکان میں احمدیہ شفاخانے کا اجراء کیا۔ ''نور ہسپتال'' کے نام سے مصلحتاً ہسپتال شروع نہ کیا۔ ورنہ حکومت یہ کہتی کہ جماعت نے تو کسی اور عمارت میں نور ہسپتال شروع کر لیا ہے لہٰذا عمارت دینے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی حکمت اور دانشمندی سے ہسپتال شروع کیا۔ رات دن مریضوں کا علاج کیا۔ آپ ایک کامیاب معالج اور ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے غیروں میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کرنے لگے۔ کم وبیش تین ماہ طبی خدمات بجالانے کے بعد آپ واپس لاہور چلے گئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے انکے بارے میں تحریر فرمایا کہ:

''ڈاکٹر میجر محمود احمد قادیان گئے اور کم وبیش تین ماہ تک قادیان میں رہ کر نہایت اخلاص اور محبت اور خاموشی کے ساتھ بیمار درویشوں کی خدمت سرانجام دی اور یہ ان کی مخلصانہ خدمات کا نتیجہ تھا کہ مخالفت کے باوجود بہت سے ہندو اور سکھ بھی ان سے علاج کروانے کیلئے ہماری ڈسپنسری میں آتے رہے.....حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت جنوری 1948ء میں لاہور واپس چلے گئے۔''

(بحوالہ روزنامہ الفضل لاہور 23؍اگست 1948ء)

احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) کے دوسرے انچارج: کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب

ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر قادیان سے روانہ ہوگئے اور ہسپتال پھر کسی سند یافتہ ڈاکٹر کا محتاج ہوگیا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کی تحریک پر مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کو قادیان بھجوایا گیا جو 12؍جنوری 1948ء کو قادیان پہنچے اور احمدیہ شفاخانہ کے انچارج مقرر ہوئے۔ آپ ملٹری میں بطور ڈاکٹر کام کرنے کے بعد ریٹائر ہوئے تھے۔

محلہ احمدیہ کی ناکہ بندی کے خاتمہ میں احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) کا کردار

قادیان کے بعض شر پسند عناصر نے درویشوں کو قادیان سے جانے پر مجبور کرنے کیلئے محلہ احمدیہ کی مکمل ناکہ بندی کر دی اور یہ اعلان ہوگیا کہ محلہ احمدیہ میں کوئی نہیں جائے گا۔ قادیان کے دکانداروں میں سے کوئی بھی انہیں سودا سلف نہیں دے گا۔ نہ کوئی انہیں دودھ سبزی دالیں وخورد ونوش کی اشیاء فروخت کرے گا۔ یہ مقاطعہ 7؍جنوری 1948ء سے شروع ہوا اور 26؍جنوری 1948ء تک جاری رہا۔ اس صورتحال میں کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کو چارج لیتے ہی مقاطعہ کا سامنا کرنا پڑا جو روز بروز طویل ہوتا چلا جارہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف دہ مقاطعہ کے خاتمہ کا یہ ذریعہ بنایا کہ ڈاکٹر صاحب بائیکاٹ کے ایام میں چند دوستوں کے ہمراہ بہشتی مقبرہ دعا کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں موضع ننگل کی ایک سکھ بڑھیا آئی اور کہا تم لوگ نیک لوگ ہو۔ اس مقدس مزار پر کھڑے ہو۔ میرا داماد سخت بیمار ہے اس کی شفا کیلئے دعا کرو۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ مائی! ہم دعا بھی کریں گے، لیکن تم اپنے داماد کو میرے پاس لے کر آؤ۔ ناکہ بندی کی مشکلات کے پیش نظر دوسرے دن وہ اپنے داماد کو چارپائی پر اٹھا کر بہشتی مقبرہ کے گیٹ تک لے آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے وہاں جا کر مریض کو دیکھا اور ایک درویش کے ذریعہ دوا بھی بھجوائی۔ دو تین روز بعد مریض کو افاقہ ہوگیا اور بڑھیا ناکہ بندی والوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے پاس احمدیہ شفاخانہ میں آگئی اور دو تین روز بعد اس کا داماد دو تین مریضوں کو ساتھ لے کر آگیا۔ اور چند ہی روز بعد آس پاس کے غیر مسلم مہاجر بھی آنے شروع ہوگئے۔ پندرہ روز کے اندر اندر غیر مسلم مریضوں کی تعداد تیس چالیس تک پہنچ گئی۔ اس طرح بائیکاٹ عملاً بیکار ہو کر رہ گیا اور مریضوں کی آمد کے ساتھ ساتھ بعض غیر مسلم دودھ، سبزی و دیگر ضروریات زندگی بیچنے کیلئے آنے لگے۔ ان ایام میں ڈاکٹر اور دوسرے درویش محلہ احمدیہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ جوں جوں مریض زیادہ آنے لگے۔ ان میں سے بعض کو دیکھنے کیلئے ان کے گھروں میں جانا پڑتا اور اس کیلئے خاص اہتمام کرنا پڑتا۔ پہلے ڈاکٹر صاحب چند دوستوں کو ساتھ لے کر مریضوں کو دیکھنے ان کے گھروں میں جاتے۔ لیکن آہستہ آہستہ خطرہ دور ہوتا گیا اور پھر ڈاکٹر صاحب نے اکیلے ہی جانا شروع کر دیا۔

ماہ مئی 1948ء کے بعد شفا خانہ کے ساتھ والی دوکان شامل کر کے اس کی توسیع عمل میں آئی لیکن چند روز بعد جب یہ جگہ بھی ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ والا مکان خالی کروالیا گیا۔ اس کی نچلی منزل میں دو کمروں میں دفتر کنسلٹیشن، ڈریسنگ، ڈسپنسنگ، آپریشن روم کیلئے علیحدہ علیحدہ کمرے بنالئے گئے۔ بالائی منزل میں دو کمروں کو درویشوں کیلئے بطور رہائش بنالیا گیا اور باقی حصہ میں دو ڈسپنسر اور ایک مددگار کارکن کی رہائش کا انتظام کر دیا گیا۔

جوں جوں اردگرد کے علاقہ میں شفاخانہ کی شہرت پھیلتی گئی مریض بھی بکثرت آنے لگے۔ بعض غیر مسلم دور دور سے محض اس غرض سے آتے تھے کہ قادیان میں مسلمانوں کو دیکھ آئیں گے اور دوا وغیرہ بھی لیتے آئیں گے اور پھر تو خدا تعالیٰ کے فضل سے آہستہ آہستہ ایسی شہرت حاصل ہوگئی کہ پورے ضلع گورداسپور ضلع امرتسر اور شہر امرتسر سے بھی مریض آنے لگے۔

احمدیہ شفاخانہ کے قیام کے وقت ڈاکٹر صاحب کے پاس دو اشخاص بطور ڈسپنسر کام کرتے تھے۔ دو تین ماہ بعد ایک صاحب پاکستان چلے گئے۔ چونکہ کام زیادہ تھا اس لئے ایک درویش محمد احمد صاحب نسیم مالاباری کو ڈسپنسنگ کی ٹریننگ کے لئے شفاخانہ میں رکھ لیا گیا۔ ایک اور درویش مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر کو کام پر لگایا جو بہت جلد کام سیکھ کر شفاخانہ کے لئے مفید وجود ثابت ہوئے۔ مکرم غلام ربانی صاحب، مکرم ملک بشیر احمد صاحب اور مکرم محمد احمد صاحب مالاباری کو بطور ڈسپنسر کام کرنے کا موقع ملا۔ کیونکہ قادیان میں کوئی لیبارٹری نہ تھی اور مختلف ٹسٹ کیلئے مریض کو امرتسر بھجوانا پڑتا تھا۔ اس لئے 1951ء کے شروع میں ایک مائیکروسکوپ اور لیبارٹری کا ضروری سامان خرید کر چھوٹے پیمانے پر لیبارٹری کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔

نور ہسپتال کے ازسرنو اجراء میں اور اسے ترقی دینے میں میجر ڈاکٹر محمود احمد صاحب مرحوم اور کیپٹن بشیر احمد صاحب کا بہت بڑا دخل ہے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 66،67)

آپ کے بارے میں محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. نے تحریر فرمایا کہ:

'' آپ کی شفقت و مروت کا یہ اثر ہے کہ دور ونزدیک کے ہندو سکھ آج تک ان کو یاد کرتے انکا نام عزت واحترام سے لیتے ہیں۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 64)

احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) کے تیسرے انچارج: محترم ڈاکٹر غلام ربانی صاحب

ڈاکٹر غلام ربانی صاحب کا ذکر قبل ازیں گزر چکا ہے۔ آپ کی طبی خدمات کا سلسلہ نومبر 1946 میں اُس وقت سے شروع ہوا جب کہ آپکو قدیمی نور ہسپتال میں کمپاؤنڈر مقرر کیا گیا۔ تشخیص مرض کی مہارت رکھتے تھے۔

محترم ڈاکٹر غلام ربانی صاحب نے 7؍جولائی 1955ء کو بحیثیت انچارج احمدیہ شفاخانہ اپنی خدمات کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ اکیس (21) سال تک مریضوں کا علاج کرتے رہے۔ آپ کے ساتھ محترم محمد احمد صاحب نسیم مالاباری بطور کمپاؤنڈر خدمت بجا لاتے تھے اور ان کے معاون مرزا محمد اقبال صاحب تھے۔ تینوں بزرگان مریض کے علاج کے ساتھ ساتھ ان کیلئے دعائیں بھی کیا کرتے تھے۔ بجٹ کی کمی کی وجہ سے دوائیاں تو زیادہ نہ ہوتی تھیں مگر جو ہوتی تھیں اُن میں ہی اللہ تعالیٰ شفا رکھ دیتا تھا۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک مضمون بعنوان ''قادیان میں احمدیہ شفاخانہ جماعت احمدیہ کی رواداری اور خدمت خلق کا نمونہ'' میں تحریر فرمایا کہ: ''صدر انجمن احمدیہ قادیان نے اپنے نہایت ہی محدود ذرائع اور غیر معمولی مخالفانہ حالات کے باوجود انسانی ہمدردی کی جماعت کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے ملکی تقسیم یعنی 1947ء سے اپنی طرف سے ایک خیراتی شفا خانہ کھول رکھا ہے جو کہ احمدیہ شفا خانہ کے نام سے موجود ہے۔ فسادات 1947ء سے پہلے انجمن کی طرف سے جدید آلات سے مکمل طور پر آراستہ ایک ہسپتال نور ہسپتال کے نام سے قائم تھا جو اب سرکاری ہسپتال کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ چونکہ یہ ہسپتال حکومت وقت کے قبضہ میں جا چکا تھا۔ اس لئے جماعت احمدیہ نے اپنے محلہ میں ایک موزوں بلڈنگ میں خیراتی شفاخانہ کا انتظام کر دیا جو کہ اُس وقت سے ہر مذہب وملت کیلئے یکساں طور پر نہایت ہمدردی کے ساتھ طبی امداد پہنچاتا چلا آرہا ہے۔ 20؍دسمبر 1959 کو ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر گورداسپور نے شفاخانہ کا معائنہ کرنے کے بعد اپنے جو تاثرات انگریزی میں لکھے ہیں اُنکا اردو ترجمہ یوں ہے۔

میں نے آج احمدیہ ہسپتال قادیان کا معائنہ کیا۔ یہ شفاخانہ بہت صاف ستھرا پایا گیا، ادویات باقاعدہ ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں اور ان پر باقاعدہ لیبل لگے ہوئے ہیں۔ نئے مریضوں کی حاضری قریباً دس ہزار ہے۔ یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ادارہ لوگوں میں بہت ہردلعزیز ہے اور یہ شہر کے مرکز میں مناسب موقع پر بھی ہے۔ یہ ہسپتال تمام مذاہب واقوام کے لوگوں کیلئے کھلا ہے اور بڑی عمدگی سے مفید خدمت پبلک کی کر رہا ہے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے

تعلقات لوکل سرکاری ہسپتال اور لوکل ڈاکٹر صاحبان سے بہت اچھے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر پریتم سنگھ صاحب انچارج نور ہسپتال (سرکاری) قادیان اور ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب، ڈاکٹر رنجن سنگھ، ڈاکٹر جگن ناتھ صاحب خاص طور پر تعاون کرتے رہتے ہیں۔ہسپتال میں ان ڈور اور آؤٹ ڈور مریضوں کے علاج کرنے کے علاوہ قادیان شہر اور دیہاتوں میں بھی مریضوں کو دیکھنے کا اکثر موقع ملتا ہے۔خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی طرف سے باوجود محدود ذرائع اور فنڈ کے خدمت خلق کا بہترین طریق جاری ہے۔قادیان اور اردگرد کے دیہات پر اسکا اچھا اثر ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ بنی نوع انسان کی بہتر رنگ میں خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(بحوالہ اخبار بدر 14 / دسمبر 1961ء)

احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) کے چوتھے انچارج: ڈاکٹر سید منور علی صاحب

ڈاکٹر سید منور علی صاحب کا اصل وطن علی پور کھیڑا ضلع مین پوری صوبہ یوپی تھا۔آپ کو خود تحقیق کرکے احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی تھی۔ آپ نے علی گڑھ سے BUMS (AL) کی سند حاصل کی تھی۔سن 1976 میں ڈاکٹر غلام ربانی صاحب کے ریٹائر ہونے کے بعد آپ انچارج احمدیہ شفا خانہ (نور ہسپتال) مقرر ہوئے۔کم و بیش چودہ سال آپ کو خدمت کا موقع ملا۔

مکرم (ڈاکٹر) نصیر الدین قمر صاحب سن 1977ء سے سن 1983ء تک احمدیہ شفا خانہ میں بطور کمپاؤنڈر خدمت بجالاتے رہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اس عرصہ میں تقریباً یک صد سے ڈیڑھ صد مریض ہر روز علاج کی غرض سے آتے تھے۔غیر مسلموں کی تعداد کافی ہوتی تھی۔سبھی مریضوں کا ریکارڈ رجسٹر میں رکھا جاتا تھا۔چھوٹا سا شفاخانہ تھا۔غیر مسلم مریض اسی وجہ سے احمدیہ شفاخانہ میں آتے تھے کہ ان کا بہتر علاج ہوتا تھا اور انکو شفا جلد ملتی تھی۔جبکہ قادیان میں سرکاری ہسپتال اور دو تین پرائیویٹ ڈاکٹر جو کہ اچھے تعلیم یافتہ تھے موجود تھے۔محترمہ سرجیت کور صاحبہ نرس کے طور پر احمدیہ شفا خانہ میں ملازمت کرتی تھیں نور محمد صاحب پونچھی درویش بطور مددگار کارکن خدمت بجالاتے تھے۔آپ کو شفاخانہ کی صفائی کا بہت خیال رہتا تھا۔خود بھی سادہ طبیعت اور صفائی پسند تھے۔''

(بحوالہ مکتوب مؤرخہ 2017-05-05)

ڈاکٹر منور علی صاحب کے ریٹائر ہونے کے بعد کچھ ماہ تک سید بشارت احمد صاحب احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) میں بطور قائمقام انچارج خدمت بجالاتے رہے۔اگرچہ آپ باقاعدہ سند یافتہ ڈاکٹر نہ تھے مگر ہسپتال میں طویل عرصہ تک خدمت کرنے کے نتیجہ میں اتنے ماہر ہو چکے تھے کہ معمولی نوعیت کے مریضوں کا علاج بخوبی کرسکیں۔

احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) کے پانچویں انچارج: مکرم ڈاکٹر طارق احمد صاحب

مکرم ڈاکٹر طارق احمد صاحب کا اصل وطن چودا کولاٹ ضلع کٹک صوبہ اڈیشہ ہے۔ ایم.بی.بی.ایس.کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ سرکاری ملازمت میں چلے گئے۔غانا افریقہ میں سند یافتہ ماہر ڈاکٹر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ نے زندگی وقف کی اور سرکاری ملازمت کو خیر باد کہہ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی جاری کردہ ''نصرت جہاں اسکیم'' کے تحت 26 / جون 1977 کو غانا پہنچ گئے۔ وہاں اپنی دعاؤں اور محنت کی وجہ سے ایک مشہور و مقبول ڈاکٹر کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔خدمات کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) قادیان میں ایک سند یافتہ ماہر ڈاکٹر کی ضرورت محسوس ہوئی۔چنانچہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی درخواست پر ڈاکٹر طارق احمد صاحب کا تقرر مورخہ 7 / مئی 1991 کو بطور انچارج احمدیہ شفا خانہ ہوا۔آپ نے اپنی دعا،محنت اور تجربہ کی بنا پر ''احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال)'' کو اعلیٰ درجے تک پہنچادیا۔ہسپتال میں آنے والے مریضوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی دست شفا بھی عطا فرمایا ہے۔ اسکی بدولت اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہونے والے مریضوں کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہونے لگا۔

محترم ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب

محترم ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب کی پیدائش 15 / فروری 1947ء میں بمقام ہبلی کرناٹک میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم کے مراحل طے کرنے کے بعد 1975ء میں آپ نے ہبلی کرناٹک سے MBBS کی ڈگری حاصل کی۔بعدازاں آپ قادیان اور اسکے نواحی علاقوں میں بطور سرکاری ڈاکٹر خدمت بجالاتے رہے۔

نور ہسپتال میں ملازمت کا سلسلہ 2007 سے شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ایک کامیاب اور تجربہ کار معالج ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیماری کی تشخیص اور پھر اس کے مناسب علاج کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں مریض آپ کے علاج سے شفایاب ہو چکے ہیں اور ابھی بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو مقبول طبی خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔آمین۔

مکرمہ ڈاکٹر رافعہ خاتون صاحبہ مرحومہ

مکرمہ ڈاکٹر رافعہ خاتون صاحبہ مرحومہ (اہلیہ ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب) کو بھی نور ہسپتال قادیان (احمدیہ شفاخانہ) میں بطور ڈاکٹر خدمت بجا لانے کا موقع ملا۔آپ نے نور ہسپتال میں 1997ء میں خدمت کا سلسلہ شروع کیا جو بروز وفات 6 / جنوری 2004ء تک جاری رہا۔مستورات اور بچوں کا علاج بڑی ہمدردی سے کرتی رہیں۔آپ ایک دعا گو تہجد گزار خاتون تھیں۔اپنے مریضوں کیلئے دعائیں کیا کرتی تھیں۔

آپ محترم محمد عقیل صاحب قریشی آف شاہجہان پور کی بیٹی تھیں۔آپ نے MBBS کنگ جارج میڈیکل کالج (لکھنؤ) سے پاس کی تھی۔ پھر زنانہ امراض کی تعلیم کیلئے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے D.G.O کی ڈگری حاصل کی۔شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ قطر چلی گئیں۔آپ سے علاج کروانے والی ہندو، سکھ خواتین آپکو اب بھی یاد کرتی ہیں۔اور آپ کی دعاؤں ،ہمدردی اور محبت کا خصوصی ذکر کرتی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی نور ہسپتال کے متعلق ہدایات

دسمبر 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے۔ آپ احمدیہ شفاخانہ (نور ہسپتال) کی قدیمی عمارت کے معائنہ کیلئے بھی تشریف لے گئے اور منتظمین کو بہت سی تبدیلیوں کے بارے میں ہدایت فرمائی۔

ہسپتال کی پرانی عمارت وسیع کرنے کے باوجود ہسپتال کے تقاضوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے میں ناکافی ہوتی چلی جارہی تھی۔نور ہسپتال اصل قدیمی عمارت کے واپس ملنے کے بھی کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہسپتال کی جدید عمارت تعمیر کرنے کیلئے مناسب مقامات تجویز کرکے بھجوانے کی ہدایت فرمائی۔ جائزہ کے بعد حضورؒ نے ریتی چھلہ میں جدید عمارت تعمیر کرنے کی منظوری مرحمت فرمائی۔

نور ہسپتال کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد

قادیان شہر کے وسط میں صدر انجمن احمدیہ کا ایک رقبہ تقریباً 50 کنال موجود تھا۔ اسکا نام ریتی چھلہ تھا۔اپنے محل وقوع کے اعتبار سے یہ رقبہ بہت ہی اہم اور قیمتی تھا۔

1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے۔آپ صبح صبح سیر کیلئے قادیان کے مختلف محلہ جات میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ایسی ہی ایک سیر کے موقعہ پر آپ کی دوربین نگاہوں نے ''ریتی چھلہ'' کے رقبہ کو نور ہسپتال کی جدید عمارت کی تعمیر کیلئے منتخب فرمایا۔نقشوں وغیرہ کی منظوری اور دوسری کارروائیاں مکمل ہونے کے بعد مورخہ 8 / نومبر 1998ء کو نور ہسپتال کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

خلافت خامسہ کا بابرکت دور اور نور ہسپتال کی ترقیات

نور ہسپتال کی جدید عمارت کے آخری مراحل، حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق پایۂ تکمیل کو پہنچے۔مورخہ 4 / جنوری 2006ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نور ہسپتال کی جدید عمارت کے معائنہ کیلئے تشریف لے گئے۔نور ہسپتال کی ساری عمارت اس وقت انتہائی بابرکت اور مبارک ہوئی جب اس عمارت کے ہر حصے کو حضور انور کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ہسپتال کی فضا حضور انور کی دعاؤں اور شفقت بھری نظروں سے بابرکت اور معطر ہوگئی۔نور علیٰ نور کا منظر تھا۔

اس موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''رجسٹر زائرین'' پر اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ:

''الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ جماعت نے حضرت مسیح موعودؑ کی اس بستی میں ایک بہت خوبصورت اور بڑا ہسپتال تعمیر کیا۔یہ ہسپتال اس پرانے ہسپتال کی یاد میں ہی تعمیر کیا گیا ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے نام سے موسوم تھا۔اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے تمام زندگی خدمت خلق کے جذبے سے انسانیت کی خدمت کی۔انکی بیماریوں اور تکلیفوں کے نہ صرف دوائیوں سے علاج کئے بلکہ اپنے امام حضرت مسیح موعودؑ اور آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی میں دعاؤں سے بھی مریضوں کی مدد کی۔مکرم ڈاکٹر طارق صاحب کو میں نے گھانا میں دیکھا ہے اسی جذبے سے مریضوں کی خدمت کرتے رہے ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ

اپنے اس جذبے کو ہمیشہ اور یہاں بھی جاری رکھیں اور نئے آنے والے ڈاکٹرز بھی خدمتِ خلق اور خدمتِ انسانیت کے جذبے کے ساتھ خدمات سرانجام دیتے رہیں۔اسی طرح پیرامیڈیکل اسٹاف بھی مریضوں کے دکھوں کو محسوس کرنے والا ہو۔اور حضرت مسیح موعودؑ کے اصل ارشاد پر عمل کرنے والے ہوں ’’کہ حقوق العباد ادا کرنے کی طرف توجہ دو۔‘‘

از راہ شفقت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 13 جنوری 2006ء کو دوسری بار نور ہسپتال تشریف لے گئے اور ہسپتال کی LOBBY میں نصب تختی کی نقاب کشائی فرمائی۔تختی کا عکس درج ذیل ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر
افتتاح نور ہسپتال قادیان
بدست مبارک
سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
مورخہ 13 جنوری 2006ء
بروز جمعۃ المبارک

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں اور تشریف آوری کے بعد نور ہسپتال میں خدمت انسانیت کے زیادہ مواقع میسر آنے لگے۔قادیان اور اس کے گرد ونواح سے آنے والے مریضوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔نور ہسپتال سے شفایاب ہونے والوں نے دور دور تک اس کی تشہیر کر دی۔اس وقت نور ہسپتال میں درج ذیل شعبہ جات بنی نوع انسان کی طبی خدمات میں مصروف ہیں۔

ENT
Opthalmic
(Visiting Doctors from Outside)
Orthopedic
(Visiting Doctors from Outside)
Ultrasonography
DENTAL
Physiotherapy
(Visiting Physiotherapist)
X-Ray & E.C.G
Laboratory
Cardiology
(Visiting Doctors from Outside)
Nephrology
(Staff from Davita USA based)
Homoeopathic Department

اس شعبہ کے تحت تین مستقل ڈاکٹر خدمت بجالا رہے ہیں۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ محترم ڈاکٹر عبد الرشید صاحب بدر کو 2006ء سے اپریل 2017ء تک نور ہسپتال میں طبی خدمات بجالانے کا موقع ملا۔اسی طرح ان کی اہلیہ مکرمہ ڈاکٹر فاطمہ بدر صاحبہ مرحومہ بھی 2006ء سے ہفتے میں ایک یا دو بار نور ہسپتال میں تشریف لا کر مریضوں کا علاج کرتی رہیں۔

نور ہسپتال میں ہومیوپیتھی کے ذریعہ خدمت خلق

1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے اور ایک ہومیوپیتھی ڈسپنسری کھولنے کی ہدایت فرمائی۔چنانچہ تعمیل ارشاد میں نظارت علیاء میں ڈسپنسری کھولی گئی اور یہ محدود سطح پر مخلوق خدا کی خدمت کرنے لگی۔اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیش نظر اس کو نظامت وقف جدید کے زیر انتظام حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کے شہر والے مکان کے جنوبی دو کمروں میں مزید وسعت دی گئی اور سید داؤد احمد صاحب (واقف زندگی) کو اس کا انچارج مقرر کیا گیا۔ڈاکٹر منصورہ الہ دین صاحبہ (جو محترم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب مرحوم سابق صدر صدر انجمن احمدیہ کی صاحبزادی اور مکرم رشید احمد طارق صاحب کی اہلیہ ہیں) نے اس ڈسپنسری میں بنی نوع انسان کی خدمت کا سلسلہ شروع کیا۔آپ سند یافتہ ہومیوپیتھی ڈاکٹر اور ماہر طبیبہ ہیں اور ابھی تک قادیان اور اس کے گرد ونواح کے مریضوں کا علاج کر رہی ہیں۔آپ کے علاوہ ڈاکٹر عطیۃ القدوس گھنو کے صاحبہ بنت مکرم منظور احمد صاحب گھنو کے درویش مرحوم اور بعض دوسرے خدام کو بھی خدمت کا موقع ملتا رہا۔روزانہ پچاس سے ایک صد مریض آتے رہے۔ان میں ایک مریضہ کو ڈاکٹر لا علاج قرار دے چکے تھے جسے اس ڈسپنسری سے علاج اور دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر شفا دی۔

مریضوں کے علاج و معالجہ کی مناسبت سے ہومیوپیتھی ڈسپنسری کا تعلق نور ہسپتال (احمدیہ شفاخانہ) سے ہی ہونا چاہئے تھا تا کہ مریضوں کو دو جگہ نہ جانا پڑے۔مگر وہاں جگہ کی قلت کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔جب 2005ء میں احمدیہ شفا خانہ نور ہسپتال کی جدید عمارت میں منتقل ہوا تو ہومیوپیتھی ڈسپنسری وہاں منتقل ہوگئی۔

ڈاکٹر سید سعید احمد صاحب انچارج ہومیوپیتھی ڈیپارٹمنٹ بھارت نے بتایا کہ ’’ہومیوپیتھک کے علاج کا دائرہ اتنا وسیع ہوا ہے کہ پہلے سالانہ 15-20 ہزار مریض آتے تھے۔اب سالانہ 70 ہزار سے زائد مریض علاج کیلئے آتے ہیں اور شفایاب ہو رہے ہیں۔اس وقت قادیان کے علاوہ قادیان کے اردگرد کے دوست اور دور دراز کے علاقوں سے مثلاً جالندھر،امرتسر،ہوشیار پور،گورداسپور وغیرہ شہروں اور دیہاتوں کے مریض آکر علاج کراتے ہیں اور غریب طبقہ کے علاوہ امیر طبقہ کے لوگ بھی علاج کے لئے آتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس علاج میں اس قدر برکت عطا فرمائی ہے کہ بعض ایسے مریض بھی ہمارے پاس علاج کیلئے آئے جنہیں ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے کر جواب دے دیا تھا۔مثلاً بچوں کے دل میں سوراخ ہونے پر 5 سے 6 لاکھ روپے تک آپریشن میں خرچ ہوتا ہے لیکن پھر بھی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی،ایسے مریض ہمارے پاس علاج کے لئے آئے۔ایک قادیان سے دوسرا ہوشیار پور،تیسرا راؤلکیلہ صوبہ اڈیشہ اور چوتھا لیل کلاں نزد قادیان سے تھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے چاروں ہومیوپیتھی علاج سے شفایاب ہوئے ہیں۔الحمدللہ۔

اسی طرح اڈیشہ کا ایک ہندو جو کینسر کا مریض تھا اور ممبئی کینسر انسٹی ٹیوٹ میں علاج کیلئے گیا تھا اور اپنی اس موذی بیماری سے بہت پریشان حال تھا۔ہمارے ممبئی کے مربی سلسلہ سے ملاقات ہوئی۔موصوف نے اس ہندو دوست کو میرا فون نمبر دیا جس پر اس دوست نے مجھ سے رابطہ کیا اور اپنی بیماری کی تفصیل بتائی۔خاکسار نے اسکو بعض ادویات ہومیوپیتھک کی تجویز کر کے بتائی۔جسے وہ استعمال کرتا رہا۔اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور انور کی دعاؤں کے نتیجہ میں وہ مکمل شفایاب ہوا اور اب دوسرے دوستوں کو بھی اس علاج کی تحریک کرتا رہتا ہے۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ نور ہسپتال قادیان کو مزید ترقیات سے نوازتا چلا جائے اور یہ ہسپتال ہر خاص و عام کیلئے شفا کا مرکز بنا رہے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

حدیث نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اس وقت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں لوحِ محفوظ میں خاتم النبیین قرار پایا ہوں جب کہ آدم ابھی تخلیق کے مراحل میں تھے۔ (مسند احمد)

کلام الامام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کیلئے سب سے اوّل تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ۔‘‘ (ملفوظات جلد 4،صفحہ 615)

جس شخص کا وفات کے وقت آخری بول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہوگا وہ سیدھا جنّت میں جائے گا

جب کوئی انسان اپنے کسی رشتہ دار کی
وفات پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرواتا ہے اور اس کا نام بیت الحمد رکھتا ہے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

✿ حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وفات کے وقت آخری بول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) ہوگا وہ سیدھا جنّت میں جائے گا۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز)

✿ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے بچہ کو وفات دیتا ہے تو اپنے ملائکہ سے کہتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچّے کی رُوح قبض کی، اس پر فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں ہمارے اللہ! پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کی کلی توڑ لی۔ فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں، ہمارے اللہ! پھر وہ پوچھتا ہے۔ اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے تم میرے اس صابر وشاکر بندے کے لئے جنّت میں ایک گھر تعمیر کرواور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْد رکھو۔

(ترمذی، کتاب الجنائز)

جماعت احمدیہ کی طبی خدمات

(عطاء المجیب لون، نائب ناظر نشر و اشاعت قادیان)

خدمت انسانیت کا عالمی منشور

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اسلام کی بنیادی تعلیم اور اس کا مغز ہے۔ ان میں سے ہر ایک حق بندگی ادا کرنے کیلئے جزو لاینفک ہے۔ پہلے کے بغیر دوسرا ادھورا ہے اور دوسرے کے بغیر پہلا۔ خدمت انسانیت کا عالمی منشور عطا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو یوں مخاطب فرمایا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورۃ ال عمران:111) تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کیلئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اسی عالمی منشور کی طرف ایک موقع پر سیدنا و امامنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک بہت ہی پیاری تمثیل کے ذریعہ توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک حدیث قدسی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ وہ کہے گا: اے میرے رب میں کیسے تیری عیادت کرتا تو تو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ اللہ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اسکی عیادت نہ کی۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ وہ کہے گا اے میرے ربّ میں کیسے تجھ کو کھانا کھلاتا تُو تو ربّ العالمین ہے اللہ فرمائے گا کیا تجھے پتا نہیں کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو مجھ کو وہاں موجود پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ بندہ کہے گا میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو ربّ العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا تجھ سے میرے ایک بندے نے پانی مانگا تھا تو نے اسے پانی نہ پلایا۔ اگر تو اسے پانی پلاتا تو مجھ کو وہاں موجود پاتا۔‘‘

(مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب، باب 13)

اس زمانہ کے امام سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی جماعت احمدیہ ہمدردی خلق کو انسان کی ایک بڑی بھاری ذمہ داری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ہر شخص کو ہر روز اپنا مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پروا کرتا ہے اور کہاں تک وہ اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور سلوک کرتا ہے۔ اس کا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 215)

آپ علیہ السلام کی طبی خدمات کے متعلق حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ ایک واقعہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کیلئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کیلئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مؤمن کو ان کاموں میں سست اور بے پروانہ ہونا چاہئے۔‘‘ (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، مصنفہ حضرت عبد الکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 36)

دُعا ایک امتیازی خاصہ

جماعت احمدیہ کی طبی خدمات کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ خدمت کرنے والے کیا ڈاکٹرز اور کیا افراد سب دوا کے ساتھ ساتھ دُعا سے بھی کام لیتے ہیں اور اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصائح کے عین مطابق طبی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔ اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے لیکن یاد رکھو کہ مؤثر حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلا دیتا ہے اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتا دیتا ہے۔ یہ اس کا فضل ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ 53، بدر مورخہ 9 اگست 1906ء)

قرآن و حدیث اور بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے مذکورہ بالا ارشادات اور اُسوہ کے عین مطابق جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ دنیا کے ہر کونے میں انسانیت کی خدمت کی توفیق عطا کر رہا ہے۔ خدمت خلق کے ضمن میں بیمار اور مریض لوگوں کی دیکھ بھال اور اُن کے علاج کے لئے سہولت فراہم کرنا مخلوق کی بہت بڑی خدمت ہے۔ دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو بیمار ہیں لیکن اُن کو طبی سہولیات میسر نہیں ہیں اور اسکی وجہ سے روزانہ ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں ایسے بیمار لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق اور سعادت عطا فرمائی ہے کہ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر جہاں جہاں بھی دنیا میں احمدی موجود ہیں وہ حسب استطاعت ایسے مریضوں اور بیماروں کی مدد اور خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اُن کے علاج کے سلسلہ میں اُن کی مدد کرتے ہیں یا جس ذریعہ سے بھی ممکن ہو اُن کی عیادت اور خدمت کی توفیق پاتے ہیں۔ الحمد للہ۔

ہندوستان میں طبی خدمات

☆ نور ہسپتال قادیان

نور ہسپتال کے متعلق ایک مضمون اسی شمارہ میں شامل اشاعت ہے جس میں اس کی خدمات کا تفصیلی ذکر ہے۔

☆ قدرتی آفات کے وقت

خدام الاحمدیہ کی بے لوث خدمات

سن 2001ء میں ہندوستان کے صوبہ گجرات میں زلزلہ سے تباہی آئی اور ہزاروں لوگ بے گھر ہو گئے اور لاکھوں افراد لقمہ اجل بن گئے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیم خدام الاحمدیہ نے بے لوث خدمات سرانجام دیں۔ زخمیوں اور بیماروں کے لئے فری میڈیکل کیمپ لگائے گئے۔ ضرورتمندوں کو خورد و نوش کی اشیاء دی گئیں غرض ہر لحاظ سے کئی دن تک جماعت احمدیہ کی ٹیم نے جس میں بالخصوص جماعت کے نوجوان شامل تھے، گجرات کے متاثرہ علاقوں میں کیمپ لگا کر دکھی انسانیت کی مدد کی۔

سن 2006ء میں کشمیر میں آئے زلزلہ میں خدام الاحمدیہ نے زلزلہ سے متاثر افراد کی بغیر کسی تفریق کے ہر ممکن مدد کی اور علاج معالجہ کی مفت سہولیات پہنچائی گئیں۔ ہزاروں لوگوں کے درمیان کمبل اور ضروریات زندگی کی اشیاء تقسیم کی گئیں۔ اسی طرح 2014ء میں صوبہ کشمیر سیلاب سے متاثر ہوا۔ اس موقع پر خدام الاحمدیہ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ہومیوپیتھی اور ایلوپیتھی میڈیکل کیمپس لگائے گئے اور ضرورتمندوں کو طبی سہولیات فراہم کی گئیں۔

ماہ اپریل 2015ء میں نیپال میں قیامت خیز زلزلہ آیا جس کے نتیجے میں لاکھوں افراد متاثر ہوئے اس موقع پر بھی ہیومینٹی فرسٹ نے مسلسل کئی دنوں تک میڈیکل کیمپس لگائے۔

صوبہ تاملناڈو کا شہر چنئی نومبر 2015ء میں سیلاب سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوا۔ اس موقع پر مقامی خدام الاحمدیہ کی ٹیم نے ہیومینٹی فرسٹ کے ساتھ مل کر طبی سہولیات میسر کرائیں۔

اگست 2016ء میں صوبہ بہار کے کئی علاقوں میں شدید سیلاب کے باعث عوام الناس کافی متاثر ہوئے۔ اس موقع پر خدام الاحمدیہ کی ٹیم نے ہزاروں لوگوں کو علاج معالجہ کی سہولیات فراہم کیں اور مفت ادویات تقسیم کیں۔

جنوری 2017ء میں شملہ کے ایک

گاؤں میں آگ لگنے کی وجہ سے بہت سے مکانات برباد ہوگئے اور عام زندگی متاثر ہوئی۔ اس موقع پر بھی خدام الاحمدیہ کی ٹیم نے وہاں 300 سے زائد گھرانوں کے متاثرین کو علاج معالجہ کی سہولت فراہم کی۔

☆میڈیکل کیمپس کا انعقاد

سن 1992ء میں جب ملک میں جگہ جگہ فسادات برپا ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں جماعت احمدیہ نے ممبئی کے متاثرہ علاقہ میں کئی مقامات پر اپنے کیمپ لگائے۔ ان کیمپس میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں اور ضرورت کی اشیاء اور ادویات مفت تقسیم کیں۔

سن 2015ء میں کرناٹک میں جماعت احمدیہ کے افراد بالخصوص نوجوانوں نے عطیہ جمع کر کے قدوائی کینسر انسٹی ٹیوٹ کیلئے جدید آلات ڈونیٹ کئے۔ کینسر سے متاثرہ بچوں کے علاج کیلئے جماعت احمدیہ نے یہ خدمت پیش کی ہے۔

مورخہ 18 دسمبر 2016ء کو ہیومینٹی فرسٹ تلنگانہ کی ٹیم نے حیدر آباد کے قریب ایک گاؤں میں فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا۔ اس پروگرام میں حیدر آباد سے 18 والنٹیئرز شامل ہوئے۔ میڈیکل کیمپ سے کافی بڑی تعداد میں ضرورتمند لوگوں نے استفادہ کیا۔ اس پروگرام میں علاقہ کی پولیس کے کئی افسران بھی شامل ہوئے اور انہوں نے جماعت احمدیہ کے ذریعہ Humanity First کے تحت ہونے والے کاموں کی حوصلہ افزائی کی۔ اس پروگرام کی کئی مقامی اخباروں نے کوریج کی اور اگلے دن خبریں شائع کیں۔

ہیومینٹی فرسٹ اڈیشہ کی ٹیم کی طرف سے مورخہ 3 مارچ 2017ء کو بمقام کٹک میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس کے ذریعہ 300 افراد میں ادویات تقسیم کی گئیں۔

مورخہ 4 فروری 2017ء کو صوبہ تلنگانہ کے نلگنڈہ ضلع میں ہیومینٹی فرسٹ انڈیا کے زیر اہتمام فری میڈیکل کیمپ اور ریلیف کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس میں 400 سے زائد مریضوں کا چیک اپ کیا گیا اور ضرورتمند لوگوں کو فری ادویات فراہم کی گئیں۔

ہیومینٹی فرسٹ پنجاب کی ٹیم کی طرف سے مورخہ 2 مارچ 2017ء کو قادیان کے راستہ سکھ جتھوں کے گزرنے والے روایتی جلوس کے موقع پر فری میڈیکل کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر بھی جلوس میں شامل ہونے والے ضرورتمند لوگوں کا فری چیک اپ کیا گیا اور ضروری ادویات مفت فراہم کی گئیں۔

ہیومینٹی فرسٹ پنجاب کی ٹیم کی طرف سے ماہ مارچ 2017ء کے شروع میں قادیان سے قریب ایک گاؤں میں فری میڈیکل کیمپ منعقد کیا گیا جس میں 200 مریضوں کا چیک اپ کیا گیا اور فری ادویات دی گئیں۔

☆فری آئی کیمپ

مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کی طرف سے ہر سال قادیان میں فری آئی کیمپ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ سن 1989ء میں صد سالہ جوبلی کے موقع پر اس سلسلہ کا آغاز ہوا۔ اس مفت کیمپ میں قادیان کے گرد و نواح کے لوگوں کو آنکھوں کے علاج کی مفت سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ خدام الاحمدیہ بھارت کی طرف سے آنکھوں کے مریضوں کے علاج کیلئے ماہرین چشم کو بلایا جاتا ہے۔ مریضوں کا مفت معائنہ کیا جاتا ہے اور ضرورتمندوں کو مفت ادویات و عینکیں دی جاتی ہیں۔ اسی طرح جن مریضوں کو آنکھوں کے آپریشن کی ضرورت پیش آتی ہے ان کا مفت آپریشن کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال سینکڑوں مریض اس فری آئی کیمپ سے استفادہ کرتے ہیں۔

سن 2008ء میں خلافت احمدیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے کی خوشی میں شکرانہ کے طور پر صد سالہ تقریبات منائی گئیں۔ اس بابرکت موقع پر جہاں مختلف تبلیغی و تربیتی پروگرامز کا انعقاد کیا گیا وہاں خدام الاحمدیہ بھارت کے تحت مختلف میڈیکل کیمپس کا بھی انعقاد کیا گیا اور بنی نوع انسان کی خدمت کی گئی۔ ان کیمپس سے ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا۔ بھارت بھر میں کئی فری آئی کیمپ، بلڈ ڈونیشن کیمپ، ہومیوپیتھی کیمپ، وغیرہ وغیرہ میڈیکل کیمپ لگائے گئے جن سے کثیر تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا۔

سن 2013ء میں مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے اپنے قیام پر 75 سال پورے ہونے کے موقع پر پلاٹینم جوبلی کی تقریب منعقد کی۔ اس موقع پر خدمت خلق کے تحت خصوصی طور پر بھارت بھر میں مختلف میڈیکل کیمپس کا انعقاد کیا گیا جس میں فری آئی کیمپ، فری ڈینٹل کیمپ، ذیابطیس کیمپ، بلڈ ڈونیشن کیمپ، ہومیوپیتھی کیمپ وغیرہ لگائے گئے۔ اس تاریخی موقع پر ہندوستان بھر میں کل 158 میڈیکل کیمپس لگائے گئے جن سے 48000 سے زائد لوگوں نے استفادہ کیا۔ اسی طرح اس تاریخی سال میں 195 خدام نے عطیہ خون پیش کیا۔ خدام الاحمدیہ کے تحت ہندوستان کی 74 جماعتوں میں فری ہومیو ڈسپنسریز کا قیام عمل میں لایا گیا جو مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

☆فری ہومیوپیتھی کیمپ

حقیقی خدمت وہ ہوتی ہے جو رنگ و نسل کے امتیاز سے بالا ہو کر کی جائے اور یہی دراصل جماعت احمدیہ کی امتیازی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ہومیو طریق علاج کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیتی ہے۔ یہ علاج بہت ہی موثر اور سستا ہے۔ خدام الاحمدیہ کی طرف سے ہر سال بھارت بھر میں مختلف شہروں اور دیہاتوں میں فری ہومیوپیتھی کیمپ لگائے جاتے ہیں اور ضرورتمندوں کو فائدہ پہنچایا جاتا ہیں۔

☆عطیہ خون

خدام الاحمدیہ ملک کے مختلف خطوں میں بلڈ ڈونیشن کیمپ لگا کر انسانیت کی خدمات کے عظیم کام سرانجام دے رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے نوجوان عطیہ خون کے کار خیر میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جب بھی کسی مریض کو خون کی ضرورت پیش آتی ہے تو خدام الاحمدیہ کے اراکین بلاتفریق مذہب و ملت خون کا عطیہ پیش کرنے کیلئے حاضر ہوجاتے ہیں۔ سن 1991ء سے جماعت احمدیہ کے 5500 سے زائد نوجوانوں نے خون کا عطیہ پیش کیا ہے۔

ہندوستان کے سابق وزیر اعظم جناب سردار منموہن سنگھ صاحب نے جلسہ سالانہ قادیان 2004ء کے موقع پر اپنے پیغام میں ان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’حضرت مرزا غلام احمد کے ذریعہ 1889ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ جماعت تعلیم اور صحت کے میدان میں انسانی خدمات پر اپنی ساری طاقت صرف کرنے کے لحاظ سے معروف ہے۔ اسلام کی عظیم اور عمدہ روایات سے متصف یہ جماعت تعمیری کاموں کے لحاظ سے معروف ہے اور اتحاد اور اتفاق جیسی اعلیٰ اقدار پر قائم ہے اور اس جماعت نے دوسروں کو بھی ان اقدار پر قائم کیا ہے۔‘‘

(اخبار بدر 18 جنوری 2005ء)

پاکستان میں طبی خدمات

اللہ کے فضل سے پاکستان میں بھی جماعت کو خدمت خلق کے اس میدان میں مثالی خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ، فضل عمر ہسپتال کے علاوہ کئی ڈسپنسریاں طبی خدمات کی توفیق پارہی ہیں۔ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مریض بلاتفریق مذہب و ملت جماعت احمدیہ کی طبی خدمات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

افریقن ممالک میں جماعت احمدیہ کی طبی خدمات

افریقہ میں بعض ممالک بہت غریب ہیں وہاں طبی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو ان ممالک میں بطور خاص طبی خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دور خلافت میں 1970ء میں یورپ اور مغربی افریقہ کے چھ ممالک کا تاریخ ساز دورہ فرمایا جو جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دورہ اپنی گونا گوں برکات، افضال اور اپنے دور رس نتائج کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں سرزمین افریقہ میں اسلام کی اشاعت کے ایک شاندار باب کا آغاز ہوا۔

اس دورہ کے دوران حضورؒ نے جہاں افریقہ میں جماعت احمدیہ کی ترقیات کا تفصیلی جائزہ لے کر عہدیداران اور جماعت کی رہنمائی فرمائی وہاں تحریک جدید کے تحت جاری اسکولز اور ہسپتالوں کا بھی معائنہ فرمایا اور ان کو بہتر کرنے کیلئے بعض فیصلے بھی فرمائے اور اس امر کو بڑی شدت سے محسوس کیا کہ جماعت احمدیہ نے تعلیمی اور طبی میدان میں ابھی تک مغربی افریقہ کے ممالک میں جو کام کیا ہے اس میں مزید وسعت کی ضرورت ہے۔ آج افریقہ میں اللہ کے فضل سے بیسیوں ہسپتال بے لوث خدمت انسانیت میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔

افریقن ممالک میں طبی خدمات کے تعلق سے بعض واقعات

احمدیہ ہسپتال کوفو، غانا میں خدمت خلق کے فرائض ادا کرنے والوں میں سے ایک مکرم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب بھی ہیں۔ موصوف اپنا ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اُنستھیز یا کا ڈاکٹر ہوں سرجری کبھی نہ کی تھی یہاں آغاز میں ہی ایک پراسٹیٹ کا مریض آ گیا۔ یہ میجر سرجری ہوتی ہے۔ پہلے تو خیال آیا کہ اسے ریفر کردوں مگر تحریک ہوئی کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہسپتال میں آیا ہے۔ اس کا علاج ہونا چاہئے میں نے آپریشن کردیا۔ اور آپریشن کرنے کے بعد دو ماہ گزرنے کے باوجود (Catherter) پیشاب کی نالی نکالنے سے ڈرتا تھا کہ نہ جانے پیشاب آئے یا نہ آئے۔ اسی اثناء میں دُعاؤں میں مصروف تھا کہ میں نے ایک رات خواب میں مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کو دیکھا جو میری رہنمائی کر

رہے ہیں۔ مبشر کے نام میں بشارت کے معانی بھی ہیں۔ میں نے خواب میں بتائی گئی رہنمائی کی روشنی میں دوبارہ Minor آپریشن کیا۔ تین دن کے اندر مریض صحت یاب ہوگیا۔

احمدیہ ہسپتال شیانڈا، کینیا کے انچارج ڈاکٹر اقبال حسین صاحب اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ مسلسل ہمارے اوپر رہا۔ شفاء کے غیر معمولی واقعات اتنے ہوئے کہ لوگوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ اگر مردے کو بھی احمدیہ ہسپتال لے جائیں تو بھی جی اُٹھے گا۔ اگر ہم کسی مریض کو کسی بڑے ہسپتال میں ریفر کریں تو لوگ گھر میں تدفین کا انتظام شروع کر دیتے ہیں۔ بعض مریض تو ایسے بھی ہیں کہ ریفرل ہسپتال میں بہتر نہیں ہو رہے تھے لیکن ہمارے پاس آنے پر بہتر ہوئے۔ ہماری مسلسل اور تیز رفتار ترقی کی اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص رحم ہے۔''

افریقن ممالک میں طبی خدمات کے تعلق سے غیروں کے تاثرات

ریجنل کمشنر نے احمدیہ ہسپتال آسکورے، غانا کے ذریعے خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

''اس حقیقت سے انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا کہ جماعت احمدیہ نے غانا میں مختصر سی مدت میں ہماری قوم کی ترقی کیلئے شاندار کارنامے سر انجام دیئے ہیں۔ جماعت احمدیہ تعلیمی حالت کو بہترین بنانے کے علاوہ عوام کی صحت کو بہتر بنانے کے پروگرام پر بھی عمل کر رہی ہے۔''

(بحوالہ الفضل ربوہ، 28/دسمبر 2011ء، صفحہ 83)

گیمبیا کے وزیر صحت، تعلیم اور سماجی بہبود آنریبل گار باجا ہمیا نے گیمبیا میں طبی خدمات کا ذکر 1971ء میں اپنے دورہ ماریشس میں احمدیہ مشن کے وزٹ پر یوں کیا۔

''ہم خدمت خلق کے میدان میں جماعت احمدیہ کی عظیم رفاہی سرگرمیوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی طبی خدمات پر ہم ہمیشہ شکرگزار رہیں گے۔ ہزاروں پونڈ کی رقوم جماعت احمدیہ کی طرف سے اس ملک میں خرچ ہو رہی ہیں...... حقیقت یہ ہے کہ گیمبیا کے مسلمانوں پر ان برکات کی بارش جماعت احمدیہ کے وسیع حوصلہ، محنت اور محبت کا جذبہ رکھنے والے افراد کے ذریعہ ہی میسر آئی ہے۔''

(الفضل 3 مئی 1972، بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ، 28 دسمبر 2011ء صفحہ 83)

احمدیہ ہسپتال پارا کو، لائبیریا کی افتتاحی تقریب مورخہ 31 جولائی 2008ء کو منعقد ہوئی۔ منسٹر آف ہیلتھ نے اس موقع پر جماعت کی خدمت خلق اور دیگر جماعتی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ اس جماعت کی خدمات دیکھ کر میں سوچتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ کھڑا ہونے کے قابل بھی ہوں کہ نہیں کیونکہ یہ لوگ محض للہ اور محبت الٰہی کے خوف میں انسانی خدمات میں سرشار ہیں۔'' (بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ، 28/دسمبر 2011ء صفحہ 85)

☆ آئیوری کوسٹ میں طبی خدمات

ہیلتھ سنٹر آبیجان: سنِ اجراء 1984ء

ڈاکٹر نظام الدین بدھن انچارج احمدیہ ہسپتال آبیجان کی رپورٹ کے مطابق آئیوری کوسٹ کے کونے کونے سے اور پڑوسی ممالک موریتانیہ، سینیگال، گنی، بورکینا فاسو، مالی، نائیجر وغیرہ سے مریض اس ہسپتال میں علاج کیلئے آتے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں Humanity First کے تعاون سے میڈیکل کیمپس بھی لگائے جاتے ہیں جہاں مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اب تک 38 ایسے کیمپس ملک کے مختلف حصوں میں لگائے جا چکے ہیں۔

افریقہ میں ہومیو کلینک کے ذریعہ خدمت خلق

خلافت رابعہ میں افریقہ میں ایک نئی راہ کھلی اور وہ ہومیو پیتھی کے کلینک تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے احمدیہ کلینک بواڈی کے انچارج مکرم ڈاکٹر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو اس کمپلکس کیلئے جو لائحہ عمل دیا۔ اس میں علاوہ اور ہدایات کے خدمت خلق کے حوالہ سے فرمایا کہ

(1) سارے افریقہ کو دوائیں اور نسخے سپلائی کرنے ہیں۔ (2) افریقہ کے ہر مشن سے آدمی منگوا کر انہیں ٹرینڈ کریں اور ان کے ذریعہ نسخے سارے افریقہ میں پھیلائیں۔ (3) افریقہ کے بیماروں اور ان کے علاج کا باقاعدہ ریکارڈ تیار کریں تا مجرب نسخہ جات کا انتظام کیا جا سکے۔

احمدیہ ہومیو کلینک نیروبی (کینیا کے انچارج ڈاکٹر اسد احمد صاحب اپنی رپورٹ میں ایک ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''تنزانیہ کی ایک مسلمان فیملی جن کا عیسائی ملازم اونچائی سے گرنے کی وجہ سے مفلوج ہو گیا تھا اور اس کے علاج کیلئے انہوں نے تنزانیہ کا کوئی ہسپتال نہ چھوڑا۔ بعد ازاں وہ اسے نیروبی کے بہترین ہسپتالوں میں علاج کیلئے لے آئے مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا کسی مریض نے انہیں احمدیہ ہومیو کلینک کے متعلق بتایا خدا تعالیٰ نے اُس عیسائی کے دل میں ایسا یقین بھر دیا تھا کہ وہ بار بار یہی کہتا تھا کہ میں اس کلینک میں ضرور ٹھیک ہو جاؤں گا مجھے یہیں سے شفا ملے گی۔ خاکسار خود بھی اس کے اس عجیب یقین پہ بہت حیران تھا اور خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح کی دُعاؤں سے اس علاج سے اُس نے چلنا پھرنا شروع کیا۔ کچھ ماہ مسلسل علاج کے بعد وہ خود تنزانیہ سے بے حد شکرگزاری کے جذبات سے بھرا ہوا احمدیہ ہومیو کلینک آیا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی دُعاؤں کا نشان بن گیا۔ الحمدللہ۔''

بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے اس فقرہ پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں:

''اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو یا رہوں اور اس کیلئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں......''

(شہادت القرآن، روحانی خزائن، جلد 6)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

''جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کمزوریوں کو دیکھے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی کمزوریوں کو دیکھیں اور انکی نشاندہی کریں اور پھر بحیثیت قوم انکا علاج اور تدارک کریں۔'' (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13/فروری 2015)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں فلاح دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو، اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ تب البتہ کامیاب ہو جاؤ گے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم/جنوری 2016)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ مجھے محبوب اور
سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے

تم میں سے وہ بہتر ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۞ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ مجھے محبوب اور سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے اور تم میں سے سب سے زیادہ مبغوض اور مجھ سے زیادہ دُور وہ لوگ ہوں گے جو ثرثار یعنی مُنہ پھٹ، بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے ہیں، متشدِّق یعنی منہ پُھلا پُھلا کر باتیں کرنے والے اور متفیہق یعنی لوگوں پر تکبّر جتلانے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ثرثار اور متشدّق کے معنے تو ہم جانتے ہیں مُتفیہق کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مُتفیہق متکبّرانہ باتیں کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (ترمذی کتاب البرّ والصلۃ)

۞ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو خود حد سے بڑھتے تھے اور نہ حد سے بڑھنا پسند کرتے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے تم میں سے وہ بہتر ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جلسہ سالانہ قادیان 2017 مبارک ہو!

ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعہ ہونے والی انسانی خدمات کا مختصر جائزہ

(رفیق احمد بیگ، چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ انڈیا)

مذہب اسلام وہ مذہب ہے جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے سب سے کامل اور مکمل مذہب ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو مکمل کیا ہے جس کی شریعت تمام مذہبی کتب سے افضل اور اعلیٰ اور تمام روحانی اور اخلاقی اور حقیقی علوم کا سرچشمہ ہے۔ اس عظیم الشان مذہب کی تمام تعلیمات کا لب لباب اگر دو الفاظ میں بیان کرنا ہو تو وہ یہ ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ النساء میں فرماتا ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (سورۃ النساء:37) کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے احسان کرو۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو مختصر اور جامع رنگ میں بیان فرماتے ہوئے ہمیں ان دونوں قسم کے حقوق کو پورا کرنے کی تلقین کی ہے۔ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام مذہب اسلام کی اسی عظیم خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کو وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جائے۔‘‘

دوسری قسم کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اُس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کردی جاوے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کیلئے دُکھ اُٹھاویں اور دوسروں کی راحت کیلئے اپنے پر رنج گوارا کرلیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 60)

حقوق العباد کے میدان میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام ہمیں آگے سے آگے بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب ہم آپؑ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ہمیں ماہئ بے آب کی طرح خدمت انسانیت کیلئے بلاتخصیص مذہب وملت تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نہ صرف خود خدمت خلق کیلئے سرگرم عمل تھے بلکہ آپ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والوں کو بھی بنی نوع انسان کی خدمت کی تلقین فرماتے تھے اور ان کو اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ وہ بھی خدمت خلق کیلئے کوشاں رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایت کی تعمیل میں جماعت احمدیہ دنیا کے ہر ملک میں بلاتفریق مذہب وملت خدمت انسانیت بجالاتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے سن 1994 میں لندن میں ہیومینٹی فرسٹ کی بنیاد رکھی جس کا تعارف اور اس کے ذریعہ ہونے والی انسانی خدمات کی تفصیل قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

ہیومنٹی فرسٹ انسانی زندگی اور وقار کی حفاظت کو فروغ دینے کیلئے قائم ہونے والی بین الاقوامی تنظیم ہے۔ یہ تنظیم گزشتہ 22 سال سے قائم ہے اور دنیا کے 6 براعظموں میں 50 سے زیادہ ممالک میں رجسٹر ہوچکی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آفات میں اور دوسرے عام پروگراموں میں جو جاری پروگرام ہیں ان میں اچھا کام انجام دے رہی ہے۔ یہ تنظیم دنیا بھر میں رضا کاروں کے ذریعہ چل رہی ہے۔

انسانیت کا تصور سب سے پہلے نسل، مذہب، رنگ یا سیاسی وفاداری کی بجائے بنیادی انسانی ضروریات کی بنیاد پر امداد فراہم کرنے کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ ہیومنٹی فرسٹ باقاعدگی سے دوسرے اداروں جیسے Red Cross، Oxfam اور Save the Children وغیرہ کے ساتھ کام کررہی ہے۔

یہ تنظیم دنیا بھر میں ہزاروں رضا کاروں تک رسائی رکھتی ہے۔

ہیومنٹی فرسٹ کی تنظیم بنیادی طور پر اپنے کام کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے، آفت زدہ لوگوں کی امداد اور طویل مدتی پائیداری منصوبہ۔ تنظیم کا مقصد قدرتی آفتوں، جنگ اور غربت سے متاثرہ لوگوں کی مدد اور انہیں فوری طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد کرنا ہے۔

ہیومنٹی فرسٹ کا اہم کام ڈیزاسٹر رلیف ہے۔ یہ تنظیم قدرتی آفتوں کے موقع پر طبی امداد، پناہ گاہ، خوراک اور محفوظ پانی کی فراہمی کے تعلق سے اپنی خدمات پیش کرتی ہے۔ کچھ مثالیں درج ذیل ہیں: جاپان میں کوبے زلزلہ/ کوسووو جنگ / 1999 میں زلزلہ / زلزلہ ترکی/ 2004 میں انڈونیشیا میں زلزلہ اور سونامی/ طوفان کترینہ/ 2005 میں پاکستان میں زلزلہ/ 2010 میں سوری نام، گیانا، کینیا اور ہیٹی کے زلزلے اور 2011 میں جاپان کا زلزلہ اور سونامی سے تباہی کے وقت ہیومنٹی فرسٹ نے زبردست خدمات انجام دی ہیں۔

ہیومنٹی فرسٹ طویل مدت سے افریقہ اور ایشیا میں انسانی بنیادی ضرورت کے سامان مہیا کررہی ہے۔ افریقہ کو بھاری مقدار میں خوراک اور امداد بھیجی گئی ہے۔ صاف پانی کا انتظام کیا گیا اور سینکڑوں کی تعداد میں واٹر فلٹر کے نلکے لگائے گئے۔ پانی کے پمپوں کی مرمت کی گئی اور 420 پمپ اور فلٹر یونٹس کی تعمیر کی گئی۔

ہیومنٹی فرسٹ کے ذریعہ دنیا بھر میں لوگوں کو خود کام کرنے کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے۔ اس پروگرام کے تحت دنیا بھر میں 16 ٹریننگ سنٹرز کام کررہے ہیں جہاں مختلف تعمیراتی ٹریڈز اور مینجمنٹ کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

ہیومنٹی فرسٹ کا پہلا احمدیہ پیشہ ورانہ کالج (HFAVC) لائبیریا میں 2010 میں قائم کیا گیا۔ اس سنٹر میں دس ورکشاپس کے ذریعہ حرفتی تجارت کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ یہ لائبیریا میں اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ ہے جس میں طالب علموں کو اسکالرشپ اور دیگر سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اسی طرح مسرور زراعت اور ٹیکنکل انسٹی ٹیوٹ 2013 میں لائبیریا میں قائم کیا گیا۔

ہیومنٹی فرسٹ کے ذریعہ یتیموں کی رہائش، تعلیم، خوراک، لباس اور صحت وغیرہ کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ یہ کام فی الحال گیمبیا، پاکستان، سیرالیون، انڈونیشیا، برکینا فاسو اور بینن میں چل رہے ہیں۔

ہیومنٹی فرسٹ ہسپتالوں کے نیٹ ورک کے ساتھ کام کرکے لوگوں کے علاج معالجہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا کام بھی کرتی ہے۔ ہیومنٹی فرسٹ امریکہ نے 2010 میں گوئٹے مالا میں موتیا کے کامیاب سرجری کیمپ کا اہتمام کرنے کیلئے ڈاکٹروں اور رضا کاروں کی ایک ٹیم گوئٹے مالا اور سان جوان بھیجی۔ دوسرا مشن اکتوبر 2011 میں چیچکا سسٹنانگو، گوئٹے مالا میں منعقد ہوا۔ تیس مریضوں کی سرجری کی گئی۔ 125 مریضوں کی جانچ پڑتال کی گئی۔

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات اور ارشادات کی روشنی میں انڈیا میں ہیومنٹی فرسٹ کو منظم کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ سالانہ اجتماعات کے موقع پر ہیومنٹی فرسٹ کی طرف سے اسٹال لگایا جاتا ہے اور بڑے بینرز کے ذریعہ ہیومنٹی فرسٹ انڈیا کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان 2016 کے موقع پر سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے احمدیہ گراؤنڈ میں ایک تعارفی اسٹال لگایا گیا جس میں بینرز کے ذریعہ ہیومنٹی فرسٹ کا تعارف اور اس کے تحت کیے جانے والے کاموں سے افراد جماعت کو متعارف کروایا گیا۔ اسی طرح ہیومنٹی فرسٹ انڈیا کا تعارفی لیف لیٹ بھی تیار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے

فضل سے بڑی تعداد میں مہمانان کرام نے اس اسٹال کا وزٹ کیا اور ہیومنٹی فرسٹ کے تحت کیے جانے والے کاموں کے بارہ میں معلومات حاصل کیں ۔ اسٹال میں ہیومنٹی فرسٹ کے logo کے ساتھ تیار کروائی گئی ٹی شرٹس اور پین رکھے گئے تھے۔

مورخہ 15/اگست 2016ء کو یوم آزادی کے دن نوئیڈا (صوبہ یوپی) میں-قادیان کے قریب گاؤں کاہلواں میں-ساندھن (یوپی) میں ہیومنٹی فرسٹ کے تحت فری ہومیوپیتھی کیمپ کا انعقاد کیا گیا-اس کیمپ میں مریضوں کا فری چیک اپ کیا گیا اور ادویات فراہم کی گئیں-اس کیمپ سے 2000سے زائد افراد نے استفادہ کیا۔

مورخہ 2/ستمبر 2016ء کو متھرا (یوپی) میں-نوئیڈا (یوپی) میں اور مورخہ 10/اکتوبر 2016ء کو صوبہ مدھیہ پردیش کے ضلع بھنڈ میں ہیومنٹی فرسٹ کے تحت فری ہومیوپیتھی کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس میں ڈینگو اور چکن گنیا سے بچنے کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا نسخہ لوگوں میں تقسیم کیا گیا جس سے 2500 سے زائد افراد نے استفادہ کیا۔

مورخہ 17/نومبر کو امرتسر میں -مورخہ 20/نومبر 2016 کو جماعت احمدیہ بہوا یوپی میں جماعت کی طرف سے منعقدہ امن کانفرنس کے موقع پر ہیومنٹی فرسٹ انڈیا کے تحت فری ہومیوپیتھی کیمپ کا انعقاد کیا گیا-اس کیمپ کے ذریعہ عوام میں ڈینگو، چکن گنیا اور نیوکلیئر ریڈی ایشن کے تعلق سے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہومیوپیتھی نسخہ تقسیم کیا گیا- اس کیمپ سے 300/افراد نے استفادہ کیا۔

مورخہ 18/دسمبر 2016 کو ہیومنٹی فرسٹ تلنگانہ کی ٹیم نے حیدرآباد کے قریب ایک گاؤں میں فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا-اس پروگرام میں حیدرآباد سے 18 والنٹیئر شامل ہوئے- میڈیکل کیمپ سے بڑی تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا-اس پروگرام میں علاقہ کی پولیس کے کئی افسران بھی شامل ہوئے اور انہوں نے جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہیومنٹی فرسٹ کے تحت ہونے والے کاموں کی حوصلہ افزائی کی۔

مورخہ 14 /جنوری کو بمقام سورو اور مورخہ 3/مارچ 2017 کو بمقام کٹک (صوبہ اڈیشہ) میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس کے ذریعہ 300/افراد میں ادویات تقسیم کی گئیں۔

مورخہ 4/ فروری 2017 کو صوبہ تلنگانہ کے نلگنڈا ضلع میں ہیومنٹی فرسٹ انڈیا کے زیر اہتمام فری میڈیکل کیمپ اور ریلیف کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس میں 400 سے زائد مریضوں کا چیک اَپ کیا گیا اور ضرورتمندوں کو مفت ادویات فراہم کی گئیں اس موقع پر غرباء میں کپڑے بھی تقسیم کئے گئے۔

اگست 2016 میں صوبہ بہار کے کئی علاقوں میں شدید سیلاب کے باعث عوام الناس کافی متاثر ہوئے ۔ اس موقع پر ہیومنٹی فرسٹ انڈیا کو منظم طریق پر خدمت انسانیت کی توفیق ملی- سیلاب کی وجہ سے کئی علاقوں سے رابطہ بالکل ختم ہو گیا تھا- جماعت احمدیہ برہ پورہ صوبہ بہار کے خدام نے ایک ٹیم بنا کر متاثرین تک امداد پہنچانے کا پروگرام بنایا- ہیومنٹی فرسٹ کے تحت منظم طریق پر ہونے والے ریلیف کے کام کو دیکھتے ہوئے غیر از جماعت احباب نے بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے کی پیشکش کی۔

مورخہ 5 اور 6/ستمبر 2016 کو بہار میں برہ پورہ ضلع بھاگلپور صوبہ بہار کے آس پاس کے علاقہ میں ریلیف کے سامان کی تقسیم کا پروگرام بنایا گیا- سیلاب کی وجہ سے بے گھر اور کھلے آسمان کے نیچے رات گزارنے پر مجبور لوگوں میں ضروری اشیا چاول، دال، صابن، تولیا، چادر، بنیان وغیرہ چیزوں پر مشتمل پیکٹ تقسیم کئے گئے- 800 لوگوں میں پیکٹ تقسیم کئے گئے- تقریباً ایک لاکھ روپے کا ریلیف کا سامان تقسیم کیا گیا۔

ماہ اپریل 2017 میں ہیومنٹی فرسٹ کے منظور شدہ پروگرام بُک بینک کے تحت ہیومنٹی فرسٹ کے Logo کے ساتھ کاپیاں تیار کروائی گئیں- یہ کاپیاں قادیان اور اس کے پاس کے 10 اسکولوں کے 600 بچوں میں تقسیم کی گئیں- اسکول میں جا کر ہیومنٹی فرسٹ کے حوالہ سے جماعت احمدیہ کا تعارف بھی کروایا گیا جس سے غیروں پر اچھا اثر پڑا۔

> دنیا میں سُرخ رُوئی کے، آثار ہو گئے
> دُشوار تھے جو راستے، ہموار ہو گئے
> "قادر کے کاروبار، نمودار ہو گئے
> کافر جو کہتے تھے، وہ گرفتار ہو گئے" (ارشاد عرشی ملک)

ماہ اپریل 2017 میں قادیان میں ایک غیر از جماعت ضرورتمند فیملی کے گھر میں ایک سمرسیبل پمپ کی تنصیب کروائی گئی۔

ماہ جون 2017 میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہیومنٹی فرسٹ کو واٹر کولر لگوانے کی ہدایت فرمائی-حضور انور کے ارشاد پر فوری عمل درآمد کرتے ہوئے اُسی ماہ یعنی ماہ جون میں دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے احاطہ میں سڑک کی جانب ایک واٹر کولر کی تنصیب کروائی گئی جس سے اب اس راستہ سے گزرنے والے افراد بھرپور استفادہ کر رہے ہیں-اس کے علاوہ گرمی کے موسم میں کولکاتہ صوبہ بنگال اور صوبہ اڈیشہ کی ٹیموں کی طرف سے لوگوں کو پانی پلانے کا انتظام کیا گیا-علاوہ ازیں مسافروں کیلئے مختلف بھی مقامات پر پانی پلانے کا انتظام کیا گیا۔

راجستھان کے بعض علاقوں میں پانی کی شدید قلت رہتی ہے- راجستھان کے ضلع کوٹہ کے ایک گاؤں کوندا میں مشن ہاؤس کے باہر گاؤں والوں کی سہولت کیلئے ہیومنٹی فرسٹ کی طرف سے چند ماہ قبل سمرسیبل پمپ لگوایا گیا تھا لیکن اس میں پانی نہیں آیا- ماہ جون میں بڑی مشین کے ذریعہ اس جگہ دوبارہ کوشش کی گئی-اللہ کے فضل سے پانی آ گیا اور اب گاؤں کے لوگ اس پمپ سے استفادہ کر رہے ہیں۔

ماہ جنوری میں صوبہ ہماچل کے صدر مقام شملہ سے تقریباً 150 کلومیٹر دُور واقع گاؤں "روہڑو" میں آگ لگنے کی وجہ سے 56 گھروں کو کافی نقصان ہوا-اس موقع پر ہیومنٹی فرسٹ کی طرف سے گاؤں کے متاثرین کو ریلیف پہنچانے کا کام منظم طریق پر کیا گیا-صوبہ ہماچل کے متعلقہ سرکاری عہدیداران سے بذریعہ فون رابطہ کر کے مکمل تفصیلات معلوم کی گئیں اور اسکے بعد مذکورہ گاؤں میں دو دن ہیومنٹی فرسٹ کی طرف سے فرسٹ ایڈ کیمپ لگایا گیا جس سے 300 لوگوں نے استفادہ کیا۔

اسی طرح گاؤں کی 27 فیملیز میں ضروری اجناس کمبل و سامان خورونوش تقسیم کیا گیا۔

برما سے کافی بڑی تعداد میں مسلمان مہاجرین نے صوبہ جموں کشمیر میں پناہ لی ہوئی ہے- ماہ نومبر 2016 میں ان پناہ گزینوں کے عارضی ٹینٹ میں آگ لگنے کی وجہ سے کافی نقصان ہوا- اس موقع پر ہیومنٹی فرسٹ انڈیا کے تحت ضرورتمندوں میں کمبل تقسیم کئے گئے۔

......☆......☆......☆......

میزبان مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے
جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے
مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ بلا اجازت میزبان کے ہاں ٹھہرا رہے

احادیث نبوی ﷺ

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری سنّت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان اعزاز و تکریم کے ارادہ سے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔

(ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب الضیافۃ)

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے، اگر روزے سے ہے تو حمد و ثنا اور دعا کرتا رہے اور معذرت کرے اور اگر روزہ دار نہیں تو جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ خوشی سے کھائے۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الیٰ دعوۃ)

۞ حضرت شُریحؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہمان کی عزّت کرے اور ایک دن رات سے تین دن رات تک اُسے مہمان رکھے۔ اگر اس سے زائد عرصہ مہمان اس کے پاس ٹھہرتا ہے اور وہ اس کی مہمان نوازی کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے صدقہ اور نیکی کی بات ہوتی ہے اور مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ بلا اجازت اس کے ہاں ٹھہرا رہے۔ اور میزبان کو تکلیف میں ڈالے۔

(ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی الضیافۃ، مسند احمد، جلد 3، صفحہ 37)

ذیابیطس (Diabetes) ایک نظر میں

عالمی سطح پر 366 ملین افراد اس وقت ذیابیطس میں مبتلا ہیں۔ 2030ء تک یہ تعداد 552 ملین تک پہنچ جانے کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں۔ صرف ہندوستان میں 62.4 ملین افراد اس سے متاثر ہیں اور 77.2 ملین افراد میں ذیابیطس کی علامتیں ظاہر ہونے لگی ہیں۔ 2030ء تک یہ تعداد 87 ملین تک پہنچ جائے گی۔ اس طرح ہندوستان ذیابیطس کا عالمی صدر مقام بن جائے گا۔ ذیابیطس اس صورتحال کو کہتے ہیں، جب ہمارا جسم ہماری غذا سے پیدا ہونے والی توانائی کا مناسب طور پر استعمال نہیں کرتا، جس کے نتیجے میں خون میں شکر کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ جسے ہائپر گلی سیمیا Hyperglycemia کہتے ہیں جو انسولین کی جانب سے لبلبہ کے بیٹا خلیوں کے اخراج میں کچھ کمی کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔ (مطلب یہ کہ ہمارے جسم میں افزود شکر کو گھٹانے والا ہارمون صحیح طور پر کام نہیں کر پاتا) یا پھر ہمارا جسم انسولین کو پوری طرح استعمال نہیں کر پاتا۔ اس قسم (ہائپر گلی سیمیا ذیابیطس) کی علامتیں یہ ہیں۔ بھوک میں اضافہ، بار بار پیشاب کا آنا، بہت جلد تھک جانا، وزن میں کمی، آنکھوں میں دھندلاہٹ، بار بار انفکشن کا ہونا، زخموں کا دیر سے ٹھیک ہونا، ہاتھوں یا پاؤں کا سن ہوجانا اور گدگدی ہونا اور حاملہ خواتین کا بڑے سائز کے بچوں کو جنم دینا، تاہم ذیابیطس آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور بعض افراد میں اس کی علامتیں ہی نظر نہیں آتیں۔ درحقیقت ذیابیطس کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

ٹائپ 1 ذیابیطس: اس میں بی ٹا سیلس (Beta Cells) یا تو بہت کم انسولین پیدا کرتے ہیں یا پھر پیدا ہی نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں ''انسولین ڈپنڈنٹ ذیابیطس'' لاحق ہوجاتا ہے۔ یہ عام طور پر بچوں میں اور کم عمر بالغوں میں ہوتا ہے اور انہیں عمر بھر انسولین دینا پڑتا ہے۔ اگر انسولین نہیں دیا گیا تو یہ کیٹوایسی ڈوسس کا شکار ہوجاتے ہیں جس سے ان کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ ٹائپ 1 ذیابیطس، جملہ ذیابیطس مریضوں کا 5.10 فیصد ہوتا ہے۔

ٹائپ 2 ذیابیطس: ہمارے لبلبے (Pancreas) انسولین تیار تو کرتے ہیں، لیکن کافی مقدار میں تیار نہیں کرتے یا پھر جتنا تیار کرتے ہیں، اس کا وہ مناسب استعمال نہیں کرتے، جو لوگ ٹائپ 2 ذیابیطس سے متاثر ہیں، ان کا علاج مناسب غذا اور ورزش کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ دوائیں دی جاسکتی ہیں یا پھر انسولین کے ذریعہ علاج ہوسکتا ہے۔ ٹائپ 2 ذیابیطس سب سے زیادہ عام ہے اور 85 سے 95 فیصد مریضوں کو یہی لاحق ہے۔ گو کہ یہ کم عمر کے لوگوں میں بھی آسکتا ہے، عام طور پر یہ 35 تا 40 سال سے زیادہ عمر والوں کو ہی لاحق ہوتا ہے۔

حاملہ عورتوں میں ذیابیطس (Gestational Diabetes): یہ اس قسم کا ذیابیطس ہے جس کا تعلق حمل سے ہے۔ تمام حاملہ خواتین میں چار فیصد اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ میچیوریٹی آن سیٹ آف ڈیابیٹس (ایم او ڈی وائی) لیٹنٹ آٹو امیون ڈیابیٹس (ایل اے ڈی اے) جسے ٹائپ 1.5 ذیابیطس بھی کہتے ہیں۔ ذیابیطس کی دوسری قسمیں جنیٹک کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ سرجری، دواؤں کے استعمال، مناسب غذاؤں کا عدم استعمال، انفکشن، لبلبہ کی بیماری، دوسرے غدود (Glands)، ہارمونس کا حد سے زیادہ پیدا ہوجانا بھی اس قسم کی ذیابیطس لاتا ہے۔ ذیابیطس سے دل کی بیماریوں اور اسٹروک کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ذیابیطس سے متاثر 50 فیصد افراد کارڈیو۔ واسکیولار بیماری سے مرجاتے ہیں۔ اس کے ساتھ خون کا دورہ بھی گھٹ جاتا ہے۔ ذیابیطس کے چار میں سے تین افراد اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ذیابیطس سے متاثر افراد میں سے 75 فیصد کارڈیو۔ واسکیولار اموات ہوتی ہیں۔ ڈیابیٹک نیوروپیتھی (ذیابیطس کے سبب رگوں کو نقصان) جس سے پاؤں متاثر ہوتے ہیں، انہیں پاؤں کے السر ہوتے ہیں اور آخر کار ان کے پیر کاٹنے پڑتے ہیں۔

دُنیا بھر میں ذیابیطس کے سبب ہر تیس سکینڈس میں ایک پیر کاٹا جاتا ہے۔ 85 فیصد میں پہلے پاؤں کا السر شروع ہوتا ہے۔ ذیابیطس سے متاثر ہونے کے 15 سال بعد 2 فیصد افراد اندھے ہوجاتے ہیں۔ تقریباً 10 فیصد میں گلوکوما پیدا ہوجاتا ہے۔ دونوں معاملات میں گردے خراب ہوجاتے ہیں اور موت واقع ہوجاتی ہے۔ اگر ذیابیطس پر مناسب طور سے قابو نہ پایا جائے تو اس سے آدمی کا معیار زندگی اور اس کی حیات گھٹ جاتی ہے۔ ساتھ ہی خاندان والوں پر اخراجات کا بوجھ بھی پڑتا ہے۔ ہر دس سکینڈ میں دو افراد ذیابیطس سے مرجاتے ہیں، ذیابیطس کی وجہ سے ہندوستان کی پیداواری صلاحیت میں کمی واقع ہوتی ہے اور سالانہ - /1101 کروڑ روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ طرز زندگی میں تبدیلی سے ذیابیطس کو روکنے یا ٹائپ 2 ذیابیطس شروع ہونے میں دیر ہوسکتی ہے۔

صحت کا خیال کس طرح رکھیں: جسم کا وزن بڑھنے نہ دیں۔ روزانہ 30 ؍منٹ تک چلیں، صحت بخش غذا کا استعمال کریں، تمباکو سے پرہیز اور تناؤ اور کشیدگی سے دور رہیں۔

ذیابیطس- ورزش اور مراقبہ: روزانہ کم سے کم 30 تا 60 منٹوں کی ورزش ذیابیطس سے نمٹنے میں مدد کرتی ہے۔ ورزش سے خون میں شکر میں کمی آتی ہے اور گلوکوز کا پورا استعمال ہوتا ہے۔ واکنگ اور ورزش سے انسولین کی مقدار میں کمی لائی جاسکتی ہے۔ تیز چلنے سے قبل وارمنگ اپ اور اسٹریچنگ ورزش ضروری ہے، ورزش سے پہلے اور بعد میں پانی خوب پئیں، ہر دن ایک ہی وقت میں ورزش کریں، 30 منٹوں کی سوئمنگ سے 200 ؍کیلوریز اینرجی ملتی ہے۔ 30 منٹوں تک سائیکل چلانا بھی مفید ہے۔ ٹینس کھیلنا (ڈبلس) تیز چلنا، جاگنگ تیس تیس منٹوں تک اگر کیا جائے تو اس سے 58 فیصد ذیابیطس کا خطرہ گھٹ جاتا ہے۔ ڈائٹ کے ذریعہ 5 سے 7 فیصد وزن کا گھٹنا بھی ذیابیطس کے خطرہ کو 5 سے 6 فیصد تک گھٹا دیتا ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان 2017 مبارک ہو!

طالب دعا:

ڈاکٹر سید اخلاق احمد جواز جماعت احمدیہ بنگلور (صوبہ کرناٹک)

انسانیت کو تیسری عالمی جنگ کی تباہی سے بچانے کیلئے جماعت احمدیہ کی خدمات

(ہدایت اللہ منڈاشی، مبلغ سلسلہ، نظارت نشرواشاعت قادیان)

اس وقت دنیا میں ہر طرف بدامنی بے چینی ہے۔ ہر طرف بےاعتدالیاں، ناانصافیاں اور فکرو پریشانیاں نظر آرہی ہیں۔ انسان مادہ پرستی، خودغرضی اور مفاد پرستی میں ڈوبتا چلا جارہا ہے۔ افراد بھی غیر مطمئن ہیں اور قومیں بھی بے تاب ہیں۔ دُنیا ایک ہولناک خطرہ محسوس کررہی ہے۔ ایک ملک دوسرے ملک کو ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ ممالک اپنی حفاظت کے خیال سے یا اپنے دشمن کی بیخ کنی کی نیت سے تباہ کن اسلحہ کی تیاری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ تباہ کن مہلک ہتھیاروں کی ایجادات ہورہی ہیں۔ ان خوفناک حالات میں افراد کے دل سکون اور طمانیت سے خالی اور اضطراب وانتشار کا شکار ہیں۔ ان حالات کے پیدا ہونے کی بنیادی وجہ دراصل خدا تعالیٰ سے دوری اور اُس پیغام سے دوری ہے جو سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ قرآن مجید کی عالمگیر اور دائمی شریعت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔

پس جب تک قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم نہ ہوگا حقیقی امن بھی دنیا کو نصیب نہیں ہوگا۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں قرآن مجید کے سمجھانے والے مجدد ین اور اولیاء اللہ بھیجے جو الہام الٰہی کی روشنی میں قرآن مجید کی حقیقی تعلیم سے دنیا کو روشناس کرتے رہے اور چودھویں صدی میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ مقدر تھی جس کی خبریں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ الٰہی وعدوں اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ کا ظہور آپ ﷺ کی بعثت ثانیہ کے طور پر ہوا۔

آنے والے مسیح موعود کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ ’’یضع الحرب‘‘ یعنی وہ جنگوں کے سلسلہ کو ختم کرکے امن وامان و سلامتی کو پھیلائے گا۔ چنانچہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں بکمال ادب وانکسار حضرات علماء مسلمانان و علماء عیسائیان و پنڈتان ہندوان و آریان یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی و اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کیلئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہے انہی معنوں سے میں مسیح موعود کہلاتا ہوں کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ محض فوق العادت نشانوں اور پاک تعلیم کے ذریعہ سے سچائی کو دنیا میں پھیلاؤں۔ میں اِس بات کا مخالف ہوں کہ دین کیلئے تلوار اٹھائی جائے اور مذہب کیلئے خدا کے بندوں کے خون کئے جائیں۔‘‘

(اربعین، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 343 تا 344)

اسلام امن وسلامتی صلح و آشتی کا مذہب ہے

مذہبی فضا میں امن کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر وتشدد نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ:257) ترجمہ: کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔

پھر فرمایا وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف: 30) کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کردے۔

دنیا میں امن وسلامتی قائم رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بھی تعلیم دی کہ ہر قوم کی طرف خدا کے فرستادہ اور ہادی آئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد: 8) یعنی ہر قوم کی طرف خدا کے فرستادہ اور ہادی آئے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر: 25) دنیا کی ہر قوم کی طرف خدا کے رشی اوتار اور پیغمبر آئے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔‘‘ (پیغام صلح، صفحہ 30)

اسلام ایک اہم بات یہ پیش کرتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور نسل آدم ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں اس طرح اسلام نے تمام قومی اور نسلی امتیازات مٹاکر مساوات کو قائم فرمادیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: 14) اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو بے نظیر تعلیم دنیا کے سامنے رکھی وہ اس طرح ہے:

اے لوگو! کان کھول کر سن لو کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ اور پھر کان کھول کر سن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے نہ کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ سوائے ایسی ذاتی خوبی کے جس کے ذریعہ کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے۔

(مسند احمد بن حنبل)

آج جبکہ دنیا بدامنی اور بے چینی کا شکار ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کی پر امن تعلیم اور رسول کریم ﷺ کی اس آخری نصیحت کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ دنیا میں حقیقی امن وسلامتی ہمیشہ سے اُن لوگوں سے قائم ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوکر آتے ہیں۔ اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قیام امن کے سنہرے اصول کو دنیا بھر میں پھیلایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قیام امن عالم کیلئے عظیم الشان مساعی

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو اصلاح خلق کیلئے مامور فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اسّی کے قریب کتب تحریر فرمائیں جن میں دنیا میں قیام امن وسلامتی سے متعلق تعلیم اور سنہرے اصول پیش فرمائے۔ آج دنیا میں امن وسلامتی اگر قائم ہوسکتی ہے تو انہی اصولوں پر چلنے سے ہوسکتی ہے۔

آپؑ نے جہاد کی اصل حقیقت کو قرآن مجید وحدیث اور سنت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حوالہ سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں رائج غلط نظریہ جہاد کا بطلان ثابت فرمایا اور مذہبی دہشت گردی کے خاتمہ اور امن عامہ کے قیام کیلئے نہایت اہم اور ٹھوس تجاویز بھی دی ہیں جن پر عمل کئے بغیر مذہبی جنونیت کا خاتمہ ممکن نہیں۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہورہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 9 تا 10)

نیز فرمایا: ’’درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ ان کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے اور اس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔‘‘

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’کیا یہ نیک کام ہوسکتا ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنے خیال میں بازار میں چلا جاتا ہے اور ہم اس قدر اس سے بے تعلق ہیں کہ نام تک بھی نہیں جانتے اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے مگر تاہم ہم نے اُس کے قتل کرنے کے ارادہ سے ایک پستول اس پر چھوڑ دیا ہے کیا یہی دینداری ہے؟ یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے! نادانوں نے جہاد کا نام سُن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے یا محض دیوانگی کے طور پر مرتکب خونریزی کے ہوئے ہیں...... مجھے تعجب ہے کہ جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کے لئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے

ہیں۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 11 تا 13)

غلط نظریہ جہاد کی اصلاح کی طرف توجہ نہ دینے کے بدنتائج

حضور علیہ السلام نے امیر والی کابل کو غلط نظریہ جہاد کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی اور ساتھ ہی اُن خطرات کی بھی نشاندہی فرمادی تھی جو آج ایک زندہ حقیقت کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ اسی طرح آپؑ نے امن عالم کے قیام کیلئے عیسائی پادریوں اور عیسائی حکمرانوں کو یہ تجویز دی کہ وہ انصاف سے کام لیں اور ایسی اشتعال انگیز کارروائیوں سے باز رہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔ اصلیت صرف اس قدر ہے کہ ابتدائی زمانہ میں بعض مخالفوں نے اسلام کو تلوار سے روکنا بلکہ نابود کرنا چاہا تھا سو اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے اُن پر تلوار اُٹھائی اور اُنہی کی نسبت حکم تھا کہ یا قتل کئے جائیں اور یا اسلام لائیں۔ سو یہ حکم مختص الزمان تھا ہمیشہ کے لئے نہیں تھا اور اسلام اُن بادشاہوں کی کارروائیوں کا ذمہ وار نہیں ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد سراسر غلطیوں یا خود غرضیوں کی وجہ سے ظہور میں آئیں۔ اب جو شخص نادان مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے بار بار جہاد کا مسئلہ یاد دلاتا ہے گویا وہ ان کی زہریلی عادت کو تحریک دینا چاہتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ پادری صاحبان صحیح واقعات کو مدنظر رکھ کر اس بات پر زور دیتے کہ اسلام میں جہاد نہیں ہے اور نہ جبر سے مسلمان کرنے کا حکم ہے جس کتاب میں یہ آیت اب تک موجود ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: 257) یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ کیا اس کی نسبت ہم ظن کر سکتے ہیں کہ وہ جہاد کی تعلیم دیتی ہے۔ غرض اس جگہ ہم مولویوں کا کیا شکوہ کریں خود پادری صاحبوں کا ہمیں شکوہ ہے کہ وہ راہ انہوں نے اختیار نہیں کی جو درحقیقت سچی تھی اور گورنمنٹ کے مصالح کے لئے بھی مفید تھی۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 31 تا 32)

پھر مزید آپ علیہ السلام نے اُس زمانہ میں برطانوی حکومت کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

’’میرے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان پادری صاحبوں کو اس خطرناک افترا سے روک دے جس کا نتیجہ ملک میں بے امنی اور بغاوت ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ پادریوں کے اِن بے جا افتراؤں سے اہل اسلام دین اسلام کو چھوڑ دیں گے ہاں ان وعظوں کا ہمیشہ یہی نتیجہ ہوگا کہ عوام کیلئے مسئلہ جہاد کی ایک یاددہانی ہوتی رہے گی اور وہ سوئے ہوئے جاگ اٹھیں گے۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 9)

حضورؑ نے امن کے قیام، لوگوں کو باہمی محبت اور مصالحت کی طرف رجوع کرانے کیلئے ارباب حکومت کو یہ لکھا کہ:

’’میرے نزدیک احسن تجویز وہی ہے جو حال میں رومی گورنمنٹ نے اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ امتحاناً چند سال کے لئے ہر ایک فرقہ کو قطعاً روک دیا جائے کہ وہ اپنی تحریروں میں اور نیز زبانی تقریروں میں ہرگز ہرگز کسی دوسرے مذہب کا صراحتاً یا اشارۃً ذکر نہ کرے ہاں اختیار ہے کہ جس قدر چاہے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اس صورت میں نئے نئے کینوں کی تخم ریزی موقوف ہو جائے گی اور پرانے قصے بھول جائیں گے اور لوگ باہمی محبت اور مصالحت کی طرف رجوع کریں گے اور جب سرحد کے وحشی لوگ دیکھیں گے کہ قوموں میں اس قدر باہم انس اور محبت پیدا ہو گیا ہے تو آخر وہ بھی متاثر ہو کر عیسائیوں کی ایسی ہی ہمدردی کریں گے جیسا کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی کرتا ہے۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 22)

افسوس کہ مذہبی رواداری اور معاشرتی امن اور ہم آہنگی کے قیام کے لئے مامور زمانہ حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ان دور رس نتائج کی حامل تجاویز پر عمل درآمد کی کسی کو توفیق اور سعادت نصیب نہیں ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج سو سال بعد دہشت گردی کے واقعات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ ساری دنیا بے امنی اور فساد کی گہری دلدل میں دن بدن زیادہ دھنستی چلی جاتی ہے۔

صفت ربّ العلمین

قیام امن کیلئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دنیا کے سامنے خدا کی صفت ربّ العالمین کو پیش فرمایا کہ جس طرح ہمارا ربّ اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں دونوں سے یکساں سلوک کر رہا ہے اس طرح ہمارا بھی عمل ہونا چاہئے کہ ہر انسان کو انسان سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھتے ہوئے اُس کے ساتھ پیار اور محبت اور ہمدردی کا سلوک کریں۔ خواہ وہ کسی بھی مذہب قوم ملک نسل سے تعلق رکھتا ہو۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے...... میں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے ان کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے نہ کسی اور عدالت میں۔ اور باایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔‘‘ (سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 28)

تمام پیشوایان اور مذہبی بزرگوں کا احترام

بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ نے قیام امن عالم کیلئے ایک یہ اُصول بیان فرمایا کہ ہر ایک قوم میں خدا کے برگزیدہ انسان ہوئے ہیں ان سب بزرگوں کی عزت و احترام کرو اس طریق سے آپؑ نے اتحاد بین الاقوام کی ایک نہایت مستحکم بنیاد رکھی۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’اے عزیزو!! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔‘‘ (پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 452)

آج کے ملکی اور بین الاقوامی ماحول کو خراب کرنے والی منجملہ اور بہت سی محرکات کے ایک محرک پرانے مذہبی واقعات اور ظلموں کی داستانوں کو خواہ وہ فرضی ہوں یا حقیقی دہرا کر اور کتابوں و اخبارات میں شائع کر کے قوموں میں باہم منافرت پیدا کرنا ہے۔ اس طرح پرانے زخم ہرے ہو کر کشیدگی اور نااتفاقی کا زہریلا ماحول پیدا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ زمانہ ماضی کے ظلم بھی گزر گئے اور وہ ظالم بھی اس دنیا میں نہ رہے۔ زمانہ بدل گیا اور حالات بدل گئے موجودہ نسل اور افراد کا ان مظالم سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا۔

اس کے متعلق بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے قرآن کریم کی روشنی میں اہل دنیا کو باہمی اتحاد و اتفاق اور امن وسلامتی کی جو تعلیم دی وہ اس طرح ہے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہم اس بات کو بھی افسوس سے لکھنا چاہتے ہیں کہ جو اسلامی بادشاہوں کے وقت میں سکھ صاحبوں سے اسلامی حکومتوں نے کچھ نزاعیں کیں یا لڑائیاں ہوئیں تو یہ تمام باتیں درحقیقت دنیوی امور تھے اور نفسانیت کے تقاضا سے ان کی ترقی ہوئی تھی اور دنیا پرستی نے ایسی نزاعوں کو باہم بہت بڑھا دیا تھا مگر دنیا پرستوں پر افسوس کا مقام نہیں ہوتا بلکہ تاریخ بہت سی شہادتیں پیش کرتی ہے کہ ہر یک مذہب کے لوگوں میں یہ نمونے موجود ہیں کہ راج اور بادشاہت کی حالت میں بھائی کو بھائی نے اور بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ایسے لوگوں کو مذہب اور دنیا اور آخرت کی پرواہ نہیں ہوتی ...... ہر یک فریق کے نیک دل اور شریف آدمی کو چاہئے کہ خود غرض بادشاہوں اور راجوں کے قصوں کو درمیان میں لا کر خواہ نخواہ ان کے بیجا کینوں سے جو محض نفسانی اغراض پر مشتمل تھے۔ آپ حصہ نہ لے وہ ایک قوم تھی جو گذر گئی انکے اعمال ان کیلئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی کھیتی میں انکے کانٹوں کو نہ بوئیں اور اپنے دلوں کو محض اس وجہ سے خراب نہ کریں کہ ہم سے پہلے بعض ہماری قوم میں سے ایسا کام کر چکے ہیں۔‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 252)

اس سنہری اصول کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ نے آئندہ قیامت تک کیلئے ظلم کے تسلسل اور فتنہ وفساد کی ان کڑیوں کا خاتمہ فرمایا ہے جو

ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور انسانوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی پاداش میں ختم کرتی ہیں اور پھر انسانی خون نہایت ارزاں ہو کر شہروں کی گلیوں میں اور بازاروں میں بہتا ہے اور انسان شیطان کا روپ دھارن کر کے بربریت کا ننگا ناچ ناچتا ہے۔

اس زریں اصول کے تحت یہ ضروری ہے کہ گزشتہ بادشاہوں یا قوموں کی کسی سختی یا زیادتی کو سامنے لا کر فضا کو خراب نہ کیا جائے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا اس کے نتائج انہوں نے خود بخود بھگت لیے ان باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اگر ہم اپنے اندر امن و صلح اور اتفاق اور رواداری کو پیدا کریں گے تو اس کے شیریں پھل بھی ہم خود ہی کھائیں گے۔ امن و سلامتی سے بھرپور یہ وہ اصول اور تعلیمات ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید اور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپ کے خلفاء کرام اُسی مشن کو لیکر دنیا میں محیر العقول تغیر پیدا کر رہے ہیں اور آج یہ قافلہ انسانیت کی بقا کیلئے دنیا کے ہر گوشے میں کوشاں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ قیام امن کے متعلق فرماتے ہیں:

''دنیا کا کام امن پر موقوف ہے اور اگر امن دُنیا میں قائم نہ رہے تو کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ جس قدر امن ہوگا اسی قدر اسلام ترقی کریگا۔ اس لئے ہمارے نبی کریم ﷺ امن کے ہمیشہ حامی رہے۔ آپ ﷺ نے طوائف الملوکی میں جو مکّہ معظمہ میں تھی اور عیسائی سلطنت کے تحت جو حبشہ میں تھی، ہم کو یہ تعلیم دی کہ غیر مسلم سلطنت کے ماتحت کس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے۔ اس زندگی کے فرائض سے ''امن'' ہے۔ اگر امن نہ ہو تو کسی طرح کا کوئی کام دین و دنیا کا ہم عمدگی سے نہیں کر سکتے۔ اس واسطے میں تاکید کرتا ہوں کہ امن بڑھانے کی کوشش کرو۔ اور امن کیلئے طاقت کی ضرورت ہے۔ وہ گورنمنٹ کے پاس ہے۔ مَیں خوشامد سے نہیں بلکہ حق پہنچانے کی نیت سے کہتا ہوں کہ تم امن پسند جماعت بنو تا تمہاری ترقی ہو۔ اور تم چین سے زندگی بسر کرو۔ اس کا بدلہ مخلوق سے مت مانگو۔ اللہ سے اسکا بدلہ مانگو۔ اور یاد رکھو کہ بلا امن کوئی مذہب نہیں پھیلتا اور نہ پُھول سکتا ہے۔ میں اسکے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے اس احسان کے بدلہ میں ہم اگر امن کے قائم کرنے میں کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس کا نتیجہ ہم کو ضرور دیگا اور اگر ہم خلاف ورزی کریں تو اسکے بد نتیجے کا منتظر رہنا پڑے گا۔''

(حقائق الفرقان، جلد چہارم، صفحہ 453 تا 454)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ دنیا میں قیام امن کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''پس اسلام کہتا ہے کہ ان چار چیزوں کے بغیر امن نہیں ہوسکتا۔ اوّل: لیگ کے پاس فوجی طاقت ہو۔ دوم: عدل و انصاف کے ساتھ آپس میں صلح کرائی جائے۔ سوم: جو نہ مانے اسکے خلاف سارے مل کر لڑائی کریں۔ چہارم: اور جب صلح ہو جائے تو صلح کرانے والے ذاتی فائدہ نہ اُٹھائیں۔

یہ چار اصول لیگ آف نیشنز کے قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں جب تک ان پر عمل نہیں ہوگا حقیقی امن پیدا نہیں ہوسکتا۔

پہلی لیگ آف نیشنز بھی ناکام رہی اور اب دوسری لیگ آف نیشنز بھی ناکام رہے گی۔ پس ضروری ہے کہ دنیا اسلام کے اصولوں کو اپنائے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے کیونکہ جب تک یہ پارٹی سسٹم جاری ہے اور جب تک یہ امتیاز باقی ہے کہ یہ چھوٹی قوم ہے اور وہ بڑی قوم ہے اور یہ کمزور حکومت ہے اور وہ طاقتور حکومت ہے اُس وقت تک دنیا کے امن کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے۔ پس ضروری ہے کہ اس امتیاز کو دلوں سے مٹایا جائے جب تک یہ چیز باقی رہے گی کہ یہ بڑی جان ہے اور یہ چھوٹی جان ہے اُس وقت تک دنیا امن و چین کا سانس نہیں لے سکتی۔

پس لیگ آف نیشنز تبھی کامیاب ہوسکتی ہے جب وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق بنائی جائے اور اسلام کے حکموں کے مطابق کام کرے۔ لیگ آف نیشنز کے بعد اگر دنیا امن حاصل کرنا چاہے تو اسے مندرجہ ذیل چار چیزوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اگر یہ چیزیں اکٹھی کر دی جائیں تو وہ دنیا میں ایک حکومت کے قائم مقام ہوسکتی ہے۔

(۱) سکہ اور ایکسچینج

(۲) تجارتی تعلقات

(۳) بین الاقوامی قضاء

(۴) ذرائع آمد و رفت یعنی ہر انسان کو سفر کی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں تا کہ وہ آزادی سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکے۔

پس ان چار چیزوں کو اگر جمع کر دیا جائے تو امن قائم ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد اندرونِ ملک کے جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے اسلام نے جو قواعد مقرر کئے ہیں اب میں وہ بیان کرتا ہوں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ نسلوں کا امتیاز مٹا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (سورۃ الحجرات:14) یعنی اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ یہ چیز تمہارے لئے آپس میں تعارف کا ذریعہ بنے مگر یہ بات یاد رکھو کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یہ قومیں اور قبیلے اور خاندان تو تعارف اور پہچان کیلئے ہیں۔ جس طرح پہچان کیلئے نام رکھے جاتے ہیں مگر کیا ناموں کی وجہ سے تم یہ کبھی سمجھتے ہو کہ چونکہ اس کا نام عبداللہ ہے اس لئے یہ چھوٹا ہے اور اس کا نام رحمٰن ہے اس لئے وہ بڑا ہے بلکہ یہ نام تو پہچاننے کے لئے ہیں لیکن بعض لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے معزز سمجھنا شروع کر دیتے ہیں جیسے مسلمانوں میں سید اور ہندوؤں میں برہمن عام طور پر اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہیں۔ پس یہ قوموں اور قبائل کی تقسیم اپنے اندر کوئی بزرگی نہیں رکھتی بلکہ یہ تو تعارف کیلئے ہے۔ اگر سارے ہی عبدالرحمٰن نام کے ہوتے، اگر سارے ہی عبداللہ نام کے ہوتے یا سارے ہی چونی لال یا رام لال نام رکھتے تو پھر پہچان مشکل ہو جاتی اس لئے یہ نام اور قبائل اور وطن وغیرہ ہمارے لئے تعارف میں آسانی پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں ورنہ اسلام کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض قبیلہ یا خاندان یا وطن کی وجہ سے برتری نہیں دیتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ عربی شخص کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے سب ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دوستی یا عدمِ دوستی کے امتیاز کو اڑا دیا جائے۔ دنیا میں یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور جن لوگوں سے انہیں کوئی اختلاف ہو ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں یہ طریق امن کو برباد کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورۃ المائدہ:3) کہ ہم تمہیں دوستی سے منع نہیں کرتے تم دوستوں کی مدد بے شک کرو مگر وہ نیکی اور تقویٰ کی حدود کے اندر ہو جو حق اُسے پہنچتا ہے وہی اُسے پہنچاؤ یہ نہیں کہ چونکہ دوست ہے اس لئے گناہ اور سرکشی کی حالت میں بھی اس کی مدد کرتے جاؤ۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا کہ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو ہماری سمجھ میں آتی ہے لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روکو! یہی اس کی مدد ہے۔ گویا اپنے بھائی کی مدد کرنا ہر حالت میں تمہارا فرض ہے اگر وہ مظلوم ہے تو ظالم کے ہاتھوں کو روکو اور اگر وہ خود ظالم ہے تو اُسے ظلم کرنے سے روکو۔ پس جائز تعاون کے متعلق اسلام حکم دیتا ہے لیکن ناجائز تعاون سے بہت سختی سے روکتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ خوشی کے نشہ میں ہر ناجائز بات نہ مانتے جاؤ۔

تیسری بات یہ ہے کہ مالداروں اور غیر مالداروں کے امتیاز کو مٹانے کی کوشش کی جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (سورۃ الحشر:8) یعنی بستیوں کے لوگوں کا جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو عطا فرماتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت داروں کا ہے اسی طرح یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کا ہے اور ہم نے یہ قانون اس لئے بنایا ہے کہ یہ دولت تم میں سے امراء کے اندر ہی چکر نہ کاٹتی رہے بلکہ غرباء کی ضرورت کا بھی خیال رکھا جائے۔ ہاں اسلام یہ نہیں کہتا کہ مالداروں سے پورے طور پر دولت چھین لی جائے اور ہر رنگ میں مساوات قائم کر دی جائے بلکہ وہ انفرادی آزادی کا حق بھی قائم رکھتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ نظامِ حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ اپنے مالوں کو اس رنگ میں خرچ کرو کہ اس کے ذریعہ غرباء کو ترقی حاصل ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ قومی جنبہ داری کی

روح کو دور کیا جائے۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں جو صرف اتنی بات دیکھتے ہیں کہ چونکہ ہماری قوم فلاں بات کہتی ہے اس لئے اس کی بات درست ہے اور اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی قوم کی ہر بات کی تائید کریں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ قوم حق پر ہے یا ناحق پر اور چونکہ قوم کو یہ توقع ہوتی ہے کہ افرادِ قوم ہر حالت میں ہمارا ساتھ دیں گے اس لئے وہ جائز و ناجائز ہر قسم کے کام کو اپنے لئے مباح سمجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورۃ المجادلہ:10)

یعنی اے مومنو! تم اہم امور میں مشورہ کرو تو ہمیشہ اس اصل کو اپنے سامنے رکھو کہ ہم گناہ اور زیادتی اور اپنے رسول کی نافرمانی کسی صورت میں نہیں کریں گے اور ایسے معاملات میں اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ پس اسلام اس قسم کے جتھے کو ناجائز قرار دیتا ہے جس کے اندر گناہ اور زیادتی اور معصیۃ الرسول سے بچنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہاں اسلام یہ کہتا ہے کہ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ایسی کمیٹیاں بناؤ جو نیکی اور تقویٰ پر مبنی ہوں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو اور اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہاری یہ پارٹیاں اس دنیا میں ہی رہ جائیں گی تم عارضی طور پر اس دار الامتحان میں آئے ہو مگر تمہاری نجات اگلی دنیا سے وابستہ ہے۔ پس ایسے اعمال نہ کرو کہ تمہاری آئندہ زندگی خراب ہو جائے۔ یہ چار اصول ہیں جو اسلام نے بیان کئے ہیں اگر دنیا ان پر عمل کرے تو موجودہ بے چینی اور بدامنی سے نجات پا سکتی ہے۔"

(انوار العلوم، جلد 18، صفحہ 432 تا 437)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور خلافت نومبر 1965ء سے لیکر جون 1982 تک کے عرصہ پر محیط رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب دنیا دو بڑی جنگوں کے بعد تیسری عالمگیر جنگ کی طرف بڑھ رہی تھی اس نسلی اور قومی منافرت کے دور میں عالمگیر جماعت احمدیہ کے تیسرے امام نے دنیا میں امن و آشتی کی تعلیم پر مشتمل قرآن کا پیغام دیا جو کہ محبت اور پیار کا پیغام تھا۔ ایک موقع پر آپؒ نے فرمایا:

"میں نے اپنی عمر میں سینکڑوں مرتبہ قرآن کریم کا نہایت تدبر سے مطالعہ کیا ہے اس میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جو کہ دنیاوی معاملات میں ایک مسلم اور غیر مسلم میں تفریق کی تعلیم دیتی ہو۔ شریعت اسلامی بنی نوع انسان کیلئے خالصتاً باعث رحمت ہے حضرت محمد ﷺ نے اور آپ کے صحابہؓ کرام نے لوگوں کے دلوں کو محبت پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا۔ اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ قرآن کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے۔

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

Love for all Hatred for none

یہی طریقہ ہے دلوں کو جیتنے کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔" (خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ، اکتوبر 1980 بحوالہ دورہ مغرب، صفحہ 523 تا 524)

ساری دنیا کو امن کا پیغام اور تیسری عالمگیر ہولناک تباہ کن جنگ سے متنبہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"دوست جانتے ہیں کہ سفر یورپ پر جب میں گیا تھا تو لندن میں وانڈز ورتھ ہال میں مَیں نے انگریزی میں ایک مضمون پڑھا تھا جس میں انگلستان اور یورپ کے رہنے والوں بلکہ ساری دنیا کی اقوام کو مخاطب کر کے انہیں اس طرف دعوت دی تھی کہ اگر وہ اپنے رب، اپنے خالق کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ٹھنڈے سایہ تلے جمع نہ ہوں گے تو ایک نہایت ہی عظیم تباہی ان کیلئے مقدر ہو چکی ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگی۔"

(خطبات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 930)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے امن اور سلامتی سے متعلق اور تیسری عالمگیر جنگ سے خبردار کرنے کے سلسلہ میں جو مضمون آپؒ نے پڑھا اس میں آپؒ فرماتے ہیں:

احباب کرام! انسانیت اس وقت ایک خطرناک تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے اس سلسلہ میں میں آپ کیلئے اور اپنے تمام بھائیوں کیلئے ایک اہم پیغام لایا ہوں موقع کی مناسبت کے پیش نظر میں اسے مختصراً بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ میرا یہ پیغام امن صلح اور انسانیت کیلئے امید کا پیغام ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ پورے غور کے ساتھ میری ان مختصر باتوں کو سنیں گے اور پھر ایک غیر متعصب دل اور روشن دماغ کے ساتھ ان پر غور کریں گے۔ آپؒ نے فرمایا حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں دو عالمگیر جنگوں کی پیشگوئی فرمائی تھی جو پوری ہو چکی ہے وہیں آپؑ نے تیسری عالمگیر تباہ کن جنگ کی بھی پیشگوئی فرمائی ہے چنانچہ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے نئی تہذیب کا قصر عظیم زمین پر آ رہے گا دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اسکے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہو جائیں گے انکی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی انکی تہذیب وثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ بچ رہنے والے حیرت اور استعجاب سے دم بخود اور ششدر رہ جائیں گے۔

روس کے باشندے نسبتاً جلد اس تباہی سے نجات پائیں گے اور بڑی وضاحت سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ ملک کی آبادی پھر جلد ہی بڑھ جائے گی اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کریں گے اور ان میں کثرت سے اسلام پھیلے گا اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اس کا وجود مٹانے کی شیخیاں بگھار رہی ہے وہی قوم اپنی گمراہی کو جان لے گی اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختگی سے قائم ہو جائے گی۔"

(خطبات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 930 تا 935)

اسکے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیسری عالمگیر تباہ کن جنگ کی پیشگوئی ٹل بھی سکتی ہے لیکن اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کے غلبہ اور اسلامی صبح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں گو ابھی دھندلے ہیں لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوگا اور دنیا کو منور کرے گا لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقع ہو ضروری ہے کہ دنیا ایک اور عالمگیر تباہی میں سے گزرے ایک ایسی خونی تباہی جو بنی نوع انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گی لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی ہے اور انذاری پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سے التواء میں ڈالی جا سکتی ہیں بلکہ ٹل بھی سکتی ہیں اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کر لے وہ اب بھی خدائی غضب سے بچ سکتا ہے اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے ربّ سے حقیقی تعلق قائم کرے فسق وفجور سے باز آ جائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی اختیار کر لے مگر اس کا انحصار تو ان قوموں پر ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں کہ آیا وہ اس مستی کو چھوڑ کر روحانی لذت اور سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں؟ اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعودہ ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا۔ پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر رحم کریں اور خدائے رحیم وکریم کی آواز کو سنیں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور صداقت کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا کرے۔"

(خطبات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 930 تا 935)

جماعت احمدیہ کے چوتھے امام حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ نے جماعت احمدیہ کو دنیا میں قیام امن اور تیسری عالمگیر جنگ سے انسانیت کو بچانے کے سلسلہ میں یہ نصیحت فرمائی۔ حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم سے دنیا کی سیاست کو روشناس کرائے اور جس ملک میں بھی احمدی بستے ہیں وہ ایک جہاد شروع کر دیں۔ ان کو بتائیں کہ تمہارا آخری تجزیہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تمہارے ہر قسم کے خطرات کی بنیاد خود غرضی اور نا انصافی پر ہے۔ دنیا کی قوموں کے درمیان جو چاہیں نئے معاہدات کر لیں، جس قسم کے نئے نقشے بنانا چاہتے ہیں بنائیں اور ان کو ابھاریں لیکن جب تک اسلامی عدل کی طرف واپس نہیں آئیں گے...... جب تک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق میں پناہ نہیں لیں گے جو تمام جہانوں کیلئے ایک رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے صرف اور صرف آپ ﷺ کی تعلیم ہے جو بنی نوع انسان کو اَمن عطا کر سکتی ہے۔ باقی ساری باتیں ڈھکوسلے ہیں جھوٹ ہیں سیاست کے فسادات ہیں ڈپلومیسی کے دجل ہیں اس کے سوا

ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ پس امن عالم کے قیام کی خاطر آج صرف جماعت احمدیہ ہے جس نے صحیح خطوط پر ایک عالمی جہاد کی بناڈالنی ہے۔ اس لئے میں آپ سب کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ دنیا سے تعصبات کے خلاف جہاد شروع کریں اور دُنیا سے ظلم وستم کو مٹانے کیلئے جہاد شروع کریں۔ سیاست کو عدل سے روشناس کرانے کیلئے جہاد شروع کریں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 نومبر 1990 لندن)

سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دنیا بھر میں قیام امن اور دنیا کو تیسری عالمگیر جنگ کی ہولناک تباہیوں سے بچانے کی غرض سے محض للہ مصروف عمل ہیں۔ ایک طرف جہاں آپ اپنے خطبات اور خطابات کے ذریعہ دنیا کو ان تباہیوں سے آگاہ فرمارہے ہیں جو انسانیت کو نگل جانے کیلئے ایک خوفناک اژدہے کی شکل میں منہ پھاڑے کھڑی ہے وہیں دنیا بھر کے ممالک میں دورہ کر کے دنیا کے دور دراز علاقوں میں اسلام کی امن بخش تعلیم پہنچارہے ہیں تاکہ کسی طرح دنیا تیسری عالمگیر جنگ سے ہونے والی ہولناک تباہیوں سے بچ جائے۔

چنانچہ (1) ایک خطاب حضور انور نے برٹش پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز میں 22 اکتوبر 2008 کو ارشاد فرمایا۔ (2) ایک خطاب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2012 میں جرمنی میں ملٹری ہیڈ کوارٹر میں ارشاد فرمایا۔ (3) ایک خطاب واشنگٹن امریکہ کے کیپیٹل ہل میں 2012 میں ارشاد فرمایا۔ (4) ایک خطاب حضور نے لندن میں نویں پیس سمپوزیم میں ارشاد فرمایا۔ (5) ایک خطاب حضور انور نے دسمبر 2012 میں بیلجیئم میں یوروپین پارلیمنٹ کے اراکین اور دیگر دانشوروں کے سامنے فرمایا جس میں 30 ممالک کے اراکین شامل تھے۔ (6) اسی طرح ایک خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمبرگ جرمنی کی مسجد بیت الرشید میں ارشاد فرمایا تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عالمی قیام امن کی خاطر دنیا کے درج ذیل عظیم لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں کو خطوط بھی لکھے۔

Holiness Pope Benedict the XVI
Prime Minister of Israel
President of the Islamic Republic of Iran
President of the United States of America
Prime Minister of Canada
Custodian of the Two Holy Places the King of the Kingdom of Saudi Arabia
Premier of the State Council of the People's Republic of China
Prime Minister of the United Kingdom
The Chancellor of Germany
President of the French Republic
Her Majesty the Queen of the United Kingdom and Commonwealth Realms
The Supreme Leader of the Islamic Republic of Iran

انسانیت کو تیسری عالمگیر جنگ کی تباہی سے بچانے کے لئے امن کانفرنسز

قیام امن کی انہیں کوششوں میں سے ایک امن کانفرنس کا انعقاد ہے جو ہر سال جماعت احمدیہ برطانیہ کی جانب سے طاہر ہال بیت الفتوح لندن میں منعقد ہوتی ہے۔ ان امن کانفرنسز میں مختلف شعبہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے مرد و خواتین اور مختلف ممبران پارلیمنٹ لندن شہر کے میئر، حکومتی وزراء، مختلف ممالک کے سفراء اور معاشرہ کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے مہمان جماعت احمدیہ کی دعوت پر تشریف لاتے ہیں اور قیام امن کیلئے جماعت کی مساعی پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں ان کانفرنسز کا مرکزی نقطہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب ہوتا ہے جس میں آپ اسلامی تعلیم اور عالمی حالات کے تجزیہ کی روشنی میں امن عالم کے قیام کیلئے مفید مشورے دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نمائندگی میں آپ کے مقدس خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دنیا بھر میں اسلام کے پُر امن پیغام کی اشاعت کے حقیقی جہاد میں مصروف ہیں۔

حق کے پیاسوں کے لیے آبِ بقا ہو جاؤ
خشک کھیتوں کے لیے کالی گھٹا ہو جاؤ

پاکیزہ منظوم کلام
سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود، خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

عہد شکنی نہ کرو اہلِ وفا ہو جاؤ — اہلِ شیطاں نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ
گرتے پڑتے درِ مولیٰ پہ رسا ہو جاؤ — اور پروانے کی مانند فدا ہو جاؤ
جو ہیں خالق سے خفا ان سے خفا ہو جاؤ — جو ہیں اس در سے جدا ان سے جدا ہو جاؤ
حق کے پیاسوں کے لیے آبِ بقا ہو جاؤ — خشک کھیتوں کے لیے کالی گھٹا ہو جاؤ
غنچۂ دیں کے لیے بادِ صبا ہو جاؤ — کُفر و بدعت کے لیے دستِ قضا ہو جاؤ
سرخرو روبروئے داورِ محشر جاؤ — کاش تم حشر کے دن عہدہ برآ ہو جاؤ
بادشاہی کی تمنا نہ کرو ہرگز تم — کوچۂ یارِ یگانہ کے گدا ہو جاؤ
بحرِ عرفان میں تم غوطے لگاؤ ہر دم — بانیٔ کعبہ کی تم کاش دُعا ہو جاؤ
وصلِ مولیٰ کے جو بھوکے ہیں انہیں سیر کرو — وہ کرو کام کہ تم خوانِ ہدیٰ ہو جاؤ
قُطب کا کام دو تم ظلمت و تاریکی میں — بھولے بھٹکوں کے لیے راہ نما ہو جاؤ
پنبۂ مرہم کافور ہو تم زخموں پر — دلِ بیمار کے درمان و دوا ہو جاؤ
طالبانِ رخِ جاناں کو دکھاؤ دِلبر — عاشقوں کے لیے تم قبلہ نما ہو جاؤ
امرِ معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا — بے کسوں کے لیے تم عقدہ کُشا ہو جاؤ
دمِ عیسیٰ سے بھی بڑھ کر ہو دعاؤں میں اثر — یدِ بیضا بنو موسیٰ کا عصا ہو جاؤ
راہِ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں — موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ
موردِ فضل و کرم وارثِ ایمان و ہُدیٰ — عاشقِ احمد و محبوبِ خدا ہو جاؤ

دنیا کے مختلف ممالک میں جا کر وہاں کے سربراہوں، دانشوروں اور مختلف مذاہب کے رہنماؤں کے سامنے اور ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے نمائندوں کے ساتھ انٹرویوز میں بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ اور حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ساتھ جہاد کے متعلق مسلمانوں اور غیر مسلموں کے غلط تصورات کا بطلان ثابت کر کے قرآن مجید کی سچی اور صاف اور پاکیزہ اور پُر امن تعلیمات کو پیش کرتے ہیں تو ہر سلیم الفطرت اور امن کے متلاشی کو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اسلام ہرگز دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ یہ سراپا امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر دنیا سے ہر قسم کے علاقائی و نسلی و مذہبی تعصبات اور نفرتوں کو ختم کر کے حقیقی اور پائیدار امن کا قیام ممکن ہے۔

اس موضوع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب اور دنیا کی بڑی طاقتوں اور بعض دیگر اہم ممالک اور مذہبی رہنماؤں کے نام خطوط کے مجموعہ پر مشتمل ایک نہایت اہم اور خوبصورت کتاب World Crisis and Pathway to Peace شائع ہو چکی ہے۔

ہم احمدیوں کا فرض ہے کہ ہم اپنے امام کی اقتدا میں اس عظیم الشان مہم میں بھرپور حصہ لیں اور اسلام کی امن و سلامتی کی حقیقی تعلیمات کو نہ صرف اپنے اوپر لاگو کریں بلکہ غیروں کو بھی اسلام کے پُر امن حصار میں آنے کی دعوت دیں تاکہ زمین سے ہر قسم کے ظلم اور ناحق خونریزیوں کا خاتمہ ہو اور زمین عدل اور امن اور صلحکاری سے بھر جائے۔

......☆......☆......☆......

جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو
اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھو تو اسکے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو
یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حُسنِ سلوک سے پیش آؤ

متّقی بنو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے، قناعت اختیار کرو شکر گزار سمجھے جاؤ گے
لوگوں کیلئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو حقیقی مومن کہلاؤ گے، اچھے پڑوسی بنو سچے مسلمان کہلاؤ گے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۞ حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو، یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔

(ترمذی، کتاب البرّ والصلۃ، باب فی معاشرۃ الناس)

۞ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متّقی بنو، سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے، قناعت اختیار کرو سب سے زیادہ شکر گزار سمجھے جاؤ گے۔ لوگوں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو، حقیقی مومن کہلاؤ گے۔ اچھے پڑوسی بنو سچے مسلمان کہلاؤ گے۔ کم ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مُردہ بنا دیتا ہے۔

(قشیریہ، باب القناعۃ، صفحہ 81)

جلسہ سالانہ قادیان 2017 مبارک ہو!

ہومیوپیتھی کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی عظیم الشان خدمات

(فلاح الدین قمر، مبلغ سلسلہ، نظارت علیا جنوبی ہند، قادیان)

قارئین! خدا تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے۔ یعنی اس کی خلقت میں توازن و تناسب رکھا ہے اور اس کو ایک صحت مند جسم کی تشکیل کیلئے ہدایات اور رہنمائیاں بھی دی ہیں۔ لیکن انسان اپنی بے اعتدالی کی وجہ سے کبھی اس نعمت عظمیٰ کو کھو بیٹھتا ہے لیکن خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے اس نے انسانی صحت کی بحالی کے سامان بھی پیدا فرمائے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعراء: 81) یعنی اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ إِلَّا الْمَوْتِ یعنی ہر بیماری کیلئے دوا رکھی گئی ہے۔

مشہور ہے کہ ''اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَعِلْمُ الْاَدْيَانِ'' یعنی علم صرف دو ہی ہیں بدن کا علم یعنی علم طب اور ادیان یعنی مذاہب کا علم۔ اس زمانے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ان دونوں علوم کے دریا نہایت آب و تاب اور روانی سے بہہ رہے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں دنیا کو علم الادیان سے مالا مال کیا وہیں آپ کے روحانی فرزند اور خلیفہ چہارم نے ہومیوپیتھی کے ذریعہ مخلوق خدا کی بے بہا خدمت کی۔ اس ضمن میں خاکسار آپ کی ہومیوپیتھی کے ذریعہ خدمت انسانی کے متعلق کچھ عرض کرے گا۔

والدہ ماجدہ کی خواہش اور اسکی تکمیل

آپؒ کی والدہ مرحومہؓ کی دلی خواہش تھی کہ آپؒ ڈاکٹر بنیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میری امی کی خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنوں۔ ہر وقت مجھے کہتی رہتی تھیں کہ ڈاکٹر بنو، پڑھائی کرو۔''

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپؒ اسکول اور کالج کی پڑھائی میں کوئی زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ نصابی کتب پڑھ کر کامیابی حاصل کرتے ہوئے تعلیمی منزلیں طے تو کرتے رہے مگر یہ کامیابی باقاعدہ میڈیکل کالج میں داخلے کے معیار پر پوری نہ اترتی تھی۔ اس لئے آپؒ نے اپنے تعلیمی دَور میں اس طرف رُخ ہی نہ کیا۔ سنّت اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کی تمنائیں اگر پوری نہیں فرماتا تو وہ ان کی تمنّاؤں کو مقبول دعاؤں میں بدل دیتا ہے اور اپنی خاص حکمتوں کے تحت کسی اور اعلیٰ رنگ میں قبول فرماتا ہے۔ حضرت امّ طاہرؓ دعا گو بھی تھیں اور مستجاب الدعوات بھی۔ اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کی دعاؤں کو جس طرح سے قبول فرمایا، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح ہومیوپیتھک ڈاکٹر بنا دیا۔ سب دنیا کی خدمت کررہا ہوں۔ کتاب لکھی ہے لوگوں کو دوائیاں بھجواتے ہیں۔ تو میری امّی کی خواہش بھی پوری ہوگئی اور مجھے بھی خدمت کا موقع مل گیا۔ اگر میں ڈاکٹر ہوتا تو یہ جو موجودہ کام میرے سپرد ہے یہ مشکل ہوتا۔''

(الفضل 29 جنوری 2001)

حضورؒ کے ذریعہ ہومیوپیتھی کی ترویج

خلافت سے قبل ہی ہومیوپیتھی اور اسکے ذریعہ مفت علاج کا بے پناہ جذبہ آپ میں موجزن تھا۔ 1960 کے لگ بھگ آپ نے گھر سے دوائیں دینا شروع کیں۔ پھر 1968 میں وقف جدید میں فری ہومیوپیتھی ڈسپنسری کا اجراء فرمایا اور مریضوں کا علاج فرماتے رہے۔

آپ نے 23 مارچ 1994ء سے mta پر ہومیوپیتھی کلاسز کا اجراء فرمایا اور بڑی تفصیل کے ساتھ مختلف بیماریوں اور دواؤں کا مزاج اور شفا کے حیرت انگیز واقعات بیان فرمائے۔ قریباً 170 کلاسز کی ریکارڈنگ کے بعد انہیں کتابی شکل میں علاج بالمثل یعنی ہومیوپیتھی کے نام سے شائع کردیا گیا۔ اس کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

حضور نے یہ تحریک بھی فرمائی کہ کثرت کے ساتھ فری ہومیوپیتھی ڈسپنسریاں قائم کی جائیں جہاں سے فری علاج کیا جائے اور احباب جماعت کو ان سے مطلع کیا جائے۔ چنانچہ برطانیہ سمیت دنیا بھر کے بیسیوں ممالک میں اس طرح کے مراکز قائم ہوچکے ہیں جہاں احمدی اور غیر احمدی ادویہ حاصل کرتے ہیں۔ حضور کے لیکچرز اور کتب کے طفیل گھر گھر میں چھوٹے چھوٹے ہومیوپیتھ بن گئے ہیں جو معمول کی بیماریوں کا ابتدائی علاج کرنے کے قابل ہیں اور بہت ماہر ہومیوپیتھ بھی حضور کے تجربات اور عظمت کے قدردان ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مرتبہ الہام ہوا عِنْدِیْ مُعَالِجَاتٌ اور 18 اکتوبر 1902 کو حضرت اماں جان نے خواب میں دیکھا کہ شیخ رحمت اللہ صاحب کی طرف سے ایک صندوق دوائیوں سے بھرا ہوا آیا ہے۔ جس میں ڈبیاں ہیں، شیشیاں ہیں۔

یہ رویا حضور کے زمانہ میں ہومیوپیتھی کی ترویج، اور دواؤں پر مشتمل ڈبے کل عالم میں بھجوانے سے پوری ہوئی۔

(الفضل 16 اگست 1999، صفحہ 2، روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر، 27 دسمبر 2003، صفحہ 35)

بلاشبہ اس طریق علاج کا موجد جرمن ڈاکٹر ہانیمن سیموئل تھا مگر اس کو ایک عالمگیر اور منظم جماعت کے ذریعہ دنیا بھر میں مقبول بنانے اور بے شمار مریضوں کے علاج کا بین الاقوامی نظام قائم کرنے کا سہرا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے سر پر ہے آپ کا قلب مطہر ہر دم دکھی انسانیت کیلئے تڑپتا اور درد مند رہتا تھا۔ (روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر، 27 دسمبر 2003 صفحہ 22)

حضورؒ کا ہومیوپیتھی پر احسان

ہومیوپیتھی کیساتھ ساتھ درست ہومیوپیتھی اصول بھی فراموش کئے جا رہے تھے اور ہومیوپیتھ خود اُن درست اصولوں سے یا تو نا آشنا ہو چکے تھے یا عمداً اُن کو بھلا چکے تھے۔ حالانکہ ہومیوپیتھی کی بنیاد جن اصولوں پر ہے ان کو اپنائے بغیر اس طریق علاج سے پورا فائدہ اٹھایا ہی نہیں جاسکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ ہومیوپیتھی کے درست فلسفہ کی طرف توجہ دلائی اور ہومیوپیتھوں کو درست طریق کے مطابق پریکٹس کرنے کی طرف توجہ دلائی اور محض پیسے یا تجارت کی غرض سے ہومیوپیتھی کی شکل بگاڑنے سے منع فرمایا۔

ہومیو پیتھی میں علاج کرتے ہوئے آپ نے ہومیوپیتھی کے اصول انفرادی یعنی individualization کی طرف توجہ دلائی۔ ہر مریض کی علامات الگ ہوجاتی ہیں اور الگ الگ مریضوں کو مشاہدہ کرکے دوا تجویز کرنی چاہئے اور مرض کے نام پر دوا تجویز کرنے کی بجائے مریض کی علامت پر دوا تجویز کرنی چاہئے۔

چنانچہ حضورؒ نے فرمایا: ''ہومیوپیتھی میں کوئی بھی ٹکسالی کا نسخہ نہیں چل سکتا۔ سب سے اہم بات یہ ہیکہ کچھ دیر کے لئے بیماری کو بھول کر مریض کو دیکھ کر اس کی ذاتی علامتوں کو مدنظر رکھیں۔ گرمی اور سردی کی دوائیں ذہن میں الگ الگ رکھنی چاہئیں۔ اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مریض کی طبیعت گرم ہے تو اسے ٹھنڈی دوائیں دینے سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ مریض کے مزاج کا رخ اچھی طرح ذہن میں رکھنا چاہئے کہ کون سا ایسا مریض ہے جس کو گرمی نقصان پہنچاتی ہے۔ یا سردی سے تکلیف بڑھتی ہے۔ یا حرکت نقصان پہنچاتی ہے اور آرام سے تکلیف بڑھتی ہے۔ اگر یہ چیزیں ذہن نشین ہوں تو مریض سے بات کرتے ہوئے مریض سے ہٹ کر مرض کی طرف توجہ دی جاسکتی ہے۔''

(روزنامہ الفضل 15 اپریل 1995)

دنیائے احمدیت کے دل میں آپ نے ہومیوپیتھی طریق علاج سے ایک انس و محبت پیدا کردی اور گھر گھر، قریہ قریہ اور شہر شہر ہومیوپیتھی ڈسپنسری کھلوانے میں مرکزی کردار ادا فرمایا۔

MTA پر آپؒ کے لیکچرز سن کر اور اسی طرح سن 1996ء میں آپ کی کتاب ''ہومیوپیتھی طریق علاج بالمثل'' چھپ کر منظر عام پر آئی اس سے استفادہ کرتے ہوئے گھر گھر ہومیوپیتھی ڈاکٹرز پیدا ہوئے۔ بنی نوع انسان کو اس طریق علاج سے فائدہ پہنچانے میں آپکی کاوش بے نظیر ہے۔ ایک بہت بڑے عظیم الشان روحانی راہنما ہونے کی بنا پر جسمانی شفایابی اور علاج میں بھی آپ کو کمال حاصل ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آپ کے شامل حال ہوگئی۔ سینکڑوں لاعلاج مریضوں نے آپ کی دواؤں اور دعاؤں سے نئی زندگی پائی۔

حضورؒ کی ہومیوپیتھی کلاسز اور لیکچرز

حضور کا بنی نوع انسان پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپؒ نے ہومیوپیتھی طریقۂ علاج

کو ہر کس و ناکس تک پہنچایا اور ایم ٹی اے پر دنیا بھر میں ہومیوپیتھی کے اس طریقۂ علاج کی تشہیر کی اور چند سالوں میں ہزاروں لوگ اس علم کے ماہر ہو گئے اور اکنافِ عالم میں لوگ اس طریقۂ علاج سے مستفیض ہونے لگے۔ آپ رحمہ اللہ نے 23/ مارچ 1994 کو ہومیوپیتھی کلاسز کا اجراء فرمایا۔ ان کلاسز میں آپؒ ہومیوپیتھی لیکچر دیتے اور مختلف بیماریوں کے علاج کے لئے دوائیں تجویز فرماتے اور بیماریوں کی تشخیص اور مجوزہ دواؤں کے استعمال کی بھی پوری وضاحت فرماتے۔ بعدازاں آپؒ کے یہ اسباق دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ جس سے ہومیوپیتھی طریقہ علاج ایک عام آدمی کی دسترس میں آ گیا۔ اب یہ کتاب ساری دنیا میں ہر معالج کی راہنمائی کا موجب ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ بھی Homoeopathy like cures like کے نام سے دستیاب ہے۔

مکرم سیّد ساجد احمد صاحب آف امریکہ ہومیوپیتھی کے اس فیض عام کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''ان درسوں کے طفیل ہم سالوں سے اپنے گھر میں کئی موسمی بیماریوں کا مقابلہ معمولی قیمت کی ادویہ سے کر رہے ہیں۔ ایک بار ایک ڈاکٹر نے مجھے ایک آپریشن کا اندازہ ہزاروں امریکی ڈالر کا بتایا۔ میں نے سوچا کہ پہلے ہومیوپیتھی کو آزمانا چاہئے۔ جو کچھ مجھے حضورؒ کے لیکچروں اور کتاب سے سمجھ آیا اس کے مطابق دوا شروع کی اور دعا کی اور جب کچھ عرصہ بعد اسی ڈاکٹر نے ناک کا معائنہ کیا تو بہت حیران ہوا کہ سب پالپس (Polyps) مفقود ہو چکے تھے۔ اسے اس بات سے مزید حیرت ہوئی کہ دوا چند ڈالر سے زیادہ کی نہ تھی۔''

(خلفائے احمدیت کی تحریکات اور اس کے شیریں ثمرات، صفحہ 469)

بحیثیت طبیب حضورؒ کی طبی خدمات

حضورؒ ایک کامیاب اور بہترین ہومیوپیتھ تھے۔ بظاہر حضور رحمہ اللہ کے پاس کوئی ڈگری نہیں تھی اور نہ ہی کسی میڈیکل کالج میں داخلہ لیا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے حضورؒ کو اس علم سے نوازا اور ایک کامیاب معالج کے طور پر اس دنیا کے سامنے پیش کیا۔

ہومیوپیتھی کے میدان میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات عالمگیر تھیں۔ آپ کے فیض کا دائرہ کسی ایک ملک یا قوم تک محدود نہ تھا بلکہ دنیا کے تمام قابل ذکر ممالک سے ہر قسم کی بیماریوں کے ستائے ہوئے مریضوں نے آپؒ سے رابطے کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ شفایائی۔ آپؒ کے ہاتھ پر شفایابی کے اَن گنت، حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعات ظہور میں آئے۔ ایسے اعجازی شفا پانے والوں کے محیّر العقول واقعات دنیا کے شرق و غرب میں بکثرت موجود ہیں۔

حضورؒ کے اپنے اوپر ہومیوپیتھی کے تجربات

آپؒ نے پہلے اپنی ذات پر بے شمار کامیاب تجربات کئے اور اپنے گھر والوں اور اپنے عزیزوں کا بھی کامیاب علاج کیا۔ بعد ازاں عوام الناس کو نسخہ جات دینے شروع کئے۔ آہستہ آہستہ آپؒ ایک کامیاب ہومیوپیتھ بن گئے۔ اب خاکسار آپ کے بعض ایسے کامیاب تجربات پیش کرے گا جو آپؒ نے اپنی ذات پر کئے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: ''ہندوستان کی تقسیم کے بعد پاکستان بننے کے ابتدائی سالوں کی بات ہے کہ مجھے بار بار سر درد کے دورے پڑا کرتے تھے جسے انگریزی میں مائیگرین Migraine اور اردو میں درد شقیقہ کہتے ہیں۔ یہ بہت شدید درد ہوتا ہے جس کے ساتھ متلی، قے اور اعصابی بے چینی بہت ہوتی ہے۔ میں کئی کئی دن اس بیماری میں مبتلا رہتا تھا۔ علاج کے طور پر اسپرین استعمال کرتا جس کی وجہ سے معدہ کی جھلی اور گردوں پر بُرا اثر پڑتا اور دل کی دھڑکن بھی تیز ہو جاتی۔ میرے والد مرحوم ایک ایلو پیتھک دوا سینڈول (Sandole) اپنے پاس رکھا کرتے تھے جسکی انہیں خود بھی ضرورت پڑتی تھی۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد یہ دوا پاکستان میں نہیں ملتی تھی بلکہ کلکتہ سے منگوانی پڑتی تھی۔ اس سے مجھے جلد آرام آ جاتا۔''

آپ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ جب مجھے سر درد کی شدید تکلیف ہوئی تو ابا جان مرحوم کے پاس سینڈول موجود نہ تھی، اس لئے آپ نے اس کی بجائے کوئی ہومیوپیتھک دوائی بھجوادی۔ مجھے اس وقت ہومیوپیتھی پر کوئی یقین نہیں تھا لیکن تبرکاً میں نے یہ دوا کھالی۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ درد بالکل ختم ہو گیا ہے اور میں بے وجہ آنکھیں بند کئے لیٹا ہوں۔ اس سے پہلے کبھی کسی دوا کا مجھ پر ایسا غیر معمولی اور اتنا تیز اثر نہیں ہوا تھا۔''

(کتاب ہومیوپیتھی علاج بالمثل دیباچہ)

اسی طرح ایک اور جگہ آپؒ فرماتے ہیں: ''مجھے 1960ء یا 1962ء میں پہلی دفعہ اپنڈکس کا حملہ ہوا تھا۔ میں نے یہ دوائی (Arnica) کھائی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اس کے بعد کبھی کبھار تکلیف ہوتی تھی جو انہی دوائیوں سے ٹھیک ہو جاتی تھی۔ آپریشن کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اس کے علاوہ 1972ء میں سفر کے دوران بیماری کا شدید حملہ ہوا۔ میں کار بھی چلا رہا تھا، بچے بھی ساتھ تھے، بخار اتر نہیں رہا تھا، میں مسلسل دوا کھاتا رہا اور چار سو میل کا سفر کر کے کراچی پہنچا۔ جب ڈاکٹر نے آپریشن کیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اپنڈکس پھٹ چکا تھا اور اس میں جگہ جگہ سوراخ تھے اور پیپ بہہ بہہ کر خشک ہو چکی تھی۔ اسکے تجزیہ کے مطابق ایسے مریض کو چند گھنٹوں کے اندر اندر مرجانا چاہئے تھا لیکن اس نسخہ نے خطرناک صورت حال میں بھی مجھے سنبھالے رکھا۔''

(کتاب ہومیوپیتھی علاج بالمثل، صفحہ 118)

عوام الناس کے معجزانہ شفایابی کے واقعات

☆**مرگی کے علاج کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:** ''روز مرہ علاج میں یہ بات یاد رکھیں کہ وہ مریض جو گہری اور دیرینہ بیماریوں میں مبتلا ہیں مثلاً دمہ، مرگی وغیرہ۔ انہیں سرسری نسخہ دینا درست نہیں بلکہ وقت نکال کر ایسے مریضوں کا تفصیلی انٹرویو لینا چاہئے اور بیماری کے متعلق تمام باتیں پوچھ کر ان کی مزاجی دوا تلاش کرنی چاہئے...... بعض دوائیں ایسی ہیں جن کا مرگی کے مرض میں ذکر نہیں ملتا۔ مثلاً ایک مریض کو سر میں شور محسوس ہوتا تھا اور شور سے چوٹ سی لگتی تھی جس سے اسے وحشت ہوتی تھی اور نیند نہیں آتی تھی۔ سر اور دل شکنجے میں جکڑا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اسے میں نے کیکٹس (Cactus) دی تو اس کی کایا پلٹ گئی اور وہ آرام سے سونے لگا۔ اور اسے مرگی سے نجات مل گئی۔ جبکہ کیکٹس کا مرگی کی دواؤں میں کوئی ذکر نہیں۔'' (ہومیوپیتھی علاج بالمثل جدید ایڈیشن جلد اول و دوم، دیباچہ صفحہ: xi)

☆**گردے کے درد کے علاج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:** ''ضدی بیماریوں میں لازماً مریض کو سامنے بٹھا کر اس کی تفصیلی چھان بین ہونی چاہئے۔ ایک دفعہ ایسا ہی تجربہ مجھے گردے کے ایک مریض کے بارے میں ہوا۔ میں اسے مرض کے حادّ حملے کو فوراً روکنے کے لئے ایکونائیٹ (Aconitum) اور بیلاڈونا (Belladonna) کا مشہور نسخہ دیتا رہا لیکن اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ میں اسے وہ دوائیں دے رہا ہوں جو تب کام آتی ہیں جب مریض کو گرمی نقصان پہنچائے اور ٹھنڈ سے فائدہ ہو۔ اس مریض کو سرد غسل لینے سے شدید تکلیف پہنچتی تھی۔ میں نے اس بات کو پیش نظر رکھ کر جب اس کو میگنیشیا فاس (Mag Phos) اور کولوسنتھ (Colocynthis) ملا کر دیں تو وہ دیکھتے ہی دیکھتے ٹھیک ہو گیا۔'' (ہومیوپیتھی علاج بالمثل جدید ایڈیشن جلد اول و دوم، دیباچہ صفحہ: XII)

☆**گینگرین جیسے مہلک مرض سے شفایابی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:** ''ایک نوجوان کا ہاتھ مشین میں آ کر کچلا گیا، اس کے زخم مندمل نہیں ہوئے اور بگڑ کر گینگرین میں تبدیل ہو گئے۔ ڈاکٹر نے مایوس ہو کر پہلے انگوٹھا اور پھر بازو کٹوانے کا مشورہ دیا۔ میں نے اس کے لئے آرسینک (CM(Arsenic تجویز کی اور ہفتہ دس دن کے بعد دوہرانے کو کہا۔ چند ہفتوں کے بعد اس نے لکھا کہ درد تو ہے لیکن سیاہی رفتہ رفتہ سرخی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ کچھ ہی عرصہ میں اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو گیا اور بازو کٹوانا تو کجا، ہاتھ کی انگلیاں کٹوانے کی نوبت بھی نہ آئی۔'' (ایضاً صفحہ 96)

☆**کینسر جیسے خطرناک مرض سے اعجازی شفا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:** ''اگر پراسٹیٹ گلینڈز، گردے اور مثانے کی بیماریوں میں آرسینک کی علامات موجود ہوں لیکن آرسینک (Arsenic) اکیلی کافی نہ ہو تو فاسفورس اس کی مددگار دوا ثابت ہوتی ہے۔ دونوں کو یکے بعد دیگرے دینا بھی میرے تجربے کے مطابق بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ یہی نسخہ کینسر میں بھی بہت افاقہ کا موجب بنتا ہے۔ یہ نسخہ ایک ایسے مریض پر بھی استعمال کیا گیا جس کے متعلق ڈاکٹروں کا فیصلہ تھا کہ ایک ہفتے سے زیادہ نہیں رہے گا لیکن اسے ان دواؤں سے نمایاں فائدہ ہوا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بعد ازاں وہ ایک سال کی مدّت تک بغیر تکلیف کے زندہ رہا۔''

(ایضاً صفحہ 97)

☆**پولیو کے علاج کے بارے میں بتایا:** ''ایک بچے کی ٹانگیں پولیو کے حملہ کی وجہ سے ٹیڑھی ہو گئی تھیں اسے سلفر (Sulpher) اور برائیٹا کارب (Baryta Carb) دی گئیں جن سے اتنا نمایاں فائدہ ہوا کہ وہ اب معمول کے مطابق زندگی گزار رہا ہے اگرچہ مکمل صحت نہیں ہے لیکن چلتا پھرتا ہے حالانکہ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تکلیف بڑھتی جائے گی۔'' (ایضاً صفحہ 131)

☆**پھیپھڑوں میں سوراخوں کے بند**

ہونے کے اعجازی علاج کے بارے میں بتایا: ’’ایک خاتون کے پھیپھڑوں میں سل کے نتیجہ میں سوراخ ہو گئے تھے اور ڈاکٹروں کے نزدیک ان کا کوئی علاج نہیں تھا۔ جب ہومیو پیتھک طریق پر ان کا علاج Merc Sol 200 اور 30 Kali Carb سے کیا گیا تو چند مہینوں میں وہ بالکل صحت یاب ہو گئیں۔ جب ہسپتال کے ڈاکٹروں نے ایکسرے لیا تو ان سوراخوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ وہ یہ یقین کرنے کیلئے تیار نہیں تھے کہ یہ وہی مریضہ ہیں۔‘‘ (ایضاً صفحہ 164)

☆**دمے کی تشویشناک حالت کے علاج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:** ’’ایک دفعہ دمہ کا ایک مریض اسی کیفیت (سینہ بلغم سے بھرا ہوا) سے دوچار تھا اور حالت بہت تشویشناک تھی۔ میں نے اسے کاربوویج (Carbo Veg) دی جس سے فوراً اس کے جسم میں کچھ طاقت پیدا ہوئی۔ بلغم باہر نکالی اور سانس جو بند ہو رہی تھی بسہولت دوبارہ جاری ہوگئی۔ اس کے بعد دمہ کا علاج کیا گیا اور وہ مریض شفایاب ہو گیا۔ کاربوویج بہت نازک لمحات میں کام آنے والی دوا ہے اور دمہ کی بیماری میں اس کی خاص علامت یہ ہے کہ ٹھنڈا پسینہ آتا ہے اور مریض کا بدن بھیگ جاتا ہے لیکن وہ ہوا کا مطالبہ کرتا ہے چنانچہ بعض دفعہ اسکے چہرے پر تیزی سے پنکھا جھلنا پڑتا ہے۔‘‘ (ایضاً صفحہ 242 تا 243)

☆**جبڑے کی ہڈی کے کینسر کے علاج کی بابت بتایا:** ’’ایک مریضہ اس بیماری سے شدید تکلیف میں تھی ایک طرف کا چہرہ سخت سوجا ہوا تھا، آنکھوں میں دباؤ تھا اور درد اتنا شدید ہوتا تھا کہ چیخیں نکل جاتی تھیں۔ دیر تک ایک بہترین ہسپتال میں داخل رہیں مگر ڈاکٹروں کی کچھ پیش نہ گئی اور آخر انہیں لاعلاج قرار دے کر ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ میں نے انہیں سلفر (Sulpher CM) کی ایک خوراک دی جس سے ان کا درد کم ہوگیا۔ دو ہفتے کے اندر ہی سوزش میں نمایاں طور پر کمی آ گئی۔ پھر میں نے انہیں سلیشیا (Silicea CM) کی ایک خوراک دی جس سے شفایابی کی رفتار جو رک گئی تھی بحال ہو گئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد سلفر CM دوبارہ دی تو بیماری کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس بات کو کئی سال گزر چکے ہیں اور آج تک وہ بالکل ٹھیک ٹھاک اور صحتمند ہیں۔‘‘ (ایضاً صفحہ 427 تا 428)

☆**اپنڈکس سے معجزانہ شفایابی:** ’’میں نے آئرس ٹینیکس (Iris Tenax) کو آرنیکا (Arnica) اور برائیونیا (Bryonia) کے ساتھ 200 طاقت میں ملا کر اپنڈکس کی تکلیفوں میں بارہا استعمال کیا ہے اور یہ بے حد مفید نسخہ ثابت ہوا ہے اور حیرت انگیز اثر دکھاتا ہے۔ اگر تشنجی علامات نمایاں ہوں تو برائیونیا کی بجائے بیلاڈونا استعمال کرنی چاہئے۔ بسا اوقات اپنڈیکس کی وجہ سے بہت خطرناک صورت حال پیدا ہوجاتی ہے اور یہ تکلیف پیچیدگی اختیار کر لیتی ہے۔ یہ تینوں دوائیں مل کر اس صورت حال پر قابو پالیتی ہیں۔‘‘ (ایضاً صفحہ 480 تا 481)

☆**ناسور کے علاج کے بارے میں فرمایا:** ’’انتڑیوں میں یا کہیں اور زخم یا ناسور پائے جائیں تو یہ معلوم کرنا چاہئے کہ مریض کی علامات کسی پوٹاشیم کے نمک سے تو نہیں ملتیں۔ ایک مریض کے پاؤں پر بہت گہرا اور پرانا ناسور تھا۔ اسے میں نے کالی آیوڈائیڈ (Kali Iodatum) دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ ناسور غائب ہوگیا۔ اس سے پہلے وہ بہترین فوجی ہسپتالوں میں داخل ہو کر علاج کروا چکا تھا۔ میں نے محض اس لئے دوا تجویز کی کہ اس کی باقی علامات پوٹاشیم سے ملتی تھیں۔‘‘ (ہومیوپیتھی علاج بالمثل، صفحہ 486)

☆**شراب کی عادت سے چھٹکارہ:** ’’ایک شخص شراب کا عادی تھا۔ وہ شراب کے نشے کے اس حد تک عادی ہو چکے تھے کہ اس کے بغیر ایک گھنٹہ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ لیکن چاہتے تھے کہ اس لعنت سے چھٹکارہ حاصل کریں مگر کبھی کسی علاج سے انہیں فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے سلفیورک ایسڈ کا ایک قطرہ پانی کے گلاس میں حل کر کے وہ پانی دن میں تین دفعہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ دو تین مہینے بعد مجھے ان کے بارہ میں اطلاع ملی کہ وہ بالکل شفایاب ہوگئے ہیں۔ دراصل چند دن کے اندر ہی ان کی کایا پلٹ گئی تھی اور انہیں شراب سے نفرت ہو گئی تھی۔‘‘ (ہومیوپیتھی علاج بالمثل، صفحہ 797)

ایسے مریض جن کو لاعلاج قرار دیا گیا تھا حضورؒ کے علاج سے شفاء پا گئے:

ذیل میں خاکسار ایسے مریضوں کے واقعات پیش کرے گا جن کو ڈاکٹرز نے لاعلاج قرار دے دیا تھا یا صرف آپریشن ہی علاج تجویز فرمایا تھا۔ ایسے مریضوں کی شفایابی کے چند واقعات ہدیہ قارئین ہیں۔

☆**حضورؒ varicose veins کا واقعہ بیان فرماتے ہیں:** ’’بعض اوقات ٹانگوں میں نیلی دریدیں پھول کر جالا سا بنا دیتی ہیں جنہیں Varicose Veins کہتے ہیں۔ عورتوں میں یہ تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ دریدوں میں یہ خون گاڑھا ہو کر جمنے لگتا ہے۔ ایلوپیتھی میں تو صرف آپریشن کے ذریعہ ہی اس کا علاج کیا جاتا ہے لیکن ہومیوپیتھی میں بہت سی ایسی دوائیں ہیں جن کے ذریعہ ان رگوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ سلفرانہی دواؤں میں سے ایک ہے۔‘‘ (کتاب ہومیوپیتھی علاج بالمثل، صفحہ 801 تا 802)

☆ **حضورؒ جگر کے کینسر کا واقعہ بیان فرماتے ہیں:** ’’بعض ایسے مریض تجربہ میں آئے ہیں جنکو ڈاکٹروں نے قطعی طور پر جگر کا کینسر تشخیص کیا اور ہر قسم کی ریڈی ایشن اور دواؤں کے استعمال کے بعد لاعلاج قرار دے دیا۔ جب یہ سمجھا کہ اب دو تین دن کے مہمان ہیں تو انہیں ہسپتال سے فارغ کرکے گھر بھجوا دیا گیا۔ اس وقت جب اسی نسخہ (سلفر 30 + برائیونیا 200 + کارڈووس مریانس مدر ٹنکچر) سے انکا علاج کیا گیا تو تین دن میں مرنے کی بجائے تین دن میں صحت کے آثار واپس لوٹ آئے۔‘‘

(کتاب ہومیوپیتھی علاج بالمثل، صفحہ 190)

یہ دوست مکرم عثمان احمد صاحب وقف جدید کے کارکن تھے۔ مزید 14 سال زندہ رہے۔

☆**حضور ایک شخص کے سورج گرہن سے اندھا ہونے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں:** ’’سورج گرہن کے دوران سورج کو دیکھا جائے تو آنکھ کا پردہ ریٹینا سخت متاثر ہوتا ہے۔ جس کا علم فوراً نہیں ہوتا۔ کئی سالوں میں آہستہ آہستہ اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ کالے دھبے نظر آنے لگتے ہیں۔ کبھی دائیں آنکھ کی نظر کم ہوجاتی ہے اور کبھی بائیں کی۔ مریض رفتہ رفتہ بالکل اندھا ہوجاتا ہے اور ایسے اندھے پن کا کوئی علاج معلوم نہیں۔ آجکل شعاعوں کے ذریعہ علاج کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن اس سے عارضی فائدہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مرک کار چوٹی کی دوا ہے۔ ایک لاکھ طاقت کی دو خوراکیں مہینے کے وقفہ سے اللہ کے فضل سے بہت فائدہ پہنچاتی ہے۔‘‘

(کتاب ہومیوپیتھی علاج بالمثل، صفحہ 556)

حضورؒ کی کاوشیں، ایسے امراض کے متعلق جن کا علاج ابھی تک ایلوپیتھی میں نہیں:

طب کی دنیا میں یہ مسئلہ خاص طور پر ڈاکٹر صاحبان کی توجہ کا مرکز بنا رہا ہے کہ نئی سے نئی بیماریوں کے سدباب کیلئے ادویات کی ایجادات اور جدید طریقہ ہائے علاج کو کس طرح بروئے کار لایا جائے۔ چنانچہ موجودہ دور کی چند مخصوص امراض کا جو حضورؒ نے ہومیوپیتھی علاج دریافت کیا ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(1) ایڈز کا علاج: موجودہ دَور میں ایڈز کی بیماری تمام دنیا کیلئے بہت بڑا خطرہ بن کر سامنے آئی ہے جس کا کوئی ایلوپیتھی علاج دریافت نہیں ہوسکا۔ لیکن حضورؒ نے MTA پر اس مرض کے حوالے سے ہومیوپیتھی نسخے کا اعلان فرمایا اور اس مرض کیلئے (CM Silicea) تجویز کی اور آپؒ نے وہ مثالیں بھی پیش کیں جنہوں نے اس نسخے کو استعمال کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں ایڈز کے مہلک مرض سے نجات بخشی۔

اس اعجازی شفا کا ذکر کرتے ہوئے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’ایڈز بھی کینسر ہی کی طرح ایک لاعلاج بیماری سمجھی جاتی ہے۔ مختلف ممالک میں ایڈز پر میرے زیر نگرانی سلیشیا (CM Silicea) کے تجربے ہوئے ہیں۔ بہت سے مریضوں میں سلیشیا نے حیرت انگیز اثر دکھایا ہے۔‘‘

(ہومیوپیتھی علاج بالمثل، صفحہ 257)

(2) ایٹمی تابکاری سے بچاؤ: دنیا اس وقت ایٹمی تابکاری کے خوف سے لرزاں اور ترساں ہے۔ حضورؒ نے ایٹمی دھماکوں کے اثرات سے بچنے کیلئے ادویات تجویز کی تھیں۔ آپؒ نے کارسینوسن (Carcinosin) ایک لاکھ طاقت میں اور ریڈیم برومائیڈ (Radium Bromide) ایک لاکھ طاقت میں تجویز فرمائی۔ ان ادویات کو بڑی کثرت سے استعمال کروایا گیا۔

(3) ایلومینیم کے زہر سے بچاؤ: قدیم زمانہ سے ہی ایلومینیم کے برتنوں کا استعمال جاری ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایلومینیم کا زہر انسانی جسم میں آہستہ آہستہ سرایت کرتا چلا جاتا ہے اور اس سے کئی گہرے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ حضورؒ نے انسانیت پر یہ احسان بھی کیا کہ ان برتنوں کے بداثرات سے آگاہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ ان برتنوں کے استعمال کو ترک کر دیا جائے۔ آپؒ نے اس زہر کے بداثرات سے بچنے کیلئے ایلومینا (Alumina) ایک ہزار طاقت میں استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔

(روزنامہ الفضل 27 دسمبر 2003ء صفحہ 66)

(4) اسی طرح کینسر کی گلٹیوں کا علاج ہے ’’کینسر کی گلٹیاں جو جلد پر ظاہر ہو جائیں کو نیم ان میں بہت مفید ہے۔ کیونکہ ابتداء ہی میں کینسر پہچانا جاتا ہے۔ ایسے ابھاروں میں اگر زخم بننے لگے تو خالص شہد کا لیپ کرنے سے بھی نمایاں فائدہ ہوتا ہے۔ یہ بات طبی تحقیق سے بھی ثابت ہوچکی ہے کہ جہاں کوئی مرہم کام نہیں کرتی وہاں شہد کا لیپ حیرت انگیز فائدہ پہنچاتا ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 31 مارچ 2000ء صفحہ 10)

مکرم مولوی عبدالکریم خالد صاحب گھانا بلڈ کینسر میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے علاج کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں دعا کیلئے لکھا گیا۔ آپؒ نے ان کی میڈیکل رپورٹس طلب فرمائیں اور لندن میں احمدی ڈاکٹرز کا ایک بورڈ تشکیل دے کر انہیں ان رپورٹس کی روشنی میں مشورہ دینے کا ارشاد فرمایا۔ اس بیماری کا ایلوپیتھی علاج میسر نہ ہونے کی صورت میں حضورؒ نے بورڈ کے مشورہ سے ہومیو پیتھی طریقۂ علاج اپنانے کا ارشاد فرمایا اور دعا بھی کی۔ اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ ہر ہفتہ انہیں تازہ خون دیا جاتا تھا اور بلڈ لیول بے حد Low تھا۔ آپ عکرہ کے ایک اعلیٰ ٹیچنگ ہسپتال میں داخل تھے۔ جہاں پروفیسرز کی نگرانی میں علاج ہو رہا تھا لیکن افاقہ نہ ہوتا تھا۔ اب اُن کا ہومیو پیتھی علاج بھی شروع ہوا۔ حضورؒ کی خصوصی اور درد بھری دعاؤں کی برکت سے خدا تعالیٰ کے فضل سے مولوی صاحب کی بیماری میں معجزانہ طور پر افاقہ کے آثار شروع ہوئے۔ چند ہفتوں کے اندر اندر آپ صحت یاب ہو گئے۔ ڈاکٹرز حیران و ششدر تھے کہ ایسا کیونکر ممکن ہوا۔ آخر کار ڈاکٹرز نے ٹیسٹ وغیرہ لئے اور انہیں صحت یاب قرار دے کر گھر واپس بھجوا دیا۔

اس موقع پر (حقیقۃ الوحی، صفحہ 480 تا 481 میں مذکور) اس ''عبدالکریم'' کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں باؤلے کتے نے کاٹا تھا۔ اسے ڈاکٹروں کے ''Nothing can be done for Abdul Karim'' کہنے کے باوجود خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی برکت سے موت سے نجات دے کر ایک نئی زندگی سے نوازا تھا۔

الغرض مکرم مولوی عبدالکریم خالد صاحب صحت یاب ہو کر واپس برانگ اہافو پہنچے اور بطور مبلغ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی شروع کیں۔

(کتاب سیرت و سوانح حضرت مرزا طاہر احمدؒ باب ''ایک کامیاب ہومیو پیتھ'')

حضورؒ کے تجربات کی روشنی میں ہومیوپیتھی میں ذہنی، اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا علاج

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی ہومیو پیتھی کتاب میں مختلف موقعوں پر اس بات کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا کہ بعض بیماریاں جو بظاہر اخلاقی اور روحانی معلوم پڑتی ہیں وہ دراصل جسمانی بیماریاں ہیں اور ان کا علاج ہومیو دوائیوں سے احسن رنگ میں کیا جا سکتا ہے، نمونے کے طور پر ان میں سے صرف چند ایک ہدیہ قارئین ہیں۔

☆ ایک ہومیو دوائی جس کا نام لیکسس ہے۔ اس کے ذکر میں فرمایا: ''لیکسس (lachesis) کے مریض خطرناک قسم کے شکوک و شبہات میں مبتلاء ہوجاتے ہیں۔ شروع شروع میں وہ سوچنے لگتے ہیں کہ سب لوگ انکے خلاف باتیں کر رہے ہیں یا ان کے کھانے پینے میں کچھ ملا دیا گیا ہے۔ وہ اپنے قریبی عزیزوں پر بھی شک کرتے ہیں۔ بعد میں یہ علامتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ایسے مریض کو لیکسس دینا ضروری ہے۔''

(کتاب ہومیو پیتھی، جدید ایڈیشن مشتمل، جلد اول و دوم، ترامیم و اضافہ کے ساتھ، شائع کردہ اسلام آباد یو۔ کے صفحہ 547)

اسی دوا کے سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں: ''ایک مریض بچی میرے پاس لائی گئی جو چوری کی عادت میں مبتلا تھی۔ پوچھنے پر کہتی تھی کہ اللہ کا حکم ہے اس لئے کرتی ہوں۔ ایسے مریض کا علاج لیکسس سے کرنا چاہئے۔ جو خدا کے حکم پر اسی کی نافرمانی کریں...... مذہبی رجحانات غیر معمولی شدت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ شدت لیکسس سے تعلق رکھتی ہے مگر اس کی سب سے خطرناک علامت یہ ہے کہ ان کے دل میں بعض دفعہ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا حکم ہے کہ وہ کسی کو قتل کر دیں...... ایسے مریض بعض دفعہ واقعتاً قتل بھی کر دیتے ہیں یا قتل کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔'' (کتاب ہومیو پیتھی، جدید ایڈیشن مشتمل، جلد اول و دوم، ترامیم و اضافہ کے ساتھ، شائع کردہ اسلام آباد یو۔ کے، صفحہ 548)

پھر فرماتے ہیں: ''ڈاکٹر کینٹ کا خیال ہے کہ اس دوا کا کسی خاص علاقہ سے تعلق نہیں بلکہ تمام دنیا میں ہر جگہ اس دوا کو مفید پایا گیا ہے۔ لیکسس کے زہر میں جو شر و تیزی پائی جاتی ہے وہ دنیا کے تمام بدکار انسانوں اور بگڑے ہوئے مزاجوں میں پائی جاتی ہے۔ یعنی شدید حسد اور شرارت، فساد وغیرہ کا رجحان۔''

(کتاب ہومیو پیتھی، جدید ایڈیشن مشتمل، جلد اول و دوم، ترامیم و اضافہ کے ساتھ، شائع کردہ اسلام آباد یو۔ کے، صفحہ 540)

☆ ایک اور ہومیو پیتھک دوا سلفر (Sulpher) کے بارہ میں حضورؒ فرماتے ہیں: ''سلفر کے مریض کو فلسفی بننے کا بہت شوق ہوتا ہے اور کچھ مزاجاً فلسفی ہوتے بھی ہیں۔ اگر یہ شوق جنون کی حد تک بڑھ جائے تو اونچی طاقت میں سلفر کی ایک دو خوراکوں سے کافی فرق پڑ جاتا ہے۔ ان میں سے بعض اقتصادی فلسفی ہوتے ہیں جو ہر وقت سکیمیں بناتے رہتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر کچھ نہیں کرتے...... بہت سست مزاج ہوتے ہیں۔ کسی کام میں انکا دل نہیں لگتا۔ اپنی سوچوں میں ہی مقید رہتے ہیں۔ انکا علاج بھی سلفر کی اونچی طاقت ہے۔

(کتاب ہومیو پیتھی، جدید ایڈیشن مشتمل، جلد اول و دوم، ترامیم و اضافہ کے ساتھ، شائع کردہ اسلام آباد یو۔ کے، صفحہ 784)

☆ حضورؒ ایک اہم دوائی کیمومیلا دینے کے لئے مریض کی پہچان اور اس میں پائی جانے والی علامات بیان کرتے ہوتے فرماتے ہیں: ''کیمومیلا کے مزاج کی یہ مستقل علامت ہے کہ اس کے مریضوں کے دلوں میں فراخ دلی کی کمی ہوتی ہے۔ طبیعت میں کسی قدر خساست پائی جاتی ہے۔ کسی دوسرے کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ کسی کی تکلیف محسوس کرتے ہیں نہ کسی کی ضرورت کا خیال کرتے ہیں۔ لیکن اپنے معاملہ میں بے حد زود حس ہوتے ہیں۔ ہر وقت اپنی ذات سے چمٹے رہتے ہیں اور صرف اپنا ذاتی مفاد ہی پیش نظر رہتا ہے۔ دوسروں پر اچانک غصہ آنا بھی اسی مزاج کا حصہ ہے۔'' (کتاب ہومیو پیتھی، جدید ایڈیشن مشتمل، جلد اول و دوم، ترامیم و اضافہ کے ساتھ، شائع کردہ اسلام آباد یو۔ کے، صفحہ 271)

☆ ایک اور اہم دوا ''نیٹرم میور (Natrum Mur.)'' کے بارے میں فرماتے ہیں: ''نیٹرم میور کا مریض فرضی محبت میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ بعض بوڑھی عمر کی عورتیں بھی ایسی فرضی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اگر محبت کا علاج دوا سے ممکن ہے تو ایسی عورتوں کا علاج نیٹرم میور سے ہو سکتا ہے۔''

(کتاب ہومیو پیتھی، جدید ایڈیشن مشتمل، جلد اول و دوم، ترامیم و اضافہ کے ساتھ، شائع کردہ اسلام آباد یو۔ کے، صفحہ 619)

حرف آخر

حضور رحمہ اللہ نے ہومیو پیتھی طریقہ علاج کو جماعت میں متعارف کروا کر اور اس کے ذریعہ مفت علاج کو عام کر کے انسانیت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے اور بلاشبہ لاکھوں احمدی اب روز مرہ کی تکلیفوں کا علاج خود ہی ہومیو پیتھی دواؤں کے ذریعہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف ان کی صحت اچھی رہتی ہے بلکہ ڈاکٹروں کی بھاری فیسوں، اسپتالوں کے چکروں اور ادویات کے بھاری اخراجات کی بچت بھی ہوتی ہے اور اپنے ماحول میں وہ ہومیو پیتھی کے ذریعہ دوسروں کا بھی مفت علاج کر کے خدمت انسانیت میں مصروف ہیں۔

ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ڈاکٹروں، ریسرچ کرنے والوں اور مریضوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر احمدی ڈاکٹر اور ریسرچ کرنے والے کو اپنے مریضوں کے لئے اس انسانی ہمدردی کے جذبہ سے کام کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ڈاکٹرز (ربوہ کے ہسپتالوں میں بھی، افریقہ میں بھی) اپنے نسخوں کے اوپر 'ھوالشافی' لکھتے ہیں۔ اگر ہر ڈاکٹر دنیا میں ہر جگہ اس طرح لکھتا ہو اور ساتھ اس کا ترجمہ بھی لکھ دے تو یہ بھی دوسروں پر ایک نیک اثر ڈالنے والی بات ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو بھی جذب کرنے والی ہوگی اور اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ میں شفا بھی بڑھا دے گا۔ اسی طرح مریض ہیں ان کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ فلاں ڈاکٹر میرا علاج کرے گا تو ٹھیک ہوجاؤں گا یا فلاں ہسپتال سب سے اچھا ہے وہاں جاؤں گا تو ٹھیک ہوجاؤں گا۔ ٹھیک ہے سہولتوں سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے لیکن مکمل انحصار ان پر نہیں ہو سکتا بلکہ ہمیشہ یہ سوچنا چاہئے کہ شافی خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 دسمبر 2008ء، بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن لندن)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہومیو پیتھک طریقہ علاج کو سمجھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو جسمانی و روحانی ہر لحاظ سے بھرپور صحت عطا فرمائے اور سب مریضوں کو شفا دے اور دکھی انسانیت کی بھرپور اور مقبول خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

قیام امن عالم کیلئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عالمگیر مساعی

(عبدالعلیم آفتاب، مبلغ سلسلہ، شعبہ نورالاسلام، قادیان)

آج دنیا ایک ایسے طلاطم خیز دور سے گزر رہی ہے جہاں تصادم، بےچینی اور فساد ایک سیلاب کی طرح بڑھتا چلا جارہا ہے۔ بعض ممالک میں عوام آپس میں ہی لڑائی اور جنگ کر رہے ہیں اور بعض ممالک میں عوام حکومت سے برسرِ پیکار ہیں یا اسکے برعکس حکّام اپنی عوام کے خلاف صف آرا ہیں۔ دہشت گرد عناصر اپنے مخصوص مفادات کے حصول کے لئے انتشار اور افراتفری کی آگ کو بھڑکا رہے ہیں اور معصوم خواتین، بچّوں اور بوڑھوں کو اندھا دھند قتل کر رہے ہیں۔ بعض ممالک میں سیاسی پارٹیاں اپنے مفادات کے حصول کے لئے باہم مل کر اپنے ملک کی بہبود کے لئے کام کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے لڑ رہی ہیں۔ کچھ حکومتیں اور ممالک بعض دوسرے ممالک کے قدرتی ذخائر کو متواتر للچائی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ دنیا کی بڑی طاقتیں اپنی برتری اور تسلط کو قائم رکھنے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر رہی ہیں اور اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے کوئی بھی حربہ اور ہتھکنڈا استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتیں۔

عالمی اقتصادی بحران کی وجہ سے آئے دن نئے اور پہلے سے بڑے خطرات پیش آرہے ہیں۔ ان ایام کو دوسری عالمی جنگ سے پہلے کے زمانہ سے مشابہہ قرار دیا جارہا ہے اور واضح نظر آرہا ہے کہ حالات و واقعات دنیا کو غیر معمولی تیزی کے ساتھ ایک خوفناک تیسری عالمی جنگ کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ اس بات کو شدّت سے محسوس کیا جارہا ہے کہ حالات تیزی سے قابو سے باہر ہورہے ہیں اور لوگ کسی ایسے شخص کے منتظر ہیں جو منظر عام پر آئے اور ایسی ٹھوس اور سنجیدہ رہنمائی کرے جو قابل اعتماد ہو جس کی باتیں دل و دماغ دونوں پر یکساں اثر کریں اور وہ انہیں کسی ایسے راستہ کے موجود ہونے کی امید دلائے جو امن کا راستہ ہو۔ موجودہ دور میں ایک ایٹمی جنگ کے نتائج اتنے ہولناک اور تباہ کن ہوں گے کہ ان کا صحیح معنوں میں تصوّر بھی کیا جانا ممکن نہیں۔

ایسے حالات میں ایک امن کا سفیر جو انسانیت کے لئے بے انتہا ہمدردی اپنے اندر رکھتا ہے اس دکھیاری انسانیت کو بچانے کے لئے تنہا سامنے آتا ہے جس کا پُرنور چہرہ کسی کو بھی ایک نظر میں اپنا دیوانہ بنا دے۔ جس کی آواز دھیمی لیکن دل و دماغ پر جادو سا اثر کر جانے والی۔ جسکی نظر بجلی کی سی چمک اپنے اندر سموئے ہوئے اور جسکی ایک مسکراہٹ پانے کے عوض میں ہر کوئی اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ جسکا ساتھ ظلمتوں کی اتھاہ تاریکیوں سے نکال کر کامل نور کی طرف لے آتا ہے۔ میری مراد مسیح آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ہے، جنہوں نے دنیا میں قیام امن کیلئے اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی اور مسیح آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی راہنمائی میں ایسے منظّم اور ٹھوس قدم اٹھائے ہیں جس کی نظیر دور حاضر میں نہیں ملتی۔

آپ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد دنیا میں امن کے بارے میں اسلام کا پیغام پہنچانے کیلئے پرنٹ میڈیا اور ڈیجیٹل الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ ایک مہم شروع کی۔ آپ کی راہنمائی میں جماعت کے mta کے چینلز نے ایسی کوششیں جاری رکھی ہوئی ہیں جن سے اسلام کی سچّی اور امن پسند تعلیم کا پرچار ہورہا ہے۔ احمدی مسلمان مسلم اور غیر مسلم دنیا میں پیغام امن کے لاکھوں بلکہ کروڑوں اشتہار تقسیم کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی اور امن کی مجالس منعقد کر رہے ہیں۔ قرآن کریم کی نمائشیں لگائی جارہی ہیں تاکہ قرآن کریم کا مقدس پیغام دنیا تک پہنچ سکے اس مبارک کوشش کو دنیا بھر کی میڈیا میں پذیرائی حاصل ہورہی ہے اور یہ ثابت ہورہا ہے کہ اسلام امن، حبّ الوطنی اور خدمت انسانیت کا علمبردار ہے۔

آپ نے قیام امن کی اس کوشش میں دنیا کے ہر طبقہ فکر یعنی ایک عام آدمی سے لیکر دنیا کے بڑے بڑے پالیسی میکرز، سینیٹرز، پالیٹشنز، فیتھ اینڈ سوِیک intellectuals اور حکمرانوں کو ٹارگیٹ کیا۔ خاکسار اس مضمون میں آپکی طرف سے کی جانے والی کاوشوں میں سے بعض پر اجمالی طور پر علی الترتیب روشنی ڈالے گا۔

پارلیمنٹس میں خطاب

آپ نے دنیا کے کئی ایوانوں مثلاً

The British Parliament House Of Common
Military Headquarters Koblenz Germany
Capital Hill Washington D.C,USA
Europion Parliament Brussels, Belgium
New Zealand Parliament
Canadian Parliament

وغیرہ کئی جگہ جا کر دنیا میں قیام امن کے لئے خطابات دیئے۔ خاکسار ان میں سے چند ایک کا ذکر بطور نمونہ کریگا۔

برطانوی پارلیمنٹ The House of Common میں خطاب

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے برطانوی پارلیمنٹ The House of Common میں 2008ء میں بعنوان ''عالمی بحران پر اسلامی نقطہ نظر'' پر خطاب کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

حقیقی عدل کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کے جذبات اور مذہبی سرگرمیوں کا بھی احترام کیا جائے۔ یہ وہ طریق ہے جس کو اختیار کرکے لوگوں کے ذہنی اطمینان کو قائم کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب کسی فرد کا ذہنی اطمینان اُٹھتا ہے تو پھر معاشرہ کا امن بھی متاثر ہوتا ہے.....لیکن اگر مذہب کے نام پر جاری سرگرمیاں دوسروں کے لئے ضرر رساں ہو جائیں اور ملکی قانون کے خلاف ہوں تب اس ملک کے قانون نافذ کرنے والے ان کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں، کیونکہ اگر کسی کے مذہب میں ظالمانہ فعل کیا جارہا ہے تو وہ ہرگز کسی ایسی تعلیم کا حصہ نہیں ہوسکتا جو خدا تعالیٰ کے کسی بھی نبی نے دی ہو۔ علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر قیام امن کیلئے یہ ایک بنیادی اصول ہے۔

کوئی معاشرہ، گروہ یا حکومت اگر آج آپکے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں حارج ہیں اور کل کو حالات آپ کے حق میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ کبھی بھی اپنے دل میں انکے لئے کوئی کینہ یا نفرت نہ رکھیں۔ آپکو کبھی بھی انتقام کا خیال نہیں آنا چاہئے بلکہ آپ کا فرض عدل اور انصاف کا قیام ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو''

(سورۃ المائدہ:9)

پھر آپ فرماتے ہیں: قرآن کریم نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے بعض سنہری اصول عطا فرمائے ہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ہَوس سے دشمنی بڑھتی ہے۔ کبھی یہ ہوس توسیع پسندانہ عزائم سے ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی اسکا اظہار قدرتی وسائل پر قبضہ کرتے ہوئے ہوتا ہے، اور کبھی یہ ہوس اپنی برتری دوسروں پر ٹھونسنے کی شکل میں نظر آتی ہے۔ یہی لالچ اور ہوس ہے جو بالآخر ظلم کی طرف لیجاتی ہے۔ خواہ یہ بے رحم جابر حکمرانوں کے ہاتھوں سے ہو جو اپنے مفادات کے حصول کیلئے لوگوں کے حقوق غصب کرکے اپنی برتری ثابت کرنا چاہتے ہوں یا جارحیت کرنے والی افواج کے ہاتھوں ہو۔ بہرحال ان حالات میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہ سنہری اصول سکھایا ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن

ظالم کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسکا ہاتھ روک کر کیونکہ بصورت دیگر اسکا ظلم میں بڑھتے چلے جانا اسے خدا کے عذاب کا مورد بنا دیگا پس اس پر رحم کرتے ہوئے اسے بچانے کی کوشش کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ)

یہ وہ پیارا اصول ہے جو معاشرے کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی سے لیکر بین الاقوامی سطح تک اطلاق پاتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم فرماتا ہے: " اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پس اگر ان میں سے ایک دوسرے کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (سورۃ الحجرات:10)

آپ فرماتے ہیں: اگرچہ یہ تعلیم مسلمانوں کے متعلق ہے لیکن اس اصول کو اختیار کرکے عالمی امن کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ پس جب دو قوموں کا اختلاف جنگ کی صورت اختیار کرجائے تو دیگر اقوام کو چاہیئے کہ وہ انہیں مذاکرات اور سیاسی روابط کی طرف لانے کی پُر زور تحریک کریں تا کہ وہ بات چیت کی بنیاد پر صلح کی طرف آسکیں لیکن اگر ایک فریق صلح کی شرائط تسلیم کرنے سے انکار کردے اور جنگ کی آگ بھڑکائے تو دیگر ممالک اسکو روکنے کیلئے اکٹھے ہوکر اس سے جنگ کریں۔ جب جارحیت کرنے والی قوم شکست کھا کر باہمی مذاکرات پر آمادہ ہوجائے تب تمام فریق ایک ایسے معاہدے کے لئے کوشش کریں جس کے نتیجہ میں صلح ہو اور دیرپا امن قائم ہو۔ ایسی سخت اور غیر منصفانہ شرائط عائد نہیں کرنی چاہئیں جو کسی قوم کے ہاتھ پاؤں باندھ دینے کے مترادف ہوں کیونکہ ان شرائط سے ایک ایسی بے چینی پیدا ہوگی جو بڑھتی پھیلتی جائے گی اور بالآخر مزید فساد پر منتج ہوگی۔ پس ایسے حالات میں جو حکومت فریقین کے مابین صلح کروانے کیلئے ثالث کا کردار ادا کرے تو اسے پورے خلوص اور مکمل غیر جانبداری سے کام کرنا چاہئے۔ اگر کوئی فریق اس کے خلاف بولے تب بھی یہ غیر جانبداری قائم رہنی چاہئے۔ پس ان حالات میں ثالث کو کسی غصہ کا اظہار یا کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی کسی رنگ میں ناانصافی کرنی چاہئے۔ ہر فریق کو اسکے جائز حقوق ملنے چاہئیں۔

کیپیٹل ہل واشنگٹن ڈی سی. امریکہ میں خطاب

27/جون 2012ء کو کیپیٹل ہل واشنگٹن ڈی سی میں ایک تاریخی واقعہ رونما ہوا، جہاں امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے اہم اراکین کانگرس وسینیٹ، سفیروں، وہائٹ ہاؤس اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے سٹاف، غیر سرکاری تنظیموں کے راہنماؤں، مذہبی قائدین، اساتذہ کرام، مشیروں، سفارتی نمائندوں، تھنک ٹینکس اور پینٹا گن کے نمائندگان اور میڈیا کے افراد سے بعنوان انصاف کی راہ۔ قوموں کے مابین انصاف پر مبنی تعلقات خطاب کیا۔

آپ فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ امن اور انصاف کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یہ وہ اصول ہے جسے دنیا کے تمام باشعور اور دانا لوگ سمجھتے ہیں۔ درحقیقت مفسدوں کے سوا کبھی بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی معاشرہ، ملک یا دنیا میں عدل وانصاف قائم ہونے کے باوجود فساد ہوسکتا ہے۔ تاہم ہمیں دنیا کے بہت سے حصوں میں امن کا فقدان اور فساد نظر آتا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں: جنگ عظیم اوّل کے اختتام کے بعد بعض ممالک کے رہنماؤں کی یہ خواہش تھی کہ مستقبل میں اچھے اور پُر امن بین الاقوامی تعلقات قائم ہوں۔ چنانچہ عالمی امن کے قیام کی ایک کوشش کے طور پر لیگ آف نیشنز قائم کی گئی۔ اس کا بنیادی مقصد دنیا میں امن قائم کرنا اور آئندہ جنگوں سے روکنا تھا، بد قسمتی سے اس لیگ کے اصول اور اسکی قرار دادوں میں بعض نقائص اور خامیاں تھیں۔ چنانچہ وہ تمام اقوام کے حقوق کا صحیح رنگ میں مساویانہ تحفظ نہ کرسکے۔ اس عدم مساوات کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیرپا امن قائم نہ ہوسکا۔ لیگ کی کوششیں ناکام ہوگئیں اور اس کے براہ راست نتیجہ کے طور پر جنگ عظیم دوم برپا ہوئی۔

اس کے بعد جو بے مثل تباہی اور بربادی ہوئی ہم سب اس سے آگاہ ہیں جس میں قریباً سات کروڑ پچاس لاکھ لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے جس میں سے ایک بڑی تعداد معصوم شہریوں کی تھی یہ جنگ دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونی چاہئے تھی۔ اس کے نتیجہ میں ایسی پالیسیاں بننی چاہئے تھیں جن کے ذریعہ انصاف کی بنیاد پر تمام فریقین کو انکے جائز حقوق ملتے۔ اور اس طرح یہ تنظیم عالمی امن کے قیام کا ایک ذریعہ ثابت ہوتی.....آج ہم طاقتور اور کمزور اقوام کے مابین فرق اور تقسیم دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمیں نظر آتا ہے کہ بعض ممالک کے مابین ایک امتیاز روا رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ سکیورٹی کونسل میں بعض مستقل ممبر ہیں اور بعض غیر مستقل ممبر ہیں۔ یہ تقسیم ایک اندرونی بے چینی اور بے اطمینانی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے ایسی رپورٹیں ملتی رہتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ممالک اس عدم مساوات پر احتجاج کرتے رہتے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں کہ اسلام ہر معاملہ میں کامل عدل اور مساوات کا درس دیتا ہے، چنانچہ سورۃ مائدہ آیت نمبر 3 میں ہمیں ایک بہت ہی اہم اور رہنما اصول ملتا ہے کہ: عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان لوگوں سے بھی عدل وانصاف کا سلوک کیا جائے جو اپنی دشمنی اور نفرت میں تمام حدود پار کر چکے ہیں۔

ایک سوال طبعاً پیدا ہوتا ہے کہ اسلام جس عدل کا تقاضا کرتا ہے اسکا معیار کیا ہے اسبارے سورۃ نساء آیت نمبر 136 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خواہ تمہیں اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا اپنے والدین یا اپنے عزیز ترین رشتہ دار کے خلاف گواہی دینی پڑے تب بھی تمہیں انصاف اور سچائی کو قائم رکھنے کے لئے ایسا کرنا چاہئے۔ (خطاب حضور انور بعنوان "عالمی بحران اور امن کی راہ")

ہالینڈ پارلیمنٹ میں خطاب

حضور فرماتے ہیں "قرآن کریم کی سورۃ نحل کی آیت 127 میں اسلامی حکومت کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر کبھی ان پر حملہ ہوجائے تو وہ صرف اپنے دفاع کے طور پر بقدر حملہ جواب دیں۔ پس قرآن کریم کی تعلیم بڑی واضح ہے کہ سزا اصل جرم کے مطابق ہو نہ کہ اس سے بڑھ کر۔ سورۃ انفال کی آیت نمبر 62 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارا دشمن بری نیت سے تم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، مگر بعد میں پھر گریز کرتے ہوئے صلح کا ہاتھ بڑھادیتا ہے، تو فوراً اسکی پیشکش کو قبول کرتے ہوئے پُرامن مفاہمت کی طرف بڑھو اس بات سے قطع نظر کہ انکی نیت کیسی ہی ہو۔

قرآن کریم کی یہ تعلیم بین الاقوامی امن و سلامتی کے قیام کے لئے سنہری اصول ہے آج کی دنیا میں بہت سی مثالیں موجود ہیں جہاں بعض ممالک نے محض ظن پر مبنی کسی ملک کے مفروضہ مظالم کے خلاف شدّت پسندانہ لائحہ عمل اختیار کرلیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اس اصول پر عمل کررہے ہوں، It is better to destroy them, before they destroy us "دشمن پر حملہ کردو، مبادا وہ پہل کردے" اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ قیام امن کے کسی بھی موقع کو ضائع نہ کیا جائے خواہ اس کی امید کتنی ہی موہوم کیوں نہ ہو۔ قرآن کریم کی سورۃ مائدہ کی آیت 9 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس سے انصاف نہ کرو اسلام سکھاتا ہے کہ حالات کیسے ہی ناسازگار ہوں، عدل اور انصاف کا دامن نہیں چھوٹنا چاہئے۔ پس حالت جنگ میں بھی عدل اور انصاف کا قیام نہایت اہم ہے، اور جنگ کے بعد فاتح کے لئے ضروری ہے کہ وہ انصاف سے کام لے اور کبھی بھی بے جا ظلم کا مرتکب نہ ہو۔ لیکن آج دنیا میں ایسی رواداری کے اعلیٰ اخلاق معیار دکھائی نہیں دیتے، بلکہ جنگ کے اختتام پر فاتح ممالک ایسی پابندیاں اور قدغنیں عائد کردیتے ہیں جو مغلوب ملک کی ترقی کے امکانات کو محدود کرکے ان اقوام کی آزادی اور خودمختاری کو مسدود کرکے رکھ دیتی ہیں۔ ایسی طرز عمل بین الاقوامی تعلقات میں بگاڑ کا موجب ہے اور انکا نتیجہ عدم اطمینان اور منفی اثرات کے سوا اور کچھ نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ دیرپا امن تب تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک معاشرے کی ہر سطح پر عدل کا قیام نہ ہوجائے۔

پیس سمپوزیم کا انعقاد

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیام امن کی کاوشوں میں سے ایک peace symposium کا انعقاد ہے جس کا آغاز آپ نے سال 2004 میں کیا۔ اس طرح کے سمپوزیم نہ صرف برطانیہ، ہندوستان بلکہ دنیا کے ہر حصہ میں منعقد کئے جاتے ہیں جہاں جماعت احمدیہ عالمگیر کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ ان کانفرنسز میں امن اور ہم آہنگی کے خیالات اور جذبات کے فروغ کے لئے تمام طبقہ ہائے فکر کے افراد شامل ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک مثالیں آپ کے سامنے پیش ہیں۔

(1) سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

العزیز 24 مارچ 2012 کو نویں سالانہ امن کانفرنس بمقام بیت الفتوح مورڈن میں بعنوان ایٹمی جنگ کے تباہ کن نتائج اور کامل انصاف کی اشد ضرورت پر خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مجھے یاد ہے کہ چند سال قبل اسی ہال میں ہماری امن کانفرنس کے دوران میں نے ایک تقریر میں دنیا میں قیام امن کے طریق اور ذرائع پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی اور میں نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ اقوام متحدہ کو کس طرح کام کرنا چاہئے ۔ بعد میں ہمارے بہت ہی محترم دوست لارڈ ایرک ایوبری نے کہا کہ یہ خطاب تو اقوام متحدہ میں سنا جانا چاہئے تھا۔ یہ انکی اعلیٰ ظرفی تھی کہ انہوں نے بلند حوصلگی اور محبت سے اس بات کا اظہار کیا۔ بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ محض تقاریر اور خطابات کر لینا اور سن لینا کافی نہیں اور صرف اس بات سے امن قائم نہیں ہو سکتا۔ دراصل اس اہم مقصد کے حصول کی بنیادی شرط تمام معاملات میں مکمل عدل اور انصاف ہے ۔ قرآن کریم کی سورۃ نمبر 4 اور آیت 136 میں ہمیں اسبارہ میں ایک سنہری اصول اور سبق بتایا گیا ہے۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں خواہ آپکو اپنے خلاف، اپنے والدین کے خلاف، اپنے دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف گواہی کیوں نہ دینی پڑے۔ یہ حقیقی انصاف ہے جس میں اجتماعی مفاد کی خاطر ذاتی مفادات کو قربان کر دیا جاتا ہے۔‘‘

اگر ہم اس اصول کا مجموعی طور پر جائزہ لیں تو ہمیں احساس ہو گا کہ غیر منصفانہ تجاویز منوانے کے طریق جو دولت اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر اختیار کئے جاتے ہیں ترک کر دیئے جانے چاہئیں ۔ اس کی بجائے ہر ملک کے نمائندگان اور سفیروں کو خلوص نیت کے ساتھ اور انصاف اور برابری کے اصولوں کی حمایت کی خواہش کے ساتھ آگے آنا چاہئے ۔ ہمیں ہر قسم کے تعصبات اور امتیاز کو یکسر مٹانا ہو گا کیونکہ قیام امن کا یہی واحد راستہ ہے۔ اگر ہم اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی یا سلامتی کونسل کا جائزہ لیں تو اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں کی جانے والی تقاریر اور جاری کئے جانے والے بیانات کی بہت تعریفیں کی جاتی ہیں اور سراہا جاتا ہے لیکن یہ پذیرائی بے معنی ہے کیونکہ اصل فیصلے تو پہلے ہی ہو چکے ہوتے ہیں ۔ پس جہاں فیصلے بڑی طاقتوں کے دباؤ اور اثر کے تحت اور انصاف اور حقیقی حق خود ارادیت کے تقاضوں کے خلاف کئے جائیں تو ایسی تقاریر کھوکھلی اور بے معنی ہو جاتی ہیں اور صرف دنیا کو دھوکا دینے کے کام ہی آتی ہیں۔

پس اگر بڑی طاقتوں نے انصاف سے کام نہ لیا اور چھوٹے ممالک کے احساس محرومی کو ختم نہ کیا اور عمدہ حکمت عملی نہ اپنائی تو حالات بالآخر ہاتھ سے نکل جائیں گے اور پھر جو تباہی اور بربادی ہو گی وہ ہماری سوچ اور تصوّر سے بڑھ کر ہو گی بلکہ دنیا کی اکثریت جو امن کی خواہاں ہے وہ بھی اس تباہی کی لپیٹ میں آجائے گی۔ پس میری دلی خواہش اور تمنّا یہ ہے کہ بڑی طاقتوں کے راہنما اس خوفناک حقیقت کو سمجھ جائیں اور جارحانہ حکمت عملی اپنانے اور اپنے عزائم اور مقاصد کے حصول کیلئے طاقت کے استعمال کی بجائے ایسی حکمت عملی اختیار کرنے کی کوشش کریں جن سے انصاف کو فروغ دیا جائے اور اسے یقینی بنایا جائے۔

(2) اسی طرح سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بارھویں امن کانفرنس منعقدہ مورخہ 14 مارچ 2015 بمقام بیت الفتوح مورڈن انگلستان بعنوان ’’امن عالم کیلئے سنہری اصول‘‘ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ بالکل واضح ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں بھی کوئی اپنے قابل نفرت مظالم اور ناانصافیوں کی تصدیق اسلام کے نام سے کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی ضرور مذمت کی جانی چاہئے، اور یہ امر بھی بالکل واضح ہے کہ ایسے مظالم اور ناانصافیوں کا اسلام کی حقیقی اور پر امن تعلیم سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں یہ نہیں مانتا کہ موجودہ حالات میں Policymakers اور حکومتوں کی طرف سے دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے ضروری اور مؤثر اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔

میرے خیال میں یہ کہیں زیادہ نتیجہ خیز اور مؤثر ہو گا کہ بڑی طاقتیں لوکل حکومتوں کی مدد کریں اور انکو اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے اور ایک دوسرے پر بھروسا کرنے کے یقین کو مضبوط کریں اور باہمی تعاون کے ساتھ ایک قابل عمل لائحہ عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے شدّت پسندی اور نفرت بھرے نظریات کو پھیلنے سے روکنے کی کوشش کی جانی چاہئے ۔ اور یہ طریق کار کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہو گا بجائے یہ کہ حکومت کے مقامی باغیوں کو فوجی ٹریننگ اور اسلحہ مہیّا کیا جائے۔ اس قسم کی پالیسی صرف ان ممالک میں مزید فساد اور بدامنی پھیلانے کا موجب بن سکتی ہے، حالانکہ ہم اس قسم کے منفی اقدامات کے خطرناک نتائج اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے ہیں۔

قبل ازیں کچھ عرصہ پہلے بعض بڑی طاقتوں نے سیریا حکومت کے باغیوں کو Military Training دی تھی جن کے بارے میں پھر یہ خبریں آئیں کہ ان باغیوں نے فوجی تربیت اور جدید ہتھیار حاصل کرنے کے بعد دہشت گرد تنظیموں میں شمولیت اختیار کر لی اس کے باوجود آج بھی ہزاروں سیریا کے حکومت کے باغیوں کو ترکی، قطر اور سعودی عرب میں فوجی تربیت مہیّا کروائی جا رہی ہے۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ کہیں زیادہ توسیع پزیر ہو گا کہ بڑی طاقتیں باہمی اعتماد پیدا کر کے دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے لوکل حکومتوں کو مدد مہیّا کروائیں اور یہ مدد اس شرط پر دی جانی چاہئے کہ وہ اپنے ملک کی عوام کے ساتھ انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں گے اور کسی بھی لحاظ سے انکے حقوق تلف نہیں کئے جائیں گے۔

خلاصۃً یہ کہ انتہا پسندی کو ختم کرنے کے لئے جو اقدامات ابھی تک اٹھائے گئے ہیں وہ مؤثر ثابت نہیں ہوئے اگر ہم لیبیا کے معاملہ پر نظر ڈالیں تو پاتے ہیں کہ ابھی چند سال قبل ہی بعض طاقتوں نے جنرل قذّافی کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے لوکل باغیوں کی مدد کی تھی، لیکن حاصل کیا ہوا؟ کیا اس سے کچھ فائدہ ہوا یا لیبیا کی عوام کی زندگیوں میں کوئی بہتری پیدا ہوئی؟ یقیناً نہیں، بلکہ اس کی بجائے سارا ملک تباہ و برباد ہو گیا اور دہشت گردوں کے لئے breedin ground بن گیا۔

احمدیہ مسلم پیس پرائز

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قیام امن کی کوششوں کو مزید فروغ دینے کیلئے سال 2009 سے Peace Symposium برطانیہ کے موقع پر ایسی تنظیمات یا افراد کو جو دنیا میں قیام امن کی کوششیں کرتے ہیں انتخاب کر کے Ahmadiyya Muslim Peace Prize دینا شروع کیا جس میں اعزاز ی انعام کے ساتھ 10,000 Pounds پر مشتمل نقد انعام بھی ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں سیدنا حضور انور کی طرف سے سب سے پہلا Ahmadiyya Muslim Peace Prize مکرم لورڈ ایرک ایوبورے (Lord Eric Avebury) کو انکی طرف سے حقوق انسانی کے قیام کے لئے مسلسل کی جانے والی کاوشوں کو تسلیم کرتے ہوئے سال 2009 میں دیا گیا۔

جبکہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہندوستان صوبہ مہاراشٹر کی مکرمہ سندھوتائی سپکال صاحبہ Mother of Orphans کو یہ اعزاز پیس سمپوزیم برطانیہ 2015 کے موقع پر آپکی طرف سے یتیم اور بے سہارا بچوں کی فلاح و بہبودگی کے لئے کی جانے والی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اپنے دست مبارک سے دیا۔

دنیا کے سربراہان کے نام خطوط

اسی طرح سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دنیا میں قیام امن کے لئے ایک اور قابل ستائش اور مؤثر کوشش کے تحت دنیا کے مذہبی اور سیاسی حکمرانوں کو خطوط لکھے، جن میں آپ نے ان سب کو یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ آج دنیا بالخصوص انسانیت کو کس قسم کے مہلک خطرات کا سامنا ہے۔ نیز آپ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سب کو یہ بھی بتایا کہ انسانیت اور اس دنیا کو بچانے کیلئے ہم سب پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور یہ ذمہ داریاں کس طریق پر ادا کی جانی چاہئیں۔ ان خطوط میں سے چند ایک کا تذکرہ بطور نمونہ پیش ہے۔

(1) اسرائیل کے وزیر اعظم کو خط میں آپ نے لکھا: میری آپ سے درخواست ہے کہ دنیا کو جنگ کے دہانے پر پہنچانے کی بجائے اپنی انتہائی ممکنہ کوشش کریں کہ انسانیت عالمی تباہی سے محفوظ رہے۔ باہمی تنازعات کو طاقت کے استعمال سے حل کرنے کی بجائے گفت و شنید اور مذاکرات کا راستہ اپنائیں تا کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو تابناک مستقبل مہیا کر سکیں نہ یہ کہ ہم انہیں معذوریوں کا تحفہ دینے والے ہوں۔

(2) اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر کو آپ نے توجہ دلائی: آج ہر طرف اضطراب اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے، یعنی دنیا کے کچھ خطوں میں چھوٹے پیمانے پر جنگیں شروع ہو چکی ہیں جبکہ بعض اور علاقوں میں عالمی طاقتیں قیام امن کے بہانے مداخلت کر رہی ہیں، آج دنیا کا ہر ملک یا تو کسی دوسرے ملک کی دشمنی پر کمر بستہ

ہے یا کسی دوسرے ملک کا حمایتی بنا ہوا ہے لیکن انصاف کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں۔ عالمی حالات کو دیکھتے ہوئے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک اور عالمی جنگ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔

(3) امریکہ کے سابق صدر اوبامہ کو لکھا: ہم سب جانتے ہیں کہ جنگ عظیم دوم کی بنیادی محرکات میں لیگ آف نیشنز کی ناکامی اور 1932 میں رونما ہونے والا معاشی بحران سر فہرست تھا۔ آج دنیا کے چوٹی کے ماہرین معاشیات برملا کہہ رہے ہیں کہ موجودہ دور میں معاشی مسائل اور 1932 والے بحران میں بہت سی قدریں مشترک دکھائی دے رہی ہیں۔ سیاسی اور اقتصادی مسائل نے کئی چھوٹے چھوٹے ممالک کو ایک بار پھر جنگ پر مجبور کر دیا ہے اور بعض ممالک داخلی بدامنی اور عدم استحکام کا شکار ہیں۔ ان تمام امور کا منطقی نتیجہ ایک عالمی جنگ کی صورت میں ہی نکلے گا۔

اگر چھوٹے چھوٹے ممالک کے جھگڑے سیاسی طریق کار اور سفارت کاری کے ذریعہ حل نہ کئے گئے تو لازم ہے کہ دنیا میں نئے جتھے اور بلاک جنم لیں گے اور یقیناً یہ امر تیسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ ہوگا۔ ایسی صورتحال میں دنیا کی ترقی پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے زیادہ ضروری بلکہ ناگزیر یہ ہے کہ ہم دنیا کو اس عظیم تباہی سے بچانے کی کوشش کریں۔ بنی نوع انسان کو خدائے واحد کو پہچاننے کی سخت اور فوری ضرورت ہے جو سب کا خالق ہے اور انسانیت کی بقا کی یہی ایک ضمانت ہے ورنہ دنیا تو رفتہ رفتہ تباہی کی طرف گامزن ہے ہی۔

(4) برطانیہ کے وزیر اعظم کو لکھا: میری درخواست ہے کہ ہم ہر جہت اور ہر ایک پہلو سے اپنی تمام تر سعی بروئے کار لا کر دنیا سے نفرت کو مٹا دیں۔ اگر ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ کامیابی ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کے روشن مستقبل کی ضمانت ہوگی اور ناکامی کی صورت میں ہماری آئندہ نسلیں ہمارے اعمال کی پاداش میں ایٹمی جنگ کی وجہ سے ہر جگہ تباہ کن نتائج کا سامنا کریں گی اور ہم اپنی آنے والی نسلوں کو ایٹمی جنگ کے نتیجہ میں پھیلنے والی مسلسل تباہی و بربادی کا تحفہ دے رہے ہوں گے اور یہ نسلیں اپنے ان بڑوں کو جنہوں نے دنیا کو عالمی تباہی میں دھکیل دیا، کبھی معاف نہیں کریں گی۔

میں ایک مرتبہ پھر آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ برطانیہ ایک ایسی عالمی طاقت ہے جو ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ ساتھ ترقی پزیر ممالک پر بھی اثر انداز ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ پس اگر آپ چاہیں تو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کر کے دنیا کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا برطانیہ اور دیگر عالمی طاقتوں کو دنیا میں قیام امن کیلئے کلیدی کردار ادا کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ آپکو اور دیگر سربراہان کو یہ پیغام سمجھنے کی توفیق بخشے۔

لیف لیٹس کی تقسیم

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی قیام امن کی کوششوں میں دنیا کے ہر طبقہ کو ٹارگیٹ کیا اور ہر خاص و عام کو اس امن کے مشن کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی، آپ نے کسی بھی ملک کے عام طبقہ کو مخاطب کرنے کیلئے اسلام کی امن پسند اور حقیقی تعلیمات کی روشنی میں امن کے عنوانات پر مشتمل لیف لیٹس تقسیم کرنے کی جماعت احمدیہ عالمگیر کو ہدایت فرمائی۔ آپ کی اس ہدایت کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے لاکھوں پروانے دنیا کے ہر خطہ میں کروڑوں کی تعداد میں امن کے مضامین پر مشتمل لیف لیٹس طبع کروا کر تقسیم کر رہے ہیں اور امن کے اس مشن کے ساتھ عوام الناس کو جوڑ رہے ہیں۔

سال 2017 میں ہندوستان میں لاکھوں کی تعداد میں لیف لیٹس تقسیم کئے گئے اور اسی طرح پوری دنیا میں بھی کئی لاکھ لیف لیٹس تقسیم کئے گئے، اس طرح صرف ایک سال ہی میں لاکھوں افراد تک لیف لیٹس کے ذریعہ امن کا پیغام پہنچایا گیا اور ہر سال اس میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ سیاسی راہنماؤں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ دنیا میں امن و آمان کے قیام کی خاطر کوشش کرنے والے ہوں۔ آمین!

......☆......☆......☆......

باندھے ہوئے ہیں خدمت اسلام پر کمر
قربان ہو رہے ہیں محمدؐ کے نام پر

(کلام مکرم ظفر محمد ظفر صاحب مرحوم، ربوہ)

ایمان ہے خدا پہ خدا کے رسولؐ پر
محکم یقیں ہے دین کے ہر اک اصول پر
دن رات محو رہتے ہیں تسبیح و حمد میں
روتے ہیں زار زار یہ ادنیٰ سی بھول پر
اس کا ہے نام کُفر تو کافر ہیں احمدی

پابند جان و دل سے ہیں صوم و صلوٰۃ کے
قائل بصد خلوص ہیں حج و زکوٰۃ کے
جو کچھ زبان پر ہے وہی ان کے دل میں ہے
سچے ہیں اپنے قول کے پکّے ہیں بات کے
اس کا ہے نام کُفر تو کافر ہیں احمدی

ختم الرُّسلؐ کی شان کو پہچانتے ہیں یہ
بعد از خدا بزرگ انہیں مانتے ہیں یہ
تخلیقِ کائنات کی غایت وہی تو ہیں
اس راز کو سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں یہ
اس کا ہے نام کُفر تو کافر ہیں احمدی

قرآن وہ کتاب ہے ان کی نگاہ میں
برتر ہے ہر کتاب سے جو عِزّ و جاہ میں
اس کی ہی روشنی میں اٹھاتے ہیں ہر قدم
مینارِ روشنی ہے جو سالک کی راہ میں
اس کا ہے نام کُفر تو کافر ہیں احمدی

بیٹھا ہوا بشر ہو کوئی آسمان پر
حیرت سی ان کو ہوتی ہے ایسے گمان پر
یہ مانتے نہیں ہیں کہ عیسیٰ مسیحؑ کو
حاصل یہ برتری ہے شہِ دوجہاںؐ پر
اس کا ہے نام کُفر تو کافر ہیں احمدی

باندھے ہوئے ہیں خدمتِ اسلام پر کمر
قربان ہو رہے ہیں محمدؐ کے نام پر
ہر جا دیارِ کُفر میں بنتی ہیں مسجدیں
کرتے ہیں جاں نثار لٹاتے ہیں مال و زر
اس کا ہے نام کُفر تو کافر ہیں احمدی

یہ آدمی نہیں ہیں مَلَک ہیں زمین پر
مامور ہیں جو خدمتِ دینِ متین پر
صدق و صفا کی مُہر ہے گویا لگی ہوئی
سجدوں کا جو نشان ہے ان کی جبین پر
اس کا ہے نام کُفر تو کافر ہیں احمدی

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعودؑ کی معرکۃ الآراء کتاب ''پیغام صلح'' خدمت انسانیت کی روشنی میں

(محمد عارف ربانی، مبلغ سلسلہ، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر یہ دعویٰ کیا کہ وہ تمام اقوام کے موعود کی حیثیت سے آئے ہیں تا کہ دین واحد پر سب کو جمع کریں۔ اس لحاظ سے آپؑ اتحاد عالم کا مشن لے کر آئے اور اتحاد چاہتا ہے کہ اختلاف کو مٹا دیا جاوے اور ان تمام امور کو جو عناد و نفرت پیدا کرتے ہیں اتحاد کے راستہ سے دُور کر دیا جائے اسی اصل کے مطابق آپ شہزادہ امن کہلائے۔ آپؑ خود فرماتے ہیں:

'' وہ کام جس کے لیے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔''

(لیکچر لاہور، صفحہ 47)

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موعود اقوام عالم بنا کر بھیجا تھا اس لیے مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے الہامات میں مختلف ناموں سے آپ کو پکارا اور ان ناموں میں وہ اغراض ومقاصد مخفی تھے جو آئندہ آپ کے ذریعہ پورے ہونے والے تھے۔ چنانچہ ایک الہام میں آپ کے منصب کے متعلق فرمایا ''یَضَعُ الْحَرْبَ وَ یُصْلِحُ النَّاسَ'' یعنی مناقشات مذہبی کو اٹھا دے گا اور مذہب کے نام سے جو جنگ لڑی جاتی ہے اسے دور کر دے گا۔ ایک اور الہام میں فرمایا ''سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ'' آپ کا نام سلمان رکھا جس کے معنے ہیں دو صلح کرانے والا۔ یعنی آپ کے ہاتھ سے اندرونی اور بیرونی دو طور سے صلح ہوگی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تمام امور مذہبی مناقشات کے متعلق ہیں۔ ورنہ دنیوی جنگیں تو خود اس کے نشانوں میں سے عظیم الشان نشان ہیں، جن کی خبریں آپؑ کو بار بار دی گئی تھیں۔

درحقیقت انبیاء کی بعثت کا ایک بڑا مقصد دنیا میں صلح وآشتی اور امن وامان کا قیام ہے۔ انبیاء دنیا میں آتے ہی اس وقت ہیں جب دنیا بزبان حال ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا نقشہ پیش کر رہی ہوتی ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی تو یہی عالمگیر اتحاد اور روح اخوت کو پیدا کرنا تھا اور اسی مقصد کیلئے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی حضرت مصلح موعودؓ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''شریعت اور نبی دنیا میں صلح وآشتی، امن اور امان کیلئے آتے ہیں۔ یہی وہ تعلیم ہے جس کو تمام انبیاء لے کر آئے اور یہی حضرت مسیح موعودؑ لیکر آئے۔ آپ کا یہی مشن تھا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ لوگوں کا تعلق مضبوط کریں۔ اور دوسرے بندوں کا آپس میں ایسا سلوک کرا دیں کہ دشمنی اور عداوت، رنج اور غصہ باقی نہ رہے۔ تمام انبیاء انہی باتوں کیلئے آتے رہے ہیں...... نبی کی آمد کا وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں لوگ خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کر چکے ہوتے ہیں اور آپس میں لڑائی جھگڑے شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ صلح اور امن اور خدا پرستی کے زمانہ میں کوئی نبی آیا ہو۔ لیکن جب لڑائی فتنہ اور گند بڑھ جائے تو ضرور ہے کہ اس وقت نبی آئے اور اس فتنہ اور گند کو دور کرے۔''

(انوار العلوم، جلد 30، صفحہ 53 تا 54، پیغام مسیح موعودؑ)

قارئین کرام! مصلح آخر الزمان اور شہزادہ امن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے جو تعلیم اور اصول دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں ان سے نہ صرف ملک کے اندر بسنے والی مختلف اقوام و مذاہب میں صلح و امن کی بنیاد پڑتی ہے اور ملک وقوم کی ترقی و سربلندی کے لیے راستہ ہموار ہوتا ہے بلکہ مشرق و مغرب کے متضاد خیالات کے ملنے کے سامان بھی پیدا ہوتے ہیں۔ آپؑ نے اپنی زندگی میں اسّی سے زائد کتب لکھیں اور تقاریر و خطابات کے ذریعہ بھی لوگوں میں پر امن و ترقی پسندانہ خیالات کا اظہار کیا جوں جوں یہ اصول اور عقائد دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں پہنچ رہے ہیں لوگ ان کو ماننے اور قبول کرنے کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں دنیا کی نجات انہی اصولوں پر چلنے سے ہو سکتی ہے۔

آپؑ کو دلی تڑپ اور انتہائی بے قراری تھی کہ دنیا میں کسی طرح سے امن قائم ہو جائے۔ اسی خواہش اور دلی تڑپ کا نتیجہ تھا کہ آپؑ نے اپنی وفات سے صرف ایک دن قبل 25 مئی 1908 کو مشہور کتاب ''پیغام صلح'' تحریر فرمائی۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کتاب پیغام صلح کی تصنیف اور آپؑ کی دلی تڑپ کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قیام لاہور کے دوران میں ایک عظیم الشان رسالہ ''پیغام صلح'' بھی لکھا جو حضور کی آخری تصنیف تھی۔ حضور کے لکھے ہوئے مسودہ کو ساتھ ساتھ کاتب بھی لکھتا جاتا تھا۔ ایک دفعہ عصر کے بعد حسب معمول تشریف فرما تھے اور احباب جھرمٹ ڈالے بیٹھے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے۔ کاتب مضمون لکھ رہا تھا اور خواجہ صاحب اپنی نگرانی میں لکھوا رہے تھے۔ حضورؑ نے پوچھا کہ خواجہ صاحب مضمون کا کیا حال ہے؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور کاتب لکھ رہا ہے حضور نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جلدی کیجئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری صحت کا کیا حال ہے؟''

(الحکم، 28 مئی 1939 صفحہ 10، کالم نمبر 1)

اس پیغام میں اگرچہ کہ ہندوستان میں بسنے والی دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمانوں کو زیادہ تر مخاطب کیا گیا ہے لیکن ان میں پیش کردہ اصول ملک کی سب قوموں میں صلح وآشتی، اتحاد و اتفاق، مذہبی رواداری، اور حب الوطنی پیدا کرنے کیلئے مفید اور ضروری ہیں۔

خدمت انسانیت کے ذیل میں آپؑ کی یہ خدمت اسقدر نمایاں اور عظیم ہے کہ دنیا میں اسکی کوئی نظیر نہیں۔ ذیل میں اسی لیکچر میں سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صلح وآشتی اور قیام امن کا جذبہ آپؑ کے اندر کس قدر موجزن تھا۔ نیز یہ کہ جب تک دنیا ان تعلیمات اور اصولوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور آپؑ کی بیان فرمودہ ان تجاویز پر عمل نہیں کرتی تب تک قومی اور بین الاقوامی سطح پر امن وامان اتفاق اور اتحاد اور صلح آشتی ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ اس لیکچر کے شروع میں ہی ہندوؤں اور مسلمانوں میں بعض مشترک اقدار کا ذکر کرتے ہوئے اور عام ہمدردی کی تعلیم دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''اے سامعین! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ملک کے باشندے ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔'' (پیغام صلح، صفحہ 1)

حضور علیہ السلام نے نہایت ہی حکیمانہ طور پر تمام اقوام کو خدا تعالیٰ کے فیض عام کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اپنے اندر اخلاق ربانی پیدا کرنے اور بنی نوع انسان سے مروّت اور سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی۔ آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''اے ہم وطنو! وہ دین، دین نہیں جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا، مثلاً جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قدیم قوموں کو دی گئی ہیں وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں۔ سب کیلئے خدا کی زمین عرش کا کام دیتی ہے اور سب کیلئے اس کا سورج اور چاند اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں اور دوسری کئی خدمات بھی بجا لاتے ہیں۔ اس کی پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اسکی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاق ربّانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور

تنگدل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔‘‘

(پیغام صلح، صفحہ 1 تا2)

خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقا کیلئے آب حیات ہے۔ فرمایا:

’’دوستو! یقیناً سمجھو کہ اگر ہم دونوں قوموں میں سے کوئی قوم خدا کے اخلاق کی عزت نہیں کرے گی اور اس کے پاک خلقوں کے برخلاف اپنا چال چلن بنائے گی تو وہ قوم جلد ہلاک ہو جائے گی اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی ذریت کو بھی تباہی میں ڈالے گی۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقا کے لیے ایک آب حیات ہے اور انسانوں کی جسمانی اور روحانی زندگی اس امر سے وابستہ ہے کہ وہ خدا کے تمام مقدس اخلاق کی پیروی کریں جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔‘‘

(پیغام صلح، صفحہ 2)

الحمد للہ رب العالمین میں خدا تعالیٰ نے ان قوموں کا ردّ فرمایا ہے جو خدا تعالیٰ کے فیض عام اور ربوبیّت کو اپنی قوم تک محدود سمجھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا نے قرآن شریف کو پہلے اسی آیت سے شروع کیا جو سورہ فاتحہ میں ہے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ یعنی تمام کامل اور پاک صفات خدا سے خاص ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ عالم کے لفظ میں تمام مختلف قومیں اور مختلف زمانے اور مختلف ملک داخل ہیں اور اس آیت سے جو قرآن شریف شروع کیا گیا یہ درحقیقت ان قوموں کا ردّ ہے جو خدا تعالیٰ کی عام ربوبیّت اور فیض کو اپنی ہی قوم تک محدود رکھتے ہیں اور دوسری قوموں کو ایسا خیال کرتے ہیں گویا وہ خدا کے بندے ہی نہیں ہیں۔‘‘

(پیغام صلح، صفحہ 2)

آپ علیہ السلام نے قرآن کریم کی ہدایت کے موافق یہ اعلان کیا کہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی یا رسول نہ آئے ہوں۔ ساتھ ہی دوسرا اصل آپؑ نے یہ سمجھایا کہ خدا نے کسی قوم کو اپنے روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا۔ پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی ان اخلاق کی پیروی کریں حضور تحریر فرماتے ہیں:

’’اس حقیقت کو پیدا کرنے کیلئے اور اس اصل کو سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور جابجا اس نے قرآن شریف میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا کسی خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کیلئے انکے مناسب حال جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا۔ سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ رب العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام فیضوں کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لیے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اسکی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا، مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا۔ پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی ان اخلاق کی پیروی کریں۔ لہٰذا اے ہم وطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام ہے پیغام صلح۔ بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔‘‘

(پیغام صلح، صفحہ 4)

اتفاق کی برکات

نااتفاقی، تعصب اور تنگ نظری کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے دونوں قوموں سے باہم محبت اور بھائی چارے کی اپیل کی، فرمایا:

’’یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ہی ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دینگے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر ایک پر کوئی تباہی آئے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور مشیخت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا۔ جو شخص تم دونوں قوموں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہٖ تعالیٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے۔ اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسب حال ہے۔‘‘ (پیغام صلح، صفحہ 5 تا6)

خدا تعالیٰ کے انبیاء اور مامورین کو توہین سے یاد کرنا قوموں میں بدامنی اور نااتفاقی پیدا کرتا ہے۔ آپ نے پیغام صلح میں صراحتاً دونوں قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو مخاطب کیا اور انہیں بتایا کہ باہم اتحاد اور صلح کیلئے اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمان ہندوؤں کے بزرگوں اور رشیوں اور اوتاروں کا احترام کریں جس طرح پر وہ دوسرے نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح پر ہندو صاحبان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا احترام کریں اور مسلمان ہندوؤں کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں اور سلوک اور مروّت سے کام لیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جن سے ان کو تکلیف ہو ایسا ہی ہندو صاحبان کو کرنا چاہئے۔ آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم ایک دوسرے کے نبی یا رشی یا اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتے مگر آنجناب کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ ان کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔‘‘

(پیغام صلح، صفحہ 13 تا14)

دیگر اقوام کے نبیوں اور کتابوں کی کروڑہا دلوں میں عظمت اور قبولیت یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ انبیاء منجانب اللہ تھے اور وہ کتب سچی تھیں۔ یہ وہ اصل ہے جو حقیقتاً دنیا میں صلح کی بنیاد ڈالنے والا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے۔ بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کیلئے نبی آئے اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گزر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کیلئے کافی ہے۔ کیوں کہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑ ہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب ان کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اسکے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔ پس ہمارے لیے وید کی سچائی کی یہ ہی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت کے کئی کروڑ آدمی ہزار ہا برسوں سے اس کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور ممکن نہیں کہ یہ عزت کسی ایسے کلام کو دی

جائے جو کسی مفتری کا کلام ہو۔‘‘
(پیغام صلح صفحہ 14 تا 15)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان صلح قائم کرنے کے لیے ایک نہایت ہی حکیمانہ اور بابرکت تجویز پیش کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

’’اگر اس قسم کی صلح تام کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان تیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے کے لیے تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدّق ہوں گے اور وید اور اسکے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہیں ہوگی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم سے یاد کریں گے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہیں ہوگی، احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے۔‘‘ (پیغام صلح صفحہ 16 تا 17)

ایک لطیف مثال کے ذریعہ آپؑ نے اس معاہدہ کی اہمیت کو یوں بیان کیا:

’’پیارو! صلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں۔ آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ سے ایک ہو جائیں اور ایک قوم بن جائیں۔ آپ جانتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے۔ آؤ! اب یہ بھی آزمالو کہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں بہترین طریق صلح کا یہی ہے۔ ورنہ کسی دوسرے پہلو سے صلح کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری چمک پر خوش ہو جائیں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے۔‘‘
(پیغام صلح صفحہ 17)

تمام بغضوں اور کینوں کی جڑھ دراصل اختلاف مذہب ہے۔ اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں اصل تنازعات پولیٹیکل ہیں ...... صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں اگر آج وہی ہندو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمانوں سے آکر بغلگیر ہو جائیں یا مسلمان ہی ہندو بن کر اگنی وایو وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کر دیں اور اسلام کو الوداع کہہ دیں تو جن تنازعات کا نام پولیٹیکل رکھتے ہیں وہ ایک دم میں ایسے معدوم ہو جائیں کہ گویا کبھی نہ تھے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام بغضوں اور کینوں کی جڑھ دراصل اختلاف مذہب ہے۔ یہ اختلاف مذہب قدیم سے جب انتہا تک پہنچتا رہا ہے تو خون کی ندیاں وغیرہ بہاتا رہا ہے...... پس جب تک اس سبب کا ازالہ نہ ہو کیوں کر تم میں اور ان میں سچی صفائی پیدا ہوسکتی ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر چند روز کے لیے میل جول بھی ہو جائے۔ مگر وہ دلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہئے صرف اس حالت میں پیدا ہوگی جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لو گے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کر لیں گے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول ہے اور یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھو دے گا اور اگر وہ دن آ گئے ہیں کہ یہ دونوں بچھڑی ہوئی قومیں باہم مل جائیں تو خدا ان کے دلوں کو بھی اس بات کیلئے کھول دے گا جس کیلئے ہمارا دل کھول دیا ہے۔‘‘ (پیغام صلح صفحہ 18 تا 19)

حضور علیہ السلام نے اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر ہندو صاحبان صدق دل سے ہمارے نبی ﷺ کو سچا مان لیں تو صلح کی خاطر دیگر فروعی اختلافات جیسے گاؤ کشی وغیرہ کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائے گا۔ کیونکہ تفرقہ اور فساد نہ ڈالنا اور نوع انسان سے ہمدردی کرنا مذہب اسلام کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ فرمایا:

’’مگر اس کے ساتھ ضرور ہوگا کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ اور سلوک اور مروت اپنی عادت کرو اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے ان کو دکھ پہنچے مگر وہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض مذہب سے۔ پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی ﷺ کو سچا مان لیں اور ان پر ایمان لاویں تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائے گا۔ جس چیز کو ہم حلال مانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اسکو استعمال بھی کریں۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں۔ ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کی وصایا میں سے ایک وصیت ہے ...... حلال جاننا اور چیز ہے اور استعمال کرنا اور چیز۔ دین یہ ہے کہ خدا کی منہیات سے پرہیز کرنا اور اسکی رضا مندی کی راہوں کی طرف دوڑنا اور اس کی مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور دنیا کے تمام مقدس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور ان میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر ایک نوع انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔‘‘
(پیغام صلح صفحہ 19 تا 20)

اس تجویز کے ساتھ ہی حضور علیہ السلام نے صاف صاف لفظوں میں یہ بھی لکھا کہ: ’’جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ہم ان سے کیوں کر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی ﷺ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔‘‘
(پیغام صلح صفحہ 21)

جب تک مذہبی صلح نہیں ہوتی ملکی صلح بھی نہیں ہوسکتی، اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’دوسری بات صلح کیلئے یہ ہے کہ جب تک مذہبی صلح نہ ہوگی ملکی صلح نہ ہو سکے گی۔ جو لوگ مذہب کو ماننے والے ہیں وہ کبھی ایسی صلح میں شامل نہ ہوسکیں گے جس سے مذہب خطرہ میں پڑتا ہو۔ مذہبی صلح سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ سارے مسلمان ہندو ہو جائیں یا سارے ہندو مسلمان ہو جائیں بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ سب مذاہب والے ایک دوسرے کے بزرگوں کا احترام کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان ہم کو جمع کر سکتا ہے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ محمد ﷺ کی ذات والا صفات سے بڑھ کر ہمارے نزدیک ہندوستان کی پوزیشن نہیں۔ رسول کریم ﷺ سے ہمیں جو تعلق ہے وہ ہندوستان کے تعلق سے بہت بڑھ کر ہے اور آپ سے تعلق رکھتے ہوئے بھی ہم ہندوستان سے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کا ادب واحترام نہ رکھا جائے تو مسلمانوں کو کوئی چیز جمع نہیں کرسکتی۔‘‘
(انوار العلوم، جلد 7، پیغام صلح صفحہ 320)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: ’’میں اس وقت کسی خاص قوم کو بے وجہ ملامت کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی کا دل دکھانا چاہتا ہوں بلکہ نہایت افسوس سے آہ کھینچ کر مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ اسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا اور تمام دنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے جس نے دنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ یعنی تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو ردّ کر دیں۔ اگر ایسی صلح کار کوئی اور الہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو۔ قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ...... صاف طور پر کہہ دیا کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گزرے ہیں اور تمام قوموں کے لیے صلح کی بنیاد ڈالی مگر افسوس کہ اس صلح کے نبی کو ہر ایک قوم گالی دیتی ہے اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے ...... خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریق ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام: 109) یعنی تم مشرکوں کے بتوں کو بھی گالی مت دو کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے کیوں کہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں۔ اب دیکھو کہ باوجود یہ کہ خدا کی

تعلیم کی رو سے بت کچھ چیز نہیں ہیں پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بتوں کی بد گوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہو کر خدا کو گالیاں نکالیں اور ان گالیوں کے تم باعث ٹھہر جاؤ۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اسلام کے اس عظیم الشان نبی کو گالیاں دیتے اور توہین کے الفاظ سے اس کو یاد کرتے اور وحشیانہ طریقوں سے اس کی عزت اور چال چلن پر حملہ کرتے ہیں وہ بزرگ نبی جس کا نام لینے سے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اتر آتے ہیں اور اسکے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنی غلاموں سے شمار کرتے ہیں کیا یہ عزت خدا کی طرف سے نہیں۔ خدا داد عزّت کے مقابل پر تحقیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے لڑنا چاہتے ہیں حضرت محمد ﷺ خدا کے وہ برگزیدہ رسول ہیں جن کی تائید اور عزت ظاہر کرنے کیلئے خدا نے دنیا کو بڑے بڑے نمونے دکھائے ہیں کیا یہ خدا کے ہاتھ کا کام نہیں جس نے بیس کروڑ انسانوں کا محمدی درگاہ پر سر جھکا رکھا ہے۔ ہر ایک نبی اپنی نبوت کی سچائی کیلئے کچھ ثبوت رکھتا ہے۔ لیکن جس قدر ثبوت آنجناب کی نبوت کے بارے میں جو آج تک ظاہر ہو رہے ہیں ان کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔'' (پیغام صلح، صفحہ 21 تا 22)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عظیم الشان خدمت اور کارہائے نمایاں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دنیا میں سب سے بڑی وجہ فساد کی یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے بزرگوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور دوسرے مذاہب کی خوبیوں سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ حالانکہ عقل سلیم اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ خدا تعالیٰ جو رب العالمین ہے وہ کسی ایک قوم کو ہدایت کے لیے چن لے گا اور باقی سب کو چھوڑ دے گا مگر عقل سلیم چاہے کچھ کہے دنیا میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے سخت فسادات پیدا ہو رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ ہر قوم میں نبی گذرے ہیں اور اس طرح ایک عظیم الشان وجہ فساد کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ......آپ نے سورج اور اسکی شعاعوں، پانیوں اور ان کے اثرات ہوا اور اس کی تاثیرات کو دیکھا اور کہا جس خدا نے سب انسانوں کو ان چیزوں میں مشترک کیا ہے وہ ہدایت میں فرق نہیں کر سکتا اور اصولاً سب قوموں میں انبیاء کا ہونا لازمی قرار دیا۔ پس آپ نے مثلاً حضرت کرشن کو اس لیے نبی تسلیم نہ کیا کہ وہ ایک بزرگ ہستی تھے جنہوں نے ایک تاریکی میں پڑے ہوئے ملک میں سے استثنائی طور پر انفرادی جدوجہد کے ساتھ خدا کا قرب حاصل کر لیا، بلکہ اس لئے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ ایسا خدا ممکن نہ تھا کہ ہندو قوم کو بھلا دے اور اس کی ہدایت کا کوئی سامان نہ کرے۔ دوسرے آپ نے انسان کی فطرت اور اس کی قوتوں کو دیکھا اور بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ جوہر ضائع ہونے والا نہیں، خدا نے اسے ضرور قبول کیا ہوگا اور اسکو روشن کرنے کے اسباب پیدا کئے ہوں گے۔ غرض آپ کا نقطہ نگاہ بالکل جداگانہ تھا اور آپکا فیصلہ چند شاندار ہستیوں سے مرعوب ہونے کا نتیجہ نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور انسانی قابلیت اور پاکیزگی کی بنا پر تھا۔

اب صلح کا رستہ کھل گیا۔ کوئی ہندو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر میں اسلام کو قبول کروں تو مجھے اپنے بزرگوں کو برا سمجھنا پڑے گا کیوں کہ اسلام ان کو بھی بزرگ قرار دیتا ہے اور اسلام قبول کرنے میں وہ انہی کی تقلید کرے گا۔ یہی حال زرتشتیوں کنفیوشس کے تابعین اور یہودیوں اور مسیحیوں کا ہوگا۔ پس ہر مذہب کا انسان اپنے آبائی فخر کو سلامت رکھتے ہوئے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور اگر داخل نہ ہو تو صلح میں ضرور شامل ہو سکتا ہے۔ اس اصل کے ذریعہ سے آپ نے بندہ کی خدا تعالیٰ سے بھی صلح کرا دی کیوں کے پہلے مختلف اقوام کے لوگوں کے دل اس حیرت میں تھے کہ یہ کس طرح ہو کہ خدا تعالیٰ میرا خدا نہیں ہے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی نسبت ان جذبات محبت کو پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ جو ان کے دل میں پیدا ہونے چاہئیں تھے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس زنگ کو بھی دور کرا دیا اور جہاں اپنی تعلیم کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے درمیان صلح کا راستہ کھولا، وہاں خدا اور بندہ کے درمیان صلح کا بھی راستہ کھولا۔'' (انوار العلوم، جلد 10، صفحہ 196 تا 199، حضرت مسیح موعود کے کارنامے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صلح جوئی کا یہ پیغام اتنا اہم اور یہ خدمت اور کوشش آپؑ کی اس قدر عظیم الشان اور بے نظیر تھی کہ آپ کے خلیفہ برحق حضرت مصلح موعودؓ نے 11 جولائی 1915 کو اسی شہر میں جس میں صلح و آشتی کا یہ عظیم الشان پیغام دیا گیا تھا ایک پبلک جلسہ میں اس پیغام کا اعادہ کیا اور فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کا یہ پیغام ایک بیج کی مانند تھا آپؑ کی قائم کردہ جماعت کا یہ کام تھا کہ وہ آپ کے راستہ پر چل کر دنیا کو امن و آمان کی طرف لائے۔ دنیا اس پیغام سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے تاہم حضرت مسیح موعودؑ نے ایسی جماعت تیار کر دی جو دنیا میں امن و سلامتی کا باعث ہے۔ اور دنیا کو امن کی طرف لانے میں دن رات کوشاں ہے۔

''خدا تعالیٰ کے مرسلین نہ صرف ایک ایسی جماعت تیار کرتے ہیں جو ہر طرح سے اعلیٰ اور اکمل ہو بلکہ ایسی بھی ہو جو دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائے۔ چنانچہ سب انبیاء نے ایسا کیا ہے اور ایسی جماعتیں تیار کر گئے ہیں۔ جو دنیا میں صلح اور امن پھیلانے کا باعث ہوتی ہے اور جو بیج ان نبیوں نے بویا تھا۔ اس کو پانی دے کر انہوں نے ایک بڑے درخت تک پہنچایا ہے ہمارے آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی امت کو مختلف اقوام میں صلح و آشتی کا نمونہ دکھانے کیلئے مدینہ میں غیر اقوام سے معاہدات کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی غرض کیلئے ''پیغام صلح'' ایک رسالہ لکھا۔ جو لاہور میں ہی پڑھا گیا جس میں غیر مذاہب کے لوگوں کو اس طرف بلایا گیا۔ کہ ہم آپ کے نبیوں کو مانتے ہیں اور برا نہیں کہتے اس لیے آپ کا بھی فرض ہے کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کو سچا سمجھیں اور برا نہ کہیں آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس طرح کرو تو صلح ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ جھگڑے اور فساد عقائد کی وجہ سے نہیں ہوتے بلکہ بدگوئی اور گالیوں کی وجہ سے ہوتے ہیں ......آپ کا یہ پیغام آپ کی جماعت کیلئے خضر راہ کے طور پر ہے اور اس کیلئے آپ نے ایک نظام مقرر فرما دیا کہ اس طریق پر چل کر دنیا میں صلح و امن قائم کرو بے شک آپ فوت ہو گئے ہیں لیکن آپ کا کام اسی قدر تھا جو آپ نے کیا اور ضرور تھا کہ دوسرے نبیوں کی طرح آپ بھی ایک راستہ دکھا کر رخصت ہو جاتے اب ہمارا کام ہے کہ ہم اس راستہ پر چل کر دنیا کو صلح کی طرف لائیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ان تدابیر پر عمل کیا جائے جو آپ نے بتائی ہیں تو دنیا میں بالکل امن قائم ہو سکتا ہے......اس وقت ضرورت ہے کہ وہ لوگ جو ایک ہی ملک میں رہتے ہیں بلکہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں ایک ہی زبان بولتے ہیں ایک ہی کنویں سے پانی پیتے ہیں اور ایک ہی دریا میں نہاتے ہیں۔ آپس میں بغض و عناد کو ترک کر کے صلح کی طرف قدم بڑھائیں۔''

(انوار العلوم، جلد 30، صفحہ 58 تا 62، پیغام مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ نے پیغام صلح کے ذریعہ صلح کا جو پیغام دیا وہ کوئی معمولی پیغام نہیں تھا بلکہ خدائی پیغام تھا اور جس حیثیت سے آپؑ نے یہ پیغام دیا وہ ایک مامور من اللہ اور موعود اقوام عالم ہونے کی حیثیت تھی اس لحاظ سے یہ ایک عظیم الشان پیغام تھا جس میں قوموں کی فلاح و بہبود اور بھلائی مضمر تھی۔ کاش کہ دنیا اس پیغام کی طرف متوجہ ہوتی اور فائدہ اٹھاتی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ''پیغام صلح'' کے متعلق فرماتے ہیں:

''بہتر ہے کہ میں اس جگہ پر ان تمام اصحاب کو جو حق طلبی کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں وہ پیغام پہنچا دوں جو اس خدا نے جو تمام انسانوں کا خالق ہے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے...... یہ پیغام جیسا کہ میں نے بتایا ہے خدا کا پیغام ہے اور اس خدا کا ہے جو ہر ایک چیز کا جو زمین و آسمان کے درمیان ہے خالق ہے۔ ہر ایک چھوٹی سے لیکر بڑی چیز کا مالک ہے...... پھر اس پیغام کے لانے والا کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ میں وہ مسیح ہوں جس کی خبر انجیل نے دی ہے، میں وہ نبی ہوں جس کی خبر دانیال نبی نے دی ہے، میں وہ مہدی ہوں جس کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے، میں وہ کرشن ہوں جس کی خبر گیتا میں درج ہے...... اور پھر وہ یہی نہیں کہتا بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں تمام دنیا کی طرف صلح کرانے اور تمام کو ایک دین پر جمع کرنے کیلئے آیا ہوں۔ اس کا یہ دعویٰ بہت بڑا دعوی ہے۔ پس ہر ایک انصاف پسند کا فرض ہے کہ اس کے دعویٰ کو سن تو لے۔''

(انوار العلوم، جلد 3، صفحہ 41، پیغام مسیح موعودؑ)

''پیغام صلح'' کا مطبوعہ مضمون نہایت بلند آواز اور مؤثر لہجے میں پڑھا جسے حاضرین نے بہت سراہا۔ اندرون ملک میں ''پیغام صلح'' کی مقبولیت اور پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود ہندوؤں نے اس کی تائید کی اور اس پر عمدہ رائے کا اظہار کیا۔ اخبارات اور رسائل نے اس پر ریویو لکھے۔ چنانچہ اخبار ''ہندو پیٹریٹ'' مدراس نے لکھا:

"وہ عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کی ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس آخری پیغام سے ظاہر ہوتی ہے وہ یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ثابت کرتی ہے......ایسی اپیل ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے یونہی ضائع نہیں جانی چاہئے اور ہر ایک محب وطن ہندوستانی کا مدعا ہونا چاہئے کہ وہ مجوزہ تجویز کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے۔" (بحوالہ ریویو آف ریلیجنز، اردو 1908، صفحہ 440 تا 444)

رسالہ "البلاغ" نے ماہ جولائی 1914 کی اشاعت میں لکھا فرمایا:

"احمدی ارباب تفکر جو کل تک جملہ مذاہب ہندیہ کے مہیب اور قاہرانہ حربوں کی اجتماعی قوت کے خلاف ایک پر وقار سعی دفاع میں مصروف تھے۔آج کشمکش باہم (پیغامیوں کے فتنہ کا ذکر ہے، ناقل) میں مبتلا ہیں اور یہ ارباب فضل اس صاحب ہمت کی پیروی کے مدعی ہیں جو اپنی جہد آشنا زندگی کی آخری ساعتوں میں پیکر موت بن کر جانب لاہور قدم زن ہوا اور دم واپسیں مذاہب عالم کو صلح و آشتی کا پیغام دے گیا۔"

(رسالہ "البلاغ" ماہ جولائی 1914، جلد نمبر 2، از مالیر کوٹلہ، بحوالہ حیات نور، صفحہ 769)

ایک غیر مسلم دوست پی بی سنگھ نے لکھا "کتاب پیغام صلح نے مجھ پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔میں اسلام کو اچھا مذہب خیال نہیں کرتا تھا اسلام کے متعلق مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت لٹریچر میں نے مطالعہ کیا ہے اس سے بھی مجھ پر یہی اثر ہوا تھا کہ اسلام جارحانہ مذہب ہے میں اسے کبھی رواداری کا مذہب نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں۔"

(بحوالہ الفضل، 29 مارچ 1940، صفحہ 2، کالم نمبر 2)

مسٹر برہم دت دہرادون نے لکھا:

"جماعت احمدیہ مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے۔ جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے تمام پیشوایان مذاہب کی عزت و تکریم کرتے ہوئے احمدیوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کر دیا ہے چالیس برس پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے 1889 میں دعوی مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ "پیغام صلح" کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔آپکی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری، اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپکی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردے میں سے دیکھا اور (صحیح) راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی اگر لوگ اپنی خود غرضی اور غلط لیڈر شپ کی وجہ سے اس سیدھے راستے کو نہ دیکھ سکے تو یہ ان کی اپنی غلطی تھی اور نفرت اور حقارت کے جو کھیت انہوں نے بوئے تھے انکی فصل کاٹنے کے وہ ضرور مستحق ہیں۔"

(اخبار فرنٹیئر میل، 12 دسمبر 1948، بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان، 12 مارچ 2009، صفحہ 10)

"پیغام صلح" کو مغربی ممالک میں بھی خاص عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ چنانچہ مشہور انگریزی رسالہ "ریویو آف ریویوز" نے اس پر تبصرہ لکھا کہ:

"یہ پیغام ایک سنہری پل کا کام دے سکتا ہے جس پر سے ہو کر مسلمانان ہند قانون اساسی کے خیمہ میں پہنچ سکتے ہیں۔پیغام صلح شروع میں ہی تمام ہندوستانیوں کے ایک ہونے کو تسلیم کرتا ہے......وہ بات جس سے اسکی خواہش کی سچائی ثابت ہوتی ہے کہ تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے مان کر مذہبی اتفاق اور اتحاد کی بنیاد رکھی جائے اس پیغمبر صلح کی نرالی تجویز ہے۔" (ترجمہ تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 536 تا 537، بحوالہ ریویو آف ریلیجنز، اردو 1908، صفحہ 438 تا 440)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی کتاب پیغام صلح میں ہندو اور مسلمان دونوں کو متنبہ فرمایا تھا کہ اگر وہ صلح سے کام نہیں لیں گے تو اسکے بد انجام بھگتنے پڑیں گے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

"ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لیے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں۔زلزلے آ رہے ہیں، قحط پڑ رہا ہے اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور برے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت بلائیں نازل ہوں گی اور ایک بلا بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آ کر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔سو اے ہم وطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہندو و مسلمان باہم صلح کر لیں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے جو وہ صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی قوم کی گردن پر ہوگا۔"

(پیغام صلح، صفحہ 5 تا 6)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: "اگرچہ جماعت احمدیہ مسلمہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن یاد رہے کہ یہ اسلام کی سچی تعلیمات کی حقیقی علمبردار اور نمائندہ جماعت ہے......بانی جماعت احمدیہ نے جنہیں ہم اس زمانہ کا مصلح اور مسیح مانتے ہیں اسلام کی اس تعلیم کو مزید وضاحت سے پیش فرمایا ہے اور اس پر زور دیا ہے۔اپنے دعوے کا اعلان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ ایک خدا تعالیٰ کا اور دوسرے اس کی مخلوق کا حق۔آپ فرماتے ہیں کہ حقوق العباد کی ادائیگی سب سے زیادہ مشکل اور نازک امر ہے...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ دنیا میں ہمیشہ امن و آشتی کی حقیقی علمبردار کے طور پر جانی جاتی رہے گی۔ احمدی جس ملک میں بھی رہتے ہوں گے وہ اپنے اپنے ملک کے وفادار شہری ثابت ہوں گے...... خلافت احمدیہ تمام احمدیوں کو ان ہر دو فرائض کی ادائیگی کی طرف مسلسل متوجہ رکھتی ہے جن کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ جماعت دنیا میں امن و آشتی کی فضا پیدا کرنے کیلئے کوشاں ہے۔"

(عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 9 تا 14)

پھر فرمایا: "تاریخ شاہد ہے کہ بانی اسلام حضرت محمد رسول ﷺ اس تعلیم پر عمل پیرا رہے اور اسے ہر سو پھیلایا اور اب اس زمانہ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے سچے جاں نثار بانی جماعت احمدیہ مسلمہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اس تعلیم کو پھیلایا اور اس کی حمایت کی اور اپنے متبعین کو بھی فروغ امن کی تلقین فرمائی۔آپ نے اپنے متبعین کو یہ بھی تاکید کی کہ بنی نوع انسان کی توجہ خدا کے حقوق کی ادائیگی اور مخلوق خدا کے حقوق کی ادائیگی کی طرف دلائیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ مسلمہ تمام لوگوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی ضرورت، اہمیت اور انصاف کے بہترین معیار کے قیام پر بھر پور زور دیتی ہے۔"

(امن عالم۔وقت کی ضرورت، بحوالہ عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 143)

اگر مذہبی دنیا میں کوئی تغیر ہو سکتا ہے اور صلح عظیم کسی جماعت کے ذریعہ ظہور میں آ سکتی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔حضرت مصلح موعودؓ کی اپنی جماعت کے نام ایک نصیحت پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں:

"یاد رکھو کہ تمہیں اس غرض سے بنایا گیا ہے کہ تم دنیا میں امن پیدا کرو۔اس وقت ہم دنیا میں ہر طرف لڑائی دیکھتے ہیں اور فساد برپا پاتے ہیں۔ممکن ہے کہ اس لڑائی میں صلح کا انعام اور اس فساد کے فرو کرنے کی عزت ہماری اس نسل کو ملے یا ہماری آئندہ نسل کو مگر یہ ضرور ہے کہ ملے گی مسیح موعود ہی کی جماعت کو۔پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حقیقت اور اس نقطہ پر غور کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں افراد کو جمع کیا گیا اور آپ نے انکے سامنے صلح پر زور دیا اور اس طرح صلح کرانے کی بنیاد رکھی۔اب اس جماعت کا جسے اس مامور کے ہاتھ پر جمع کیا گیا ہے یہ کام ہے کہ اقوام میں صلح کرائے اور ممکن ہے یہ کام تمہاری اس موجودہ نسل سے ہی لیا جائے۔

پس میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ آپس میں نہ لڑو۔میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے خلاف زبان درازی نہ کرے۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹے بڑوں کا ادب کریں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے نہ لڑے۔میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ بھائی بہن سے اور بہن بھائی سے نہ لڑے اور میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ اپنے بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کرو بلکہ میں تمہیں وہ کہتا ہوں جس کا حضرت مسیح ناصری نے ارادہ ظاہر کیا تھا کہ "تم اپنے دشمنوں کیلئے مہربان اور دنیا کیلئے امن قائم کرنے والے بنو" مگر اس پر عمل نہ کرا سکے اور ان کی جماعت اسکی مصداق نہ بنی۔ حضرت مسیح ناصری نے خیال کیا تھا کہ شاید وہی "امن کا شہزادہ" کے خطاب کے مخاطب اور اس بشارت کے مستحق ہیں اسلئے انہوں نے اپنے

ماننے والوں کو یہ کہا مگر ان کی قوم تو جنگ کی بانی ہوئی۔ درحقیقت یہ ان کیلئے بشارت نہ تھی بلکہ ان کے عظیم الشان مثیل کیلئے تھی جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی مظہر تھا۔ پس خدا نے مسیح موعود کی جماعت کے لیے چاہا کہ وہ دشمنوں میں صلح کا موجب ہو خواہ دشمنوں کی کتنی ہی زیادہ اور اس جماعت کی کتنی ہی قلیل تعداد ہو یہ زمانہ اپنے فسادات کی کثرت کے لحاظ سے پہلے زمانوں سے بڑھا ہوا ہے۔ قوم پر قوم نے چڑھائی کی ہوئی ہے ملک پر ملک چڑھائی کر رہا ہے ہر ایک مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب والے کو فنا کر دے ......پس مذہبی دنیا میں اگر مذہب کا مرکز اور مذہب کے لیے جان توڑ کوشش کرنے والی اور مذہب کے لیے تکالیف برداشت کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ صرف ہماری جماعت ہے۔ اگر مذہبی دنیا میں کوئی تغیر ہو سکتا ہے اور صلح عظیم کسی جماعت کے ذریعہ ظہور میں آسکتی ہے تو وہ ہماری ہی جماعت ہے کیونکہ باقی جس قدر جماعتیں ہیں وہ صلح کے سرچشمہ سے جو خدا تعالیٰ ہے دور ہیں۔ وہ فرزند کیسے جمع ہو سکتے ہیں جو باپ سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ ماں باپ کا ہی تعلق ہے جو بیٹوں کو جمع کر سکتا ہے...... پس جنہوں نے روحانی باپ کو چھوڑ دیا، وہ کیسے صلح دنیا میں پھیلا سکتے ہیں۔ دنیا میں محبت خدا ہی کے رشتہ سے ہو سکتی ہے۔ جب خدا کو درمیان سے ہٹا لیا جائے تو محبت پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی تعلق کو پیدا کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو مبعوث کیا اور اس کو صلح کے شہزادہ کا خطاب دیا۔ مسیح موعود میں یہ بات بیج کے طور پر تھی جواب تم میں پھیلے گی اور تمہارے ہی ذریعہ صلح پھیل سکتی تھی۔ تمہیں اسکے مطابق اپنی زندگی بنانا چاہئے۔ اگر تم ابھی سے اس کیلئے تیاری نہ کرو گے تو جب کام کرنے کی ضرورت پیش آئے گی تم نا قابل ثابت ہو گے اور کچھ نہ کر سکو گے۔ پس جب تم اس نکتہ کے ماتحت غور کرو گے تمہاری امنگیں بدل جائیں گی، خیالات بدل جائیں گے۔ علوم بدل جائیں گے۔ چاہئے کہ تم کوشش کرو کہ تم اس نام کے مظہر بنو جس کا مسیح موعود سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس میری یہ نصیحت ہے کہ تم ایک مقصد کیلئے پیدا کئے گئے ہو جو یہ ہے کہ تم دنیا کے فساد کو دور کرو اور دنیا میں صلح کراؤ تا کہ دنیا کو پتا لگ جائے کہ مسیح موعود محض بھائی کو بھائی بنانے نہیں بلکہ دشمن کو بھائی بنانے آیا تھا۔‘‘

(خطبات محمود، جلد 8، صفحہ 226 تا 230)

......☆......☆......☆......

کلام الامام

’’ہر ایک امت اس وقت تک قائم رہتی ہے
جب تک اس میں توجہ الی اللہ قائم رہتی ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 292)

خدام احمدیت

(سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا پاکیزہ منظوم کلام)

ہیں بادہ مست بادہ آشام احمدیت
چلتا ہے دور مینا و جامِ احمدیت
تشنہ لبوں کی خاطر ہر سمت گھومتے ہیں
تھامے ہوئے سبوئے گلفامِ احمدیت
خدام احمدیت خدام احمدیت

جب دہریت کے دم سے مسموم تھیں فضائیں
پھوٹی تھیں جا بجا جب الحاد کی وبائیں
تب آیا اک منادی اور ہر طرف صدا دی
آؤ کہ ان کی زد سے اسلام کو بچائیں
زورِ دعا دکھائیں، خدام احمدیت

پھر باغ مصطفیٰؐ کا دھیان آیا ذوالمنن کو
سینچا پھر آنسوؤں سے احمد نے اس چمن کو
آہوں کا تھا بلاوا پھولوں کی انجمن کو
اور کھینچ لائے نالے مرغان خوش لحن کو
لوٹ آئے پھر وطن کو، خدام احمدیت

چمکا پھر آسمان مشرق پہ نام احمدؑ
مغرب میں جگمگایا ماہِ تمام احمدؑ
وہم و گماں سے بالا عالی مقام احمدؑ
ہم ہیں غلام خاک پائے غلام احمد
مرغانِ دام احمدؑ، خدام احمدیت

ربوہ میں آج کل ہے جاری نظام اپنا
پر قادیاں رہے گا مرکز مدام اپنا
تبلیغ احمدیت دنیا میں کام اپنا
دارالعمل ہے گویا عالَم تمام اپنا
پوچھو جو نام اپنا ،خدام احمدیت

اُٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے
پسرِ مسیح دیکھو کب سے جگا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہِ دور لیکن
وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے
تم کو بلا رہا ہے، خدام احمدیت

......☆......☆......☆......

لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ خدمت انسانیت کی عظیم الشان یادگار

(تنویر احمد ناصر، نائب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان)

واردین وصادرین کی کثرت کے متعلق الٰہی بشارات

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اصلاح خلائق کیلئے مسیح و مہدی بنا کر مبعوث فرمایا تو ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دی کہ:

’’اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ ۔یَاتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ یَاتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔یَنْصُرُکَ اللّٰہُ مِنْ عِنْدِہٖ۔ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ۔ اَصْحَابُ الصُّفَّۃِ وَمَا اَدْرَاکَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّۃِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ‘‘ (براہین احمدیہ، حصہ سوم، صفحہ 238 تا 242، حاشیہ در حاشیہ نمبر 1، بحوالہ تذکرہ صفحہ 39 تا 41، ایڈیشن 2006)

یعنی خبردار ہو کہ اللہ کی مدد تجھ سے قریب ہے۔ وہ مدد ہر ایک دُور کی راہ سے تجھے پہنچے گی اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے اور اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گی۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنکے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے اور یادرکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے سو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ ان کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے۔ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہوں گے۔ وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں اور تو کیا جانتا ہے کہ وہ کس شان اور کس ایمان کے لوگ ہوں گے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہوں گے۔ وہ بہت قوی الایمان ہوں گے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے۔

پھر آپؑ کو الہام ہوا: وَسِّعْ مَکَانَکَ اس الہام کی تشریح میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’یعنی اپنے مکان کو وسیع کرلے۔ اس پیشگوئی میں صاف فرمادیا کہ وہ دن آتا ہے کہ ملاقات کرنے والوں کا بہت ہجوم ہو جائے گا یہاں تک کہ ہر ایک کا تجھ سے ملنا مشکل ہو جائے گا۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 73)

ایک اور الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ’’اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَ انْتَھٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ‘‘

(یعنی) ’’جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور ایک دنیا ہماری طرف رجوع لے آئے گی تب یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا جو آج پورا ہوا اور تجھے چاہئے کہ جب خدا کی مخلوق تیری طرف رجوع کرے تو تم نے ان سے بدخلقی نہ کرنا اور نہ انکی کثرت کو دیکھ کر تھکنا۔ میں اپنی طرف سے دلوں میں تیری محبت ڈالوں گا تا تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاوے اور اپنے مقصود کیلئے طیار کیا جاوے۔‘‘

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 405)

یہ تمام پیشگوئیاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی نہایت آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئیں اور بڑی کثرت کے ساتھ مخلوق خدا نے خدا کے مسیح کی آمد کی خبر پا کر قادیان کا رخ کیا۔ بڑے دور دراز کا سفر کر کے لوگ قادیان پہنچتے۔ بعض نے ہمیشہ کیلئے قادیان کو اپنا مسکن بنالیا اور بعض آپ کی زیارت سے فیض یاب ہو کر چند دن امام وقت کی خدمت میں گزار کر اپنے وطنوں کو لوٹ جاتے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان تمام مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام خود کرتے اور اپنا سب کچھ ان کی خدمت میں نچھاور کر دیتے۔ واردین و صادرین کی آمد کے متعلق پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ :

’’ایسا ہی ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد خدا نے دلوں میں میری محبت اس قدر ڈال دی کہ علاوہ مالی مدد کے بعض نے میری راہ میں مرنا بھی قبول کیا اور وہ سنگسار کیے گئے مگر دم نہ مارا اپنی جان میرے لیے چھوڑ دی مگر مجھے نہ چھوڑا اور بعض نے میرے لیے دکھ اُٹھائے اور صدہا کوس سے ہجرت کر کے قادیان میں آگئے اور بعض نے ہزارہا روپے میرے آگے پیش کیے اور جس قدر لوگ بیعت کے لیے آج تک قادیان میں آئے وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے اور سب بیعت کرنے والے چار لاکھ کے قریب ہوں گے۔ اور جیسا کہ منی آرڈروں سے ثابت ہوسکتا ہے ایک لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ آچکا ہے اور اب فقط لنگر خانہ کے خرچ کے لئے قریباً پندرہ سو روپیہ ماہوار آتا ہے اور جیسا کہ خرچ بڑھتا جاتا ہے ایسا ہی آمدن بھی بڑھتی جاتی ہے۔‘‘

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 406)

مہمانوں کی کفالت کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک طرف جہاں کثیر تعداد میں واردین و صادرین کی قادیان آنے کی خبر دی اور اسے پورا بھی کیا وہیں یہ خبر بھی دی تھی کہ اُن آنے والوں کے رزق کا بھی میں خود ہی متکفل ہوں گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

’’میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اسکے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا کہ یہ تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے۔

یہ اُس زمانہ کی خواب ہے جبکہ میں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ درویشوں کی کوئی جماعت تھی مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آآباد ہوئے ہیں اور نان سے میں نے یہ تعبیر کی تھی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفل ہوگا اور رزق کی پریشانی ہم کو پراگندہ نہیں کرے گی۔ چنانچہ سالہائے دراز سے ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 585)

حقیقۃ الوحی میں حضور علیہ السلام اس نان کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ’’اور بہت بڑا تھا گویا چار نان کے مقدار پر تھا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 290)

مالی تحریک

ایک طرف جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ یقین کامل تھا کہ قادیان آنے والے مہمانوں کے رزق کا اللہ تعالیٰ خود سامان کرے گا وہیں آپ نے قوم کو اس کارِ خیر میں حصہ لے کر ثواب دارین کا وارث بنانے کے لئے مالی قربانی کی بھی تحریک فرمائی۔ آپ نے کتاب فتح اسلام میں دنیا کو حق و راستی کی طرف کھینچنے کے لئے امر تائید حق اور اشاعت اسلام کے کام کو پانچ شاخوں پر منقسم فرمایا۔ تیسری شاخ کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کیلئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنیوالے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کیلئے آتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے۔ اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گے اور جس قدر اُن میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور اُنکے مشکلات حل کر دیئے گئے۔‘‘ فرمایا: ’’اگرچہ یہ تمام کاروبار خدا تعالیٰ کی خاص امداد اور خاص فضل پر چھوڑا گیا ہے اور اسکے انجام پہنچانے کیلئے وہی کافی ہے اور اُسی کے مبشرانہ وعدے اطمینان بخش ہیں لیکن اُسی کے حکم سے اور تحریک سے مسلمانوں کو امداد کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 14)

اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خود کفالت فرمائی اور غیب سے مہمانی کے سامان

کیے اور آپ کی اس تحریک میں اس قدر برکت ڈالی کہ کثیر تعداد میں روپیہ اس مد کیلئے آنے لگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس خدائی کفالت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگر کوئی دل کی صفائی سے قادیان میں آکر رہے تو اُسے معلوم ہوگا کہ وہی روٹی جو فرشتے نے دی تھی دو وقت ہمیں غیب سے ملتی ہے کئی عیالدار دو وقت یہاں سے روٹی کھاتے ہیں کئی نابینا اور اپاہج اور مسکین دو وقت اس لنگرخانہ سے روٹی لے جاتے ہیں اور ہر ایک طرف سے مہمان آتے ہیں اور اوسط تعداد روٹی کھانے والوں کی ہر روز دو سو اور کبھی تین سو اور کبھی زیادہ ہوتی ہے جو دو وقت اس لنگر سے روٹی کھاتے ہیں اور دوسرے مصارف مہمان داری کے الگ ہیں اور اوسط خرچ بہت کفایت شعاری سے پندرہ سو روپیہ ماہواری ہوتا ہے مگر اور کئی متفرق خرچ ہیں جو اس کے علاوہ ہیں اور یہ خدا کا معجزہ بیس برس سے میں دیکھ رہا ہوں کہ غیب سے ہمیں وہ روٹی ملتی ہے اور نہیں معلوم ہوتا کہ کل کہاں سے آئے گی لیکن آجاتی ہے حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی تو یہ دعا تھی کہ اے خدا ہمیں روز کی روٹی دے لیکن خدائے کریم ہمیں بغیر دعا کے ہر روز کی روٹی دے رہا ہے اور جیسا کہ فرشتہ نے کہا تھا کہ یہ روٹی تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے اسی طرح خدائے کریم مجھے اور میرے ساتھ کے درویشوں کو ہر روز اپنی طرف سے یہ دعوت بھیجتا ہے پس ہر روز نئی دعوت اُس کی ہمارے لئے ایک نیا نشان ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 290)

’’یا وہ زمانہ تھا کہ بباعث تفرقہ وجوہ معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر ایک بوجھ تھا اور یا اب وہ وقت آگیا کہ بحساب اوسط تین سو آدمی ہر روز مع عیال و اطفال اور ساتھ اس کے کئی غربا اور درویش اس لنگر خانہ میں روٹی کھاتے ہیں۔‘‘ (ایضاً صفحہ 247)

لنگر خانہ کی ابتدا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ پہلے لنگر کا انتظام ہمارے گھر میں ہوتا تھا اور گھر سے سارا کھانا پک کر جاتا تھا مگر جب آخری سالوں میں زیادہ کام ہو گیا تو میں نے کہہ کر باہر انتظام کروا دیا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کسی مہمان کے لئے خاص کھانا پکانے کیلئے بھی فرماتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا ہاں بعض اوقات فرماتے تھے کہ فلاں مہمان آئے ہیں ان کے لئے یہ کھانا تیار کردو۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ شروع میں سب لوگ لنگر سے ہی کھانا کھاتے تھے خواہ مہمان ہوں یا یہاں مقیم ہو چکے ہوں۔ مقیم لوگ بعض اوقات اپنے پسند کی کوئی خاص چیز اپنے گھروں میں بھی پکا لیتے تھے مگر حضرت صاحب کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اگر ہو سکے تو ایسی چیزیں بھی ان کیلئے آپ ہی کی طرف سے تیار ہو کر جاویں اور آپ کی خواہش رہتی تھی کہ جو شخص جس قسم کے کھانے کا عادی ہو اسکو اسی قسم کا کھانا دیا جا سکے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں لنگر کا انتظام خود آپ کے ہاتھ میں رہتا تھا مگر آپکی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اوّل نے یہ انتظام صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد فرما دیا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بعض لوگ حضرت صاحب سے کہا کرتے تھے کہ حضور کو انتظام کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور حضور کا حرج بھی بہت ہوتا ہے اپنے خدام کے سپرد فرما دیں مگر آپ نے نہیں مانا کیونکہ آپکو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ انکے پاس انتظام جانے سے کسی مہمان کو تکلیف ہو۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کوشش ان لوگوں کی طرف سے تھی جو آپ کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے ایسا نہیں کہتے تھے بلکہ انکی نیتوں میں فساد تھا اور جو منافقین مدینہ کی طرح آپ پر اخراجات لنگر خانہ کے متعلق شبہ کرتے تھے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ’’وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ‘‘

(سیرت المہدی حصہ اول روایت نمبر 57)

لنگر خانہ کی تعمیر اور انتظام

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی روایت کے مطابق ابتدائی لنگر خانہ کی تعمیر 1892ء کے اواخر میں شروع ہوئی تھی۔ لنگر خانے کا مینو حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب نے تجویز کیا تھا اور کھانے کی مخصوص لذت ہماری دہلی والی حضرت اماں جان کے تجربہ اور ذہانت کی بدولت نصیب ہوئی۔

(المحراب، شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی بر موقع سوواں جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ عالمگیر، صفحہ 160، سیرت المہدی جلد چہارم روایت نمبر 1046)

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی لنگر خانہ کے ابتدائی ایام کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مہمان خانہ ابتداء میں کوئی خاص موجود نہ تھا نہ مقرر۔ آنے والے خوش نصیبوں کے ناز اس زمانہ میں عموماً خدا کے برگزیدہ نبی و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اُٹھایا کرتے تھے۔ ان کی مہمان نوازی کا فرض براہِ راست وہ حبیب الٰہی ادا کیا کرتے جنکی شان یہ تھی کہ خود خدا نے اپنے عرش سے انکی تعریف و توصیف فرمائی۔ یحمدك الله من عرشه (درحقیقت قادیان تشریف لانے والے مہمانانِ گرامی کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی محبت بھری میزبانی میں حضرت اماں جان زوجہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسن تدبر بھی شامل تھا بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ پہلی خاتون افسر لنگر خانہ حضرت اماں جان ہی تھیں۔ ناقل)

میں جس زمانہ کا ذکر کر رہا ہوں ان ایام میں بعض مہمان تو حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کے مطب والے دالان اور شمال مغربی کوٹھری میں ٹھہرا کرتے تھے اور اکثر کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے الدّار کے بعض حصوں میں جگہ دے دیا کرتے۔ حضور آپ تنگ ہو لیا کرتے۔ تکلیف برداشت کر لیا کرتے مگر مہمانوں کے آرام کا بہر کیف انتظام فرماتے۔ حضور کا مکان سارے کا سارا ہی گویا ایک مہمان خانہ تھا جس کے دائیں بائیں، اندر باہر، اوپر نیچے غرض ہر طرف مہمان ہی مہمان ہوا کرتے۔ اس زمانے کا الدّار بھی آپ یہ نہ سمجھ لیں جو آج کل ہے بلکہ بہت مختصر سا مکان تھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی توسیع اور اتنے اضافے اس میں ہو چکے ہیں کہ پہلی حالت کا نقشہ بھی بہت مشکل سے خیال میں لایا جا سکتا ہے۔ جس میں رہنے والے لوگوں کا اگر میں شمار لکھوں تو دنیا تعجب کرنے لگے کہ اتنے لوگ سماتے کہاں تھے۔ اور ان کی موجودگی میں کیونکر حضور ایسی اہم لطیف اور دقیق ترین علمی تصانیف فرماتے۔ اور مشاغل دینی کی انجام دہی سے عہدہ برآ ہوا کرتے تھے۔

آہستہ آہستہ اور بتدریج اللہ کریم رجوع و اقبالِ خلق کے ساتھ ساتھ اس کی ضروریات کے بھی سامان مہیا فرماتے گئے۔ موجودہ خام مہمان خانہ کی دو کوٹھڑیاں پہلے پہل حضور پُرنور نے تیار کرائیں۔ اگلا دالان جانب شمال بعد میں بنا ہے۔ پہلے صرف پچھلی دو کوٹھڑیاں ہوا کرتی تھیں۔ (مہمان خانہ میں معمولی قسم کی پانچ چھ لکڑی کی کرسیاں ہوتی تھیں۔ بید کی کرسیوں کا اس وقت عام رواج نہ تھا۔) ان دنوں قادیان میں کوئی ذریعہ معاش نہ تھا احباب لنگر خانہ سے کھانا کھاتے تھے۔ امر واقعہ یہی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ (لنگر خانہ و مہمان خانہ) ان ہر دو اہم ضروری اور مقدس ترین مدّات کی نہ صرف داغ بیل ہی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے خود اپنے دست مبارک ہی سے ڈالی بلکہ نہایت ہی ناموافق اور مخالف حالات، بے سروسامانیوں اور مشکلات اور قحط و گرانیوں میں سے گزرتے ہوئے متواتر پچیس تیس سال تک ایسی کامیابی، خندہ پیشانی، فراخدلی بلکہ گہرے قلبی شوق اور ذوق سے آخری وقت تک اس انبیائی خلق یعنی اکرام ضیف کی بیل کو پروان چڑھایا کہ سوائے خدا کے نبیوں اور رسولوں کے اور کے لئے ممکن ہی نہ تھا۔

خدا کے پیارے مسیح کا لنگر اوّل اوّل گھر کے اندر ہی جاری ہوا۔ وہیں کھانا تیار ہوا کرتا تھا۔ ابتدا میں چپاتیاں ہوا کرتی تھیں جو گھر کے اندر ہی خادمات پکاتی تھیں۔ ترقی ہوتی گئی تو توے کی بجائے لوہ پر کئی کئی عورتیں مل کر چپاتیاں پکانے لگیں۔

1895ء میں لنگر خانہ الدّار کے اس حصہ میں تھا جہاں تقسیم ملک سے قبل حرم اوّل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ڈیوڑھی تھی جہاں مشرق کی طرف سے دار کے نچلے حصے میں داخل ہوتے ہیں، سالن اس ڈیوڑھی میں ملک غلام حسین صاحب پکاتے تھے۔ بعد ازاں لنگر خانہ اس ڈیوڑھی کے ملحقہ شمالی کمرہ میں منتقل ہو گیا۔ اور اب ملک صاحب موصوف نے وہاں ایک تنور لگا لیا جس میں وہ روٹیاں بھی پکانے لگے۔ سالن تو وہ پہلے بھی تیار کرتے تھے۔ کھانے میں عموماً دال اور کبھی کبھی سبزی گوشت بعض اوقات ایک وقت دال اور دوسرے وقت کسی سبزی کا سالن ہوتا تھا۔ دال عموماً چنے کی ایسی پتلی مگر لذیذ ہوتی تھی کہ کھانے والے پیالہ اُٹھا اُٹھا کر گھونٹ گھونٹ پی جایا کرتے تھے۔ لنگر خانہ کیلئے آٹا دھاریوال سے یا موضع ہرچووال کی نہر کے قریب ایک گاؤں سے لایا جاتا تھا۔ آٹے کے انتظام کیلئے حضرت نانا جانؓ بھی کئی بار بنفسِ نفیس تشریف

لے جاتے تھے۔آٹے کی فراہمی کا اہتمام کرنے کی سعادت حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ، حضرت میاں کرم داد صاحب سکنہ دوالمیال جبکہ وہ کافی دنوں کے لئے قادیان آئے تھے، ملک غلام حسین صاحبؓ باورچی اور خاکسار اور بعض اور احباب کو جن کے نام اب یاد نہیں ملتی رہی ہے۔

یہی یا اس کے قریب کا وہ زمانہ ہے جبکہ بعض اوقات سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ و السلام خود اپنے دستِ مبارک سے مہمانوں کے لئے کھانا اور ناشتہ وغیرہ لا کر پیش کیا کرتے۔بے وقت آنے والوں کے واسطے خاطر تواضع کا سامان مہیا فرماتے۔ایسا بھی ہوا کہ حضور کے مکان میں کھانا تناول فرماتے ہوئے کسی مہمان کی ضرورت یا آنے کی اطلاع دی گئی تو اپنے سامنے کا کھانا ہی اُٹھا کر اس خوش بخت کے لئے بھیج دیا۔

کئی سال اس حال میں گزرے۔سلسلہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ لنگر نے بھی ترقی کی۔گھر کی بجائے باہر الگ انتظام کرنا پڑا۔روٹی کیلئے تنور کا اور دال سالن کے واسطے دیگچیوں کی بجائے دو بڑے دیگچوں اور پھر دیگوں کا انتظام ہوا جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مستری قطب الدین صاحب امرتسری مسگر کے ذریعہ خریدی جاتی تھیں اور ایک سے دوسری، دوسری سے تیسری اور تیسری سے چوتھی اور پانچویں جگہ تبدیلی و انتقال کے بعد کئی منازل طے کرتے ہوئے لنگر خانہ موجودہ مقام تک پہنچا ہے۔کھانا صبح کے وقت گول کمرہ میں اور شام کو موسم گرما میں مسجد مبارک کی بالائی منزل پر اور موسم سرما میں مسجد مبارک کے اندر بعد نماز مغرب کھلایا جاتا تھا۔‘‘

(اصحاب احمد، جلد نہم، صفحہ 175 تا 180، مؤلفہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’قریباً 93ء تک گول کمرہ ہی مہمان خانہ ہوتا تھا۔ پھر اس میں پریس آ گیا۔جب یہاں مہمان خانہ تھا تو یہیں کھانا وغیرہ کھلایا جاتا تھا۔ ان دنوں میں مہمان بھی کم ہوا کرتے تھے۔‘‘(سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر 689)

اوّلین خدمت گزار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لنگر خانہ کی خدمات بجالانے کی سعادت حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، حضرت حکیم فضل الدین صاحبؓ، حضرت مفتی فضل الرحمن صاحبؓ، حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ اور حضرت بھائی عبدالرحمن قادیانیؓ کے علاوہ مدرسہ احمدیہ کے استاد اور بورڈنگ ہاؤس کے بہت سے طلبا کو حاصل رہی۔

(اخبار البدر قادیان، بحوالہ المحراب کراچی صفحہ 160)

لنگر خانہ کے منتظمین کیلئے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات

ذیل کے کچھ اقتباسات سے لنگر خانہ کے ابتدائی انتظامات و حالات معلوم ہوتے ہیں:

(25 دسمبر 1903 کو)’’شام کے وقت بہت سے احباب بیرونجات سے آئے ہوئے تھے آپ علیہ السلام نے میاں نجم الدین صاحب مہتمم لنگر خانہ کو بلوا کر تاکیداً فرمایا کہ:

’’دیکھو بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔سردی کا موسم ہے چائے پلاؤ اور تکلیف کسی کو نہ ہو۔تم پر میرا حُسن ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو ان سب کی خوب خدمت کرو اگر کسی کو گھر یا مکان میں سردی ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کر دو۔‘‘

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 492، ایڈیشن 2003)

ایسے ہی ایک موقع پر جب مہمان بڑی کثرت سے آئے ہوئے تھے آپ نے مہمانوں کی تکریم ملحوظ رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:’’لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مدنظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے ممکن ہے کہ اُسے خیال نہ رہتا ہو، اس لیے کوئی دوسرا شخص یاد دلا دیا کرے۔کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دست کش نہ ہونا چاہیے، کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو یہ ہمارا حق ہیکہ اُن کی ہر ایک ضرورت کو مدنظر رکھیں۔بعض وقت کسی کو بیت الخلا کا ہی پتا نہیں ہوتا تو اُسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں، اس لیے معذور ہوں۔مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لیے قائمقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں۔کیونکہ لوگ صدہا اور ہزار ہا کوس کا سفر طے کر کے صدق اور اخلاص کے ساتھ تحقیق حق کے واسطے آتے ہیں۔پھر اگر اُن کو یہاں تکلیف ہو تو ممکن ہے کہ رنج پہنچے اور رنج پہنچنے سے اعتراض بھی پیدا ہوتے ہیں اس طرح سے ابتلا کا موجب ہوتا ہے۔اور پھر گناہ میزبان کے ذمہ ہوتا ہے۔......آخر کار تجویز ہوا کہ ایک صاحب ذی وجاہت و ذی اثر کے ہاتھ میں مہمانوں کی تواضع کا اہتمام دیا جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 170، ایڈیشن 2003)

حضور علیہ السلام مہمانوں کی جملہ ضروریات کا کس فکر مندی اور تعہد سے خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے ایک فقرہ سے ہو سکتا ہے جو اخبار الحکم نے ’آخری ایام کی ایک بات‘ کے عنوان سے ریکارڈ کیا ہے۔

فرمایا:’’بعض اوقات مہمانوں کو ایک چیز چاہئے مگر وہ نہیں ملتی تو یہ غم میری روح کو کھا جاتا ہے‘‘(بحوالہ المحراب کراچی صفحہ 158)

بعض ایمان افروز واقعات:

ایک مرتبہ جلسہ سالانہ کے ایام میں آپ کو الہام ہوا: يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی اے نبی! بھوکوں اور محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔(تذکرہ صفحہ 631 ایڈیشن 2006)

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ اس الہام کے متعلق فرماتے ہیں:

’’28 دسمبر 1907ء کا واقعہ ہے کہ صبح کے آٹھ بجے کھانا کھانے کے بعد یہ عاجز جلسہ میں تقریروں کے سننے میں لگ گیا۔اسی روز مسیح پاک کی تقریر بھی سنی۔اور خوب سیری حاصل ہوئی۔نماز مغرب وعشا ادا کی اور مسجد مبارک میں حسب الارشاد مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کے جنرل اجلاس میں شامل ہونے کی غرض سے بیٹھ گیا کہ اجلاس کے بعد کھانا کھا لوں گا۔ اعلان کے مطابق اس میں جماعتوں کے صدر صاحبان اور سیکرٹریوں کی شمولیت ضروری تھی۔ میں اس وقت کمزور تھا۔بھوکا تھا کہ صبح آٹھ بجے کا کھانا کھایا ہوا تھا۔دن میں اور کچھ کھانے کو میسر نہ آیا تھا۔بیس سالہ جوان تھا۔شاید ایک آدھ کے سوا باقی تمام احباب سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد سے چلے گئے تھے۔اس حال کے پیش نظر نفس تقاضا کرتا تھا کہ اُٹھ کر چلا جا کہ غالباً اراکین صدر انجمن احمدیہ کھانا کھانے کیلئے چلے گئے ہیں۔اور سب لوگ لنگر میں کھانا کھا رہے ہیں۔تو بھی جا کر کھانا کھا کر چلا آ۔لیکن غریب دل ڈرا کہ مبادا غیر حاضر ہو جاؤں۔بیٹھا رہا۔پورے دو گھنٹے انتظار میں گزر گئے۔ بھوک نے بہت ستایا۔قریباً پونے نو بجے معزز اراکین صدر انجمن اور چند احباب جماعت ہائے بیرون تشریف لے آئے۔ اجلاس شروع ہو کر پونے بارہ بجے رات ختم ہوا۔خواہش خوراک از خود ختم ہو گئی کہ بھڑک کی طاقت ہی باقی نہ رہی تھی۔مسجد سے نیچے اُتر کر طوعاً و کرھاً لنگر کا رُخ کیا جسے بند پایا۔ناچار اپنی جائے قیام پر جو بیت المال کے کمروں میں تھی واپس آکر سونے کو تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی کہ جس مہمان بھائی نے کھانا نہیں کھایا وہ لنگر خانہ میں جا کر کھا لے۔چنانچہ بندہ گیا اور جو کچھ ملا شکر کر کے کھا کر چلا آیا۔

اگلی صبح کے نو دس بجے میں دیکھتا ہوں کہ پیارا مسیح پاک چھوٹی مسجد کے دروازہ میں گلی رُخ کھڑا ہے اور کئی ایک عشاق سامنے کھڑے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو بلائیں۔چنانچہ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سامنے حاضر ہوئے تو فرماتے ہیں معلوم ہوتا ہے آج رات کے کھانے کا انتظام اچھا نہ تھا کہ بعض مہمان بھوکے رہ گئے۔کسی کی بھوک عرش تک پہنچی ہے اور مجھے بشدت الہام کیا گیا ’’يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ‘‘

یہ الہام رات کے دس بجے کے قریب ہوا تھا جس پر حضور والا نے باہر منتظمین کو کہلا بھیجا تھا کہ جن مہمانوں کو کھانا نہیں ملا ان کو کھانا کھلایا جائے۔‘‘

(اصحاب احمد، جلد 8، صفحہ 91 تا 92)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ:

’’ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ان دنوں سالانہ جلسہ کے لئے چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا حضور اپنے پاس سے ہی صرف فرماتے تھے۔میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لئے کوئی سالن نہیں ہے۔آپؑ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کیلئے سامان بہم پہنچا دیا۔دو دن کے بعد پھر میر صاحب نے رات کے وقت میری موجودگی میں کہا کہ کل کیلئے پھر کچھ نہیں۔فرمایا کہ ہم نے برعایت ظاہری اسباب کے انتظام کر دیا تھا۔اب ہمیں ضرورت نہیں جس کے مہمان ہیں وہ

خود کرے گا۔ اگلے دن آٹھ یا نو بجے جب چٹھی رسان آیا تو حضور نے میر صاحب کو اور مجھے بلایا چٹھی رسان کے ہاتھ میں دس یا پندرہ کے قریب منی آرڈر ہوں گے جو مختلف جگہوں سے آئے تھے سو سو پچاس پچاس روپے کے اور ان پر لکھا تھا کہ ہم حاضری سے معذور ہیں۔ مہمانوں کے صرف کیلئے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔ آپ نے وصول فرما کر توکل پر تقریر فرمائی۔ کہ جیسا کہ ایک دنیادار کو اپنے صندوق میں رکھے ہوئے روپوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا نکال لوں گا اس سے زیادہ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یقین ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو فوراً خدا تعالیٰ بھیج دیتا ہے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 1 صفحہ 444 تا 445)

ایک دفعہ بہت قحط پڑ گیا اور آٹا روپیہ کا پانچ سیر ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لنگر کے خرچ کی نسبت فکر پڑی تو آپ کو الہام ہوا: ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ'' یعنی کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔

(تذکرہ، صفحہ 691، ایڈیشن 2006)

اس کے بعد مہمانوں کیلئے خرچ کی کبھی تنگی نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیش گوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ اس آمدنی کو اس سے خیال کر لینا چاہئے کہ سالہا سال سے صرف لنگر خانہ کا ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار تک خرچ ہو جاتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22 صفحہ 220 تا 221)

اس وقت کے لنگر خانہ کے خرچ کا اندازہ ضمیمہ اخبار الحکم مورخہ 10 مارچ 1902 کے اشتہار سے ہوتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''چونکہ کثرت مہمانوں اور حق کے طالبوں کی وجہ سے ہمارے لنگر خانہ کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے اور کل میں نے جب لنگر خانہ کی تمام شاخوں پر غور کر کے اور جو کچھ مہمانوں کی خوراک اور مکان اور چراغ اور چارپائیاں اور برتن اور فرش اور مرمت مکانات اور ضروری ملازموں اور سقا اور دھوبی اور بھنگی اور خطوط وغیرہ ضروریات کی نسبت مصارف پیش آتے رہتے ہیں ان سب کو جمع کر کے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ان دنوں میں آٹھ سو روپیہ اوسط ماہواری خرچ ہوتا ہے۔ اس خرچ کیلئے خاص خدا تعالیٰ نے ہی ایسے اتفاقات پیش کئے کہ اب تک ہمیں محض خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے کوئی فاقہ نہیں آیا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 466-467)

لنگر خانہ پر قبضہ کی کوشش

مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب تاریخ احمدیت، جلد 3، ایڈیشن 2007 میں لکھتے ہیں:

''لنگر خانہ کا انتظام ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے وہ (خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا) چاہتے تھے کہ اس پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ بعض مہمانوں کے سامنے لنگر خانہ کی مفروضہ بد انتظامیوں کا رونا رونا شروع کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں خواجہ کمال الدین صاحب نے لدھیانہ کے احمدی بابو محمد صاحب کو باغ میں لے جا کر سنانا شروع کیا کہ میر ناصر نواب صاحب مالیوں کو یوں روٹیاں دیتے ہیں اور باغ کے کتوں کو یوں گوشت دیا جاتا ہے۔ بابو صاحب نے کہا کہ آپ لوگ اس کو روکتے کیوں نہیں؟ تو خواجہ صاحب نے ماتھا پیٹ کر کہا کہ اگر ہم کہیں تو پھر کچھ بھی کام نہیں کر سکتے اور اگر کہہ سکتے تو بات ہی کیا تھی۔ یہ تو آپ جیسے بزرگوں کا کام ہے اور اسی وجہ سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ تب بابو محمد صاحب نے وعدہ کیا کہ میں ضرور اس کا ذکر کروں گا۔ چنانچہ اس پر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا جس میں خواجہ صاحب کے عندیہ کے مطابق اسراف کا الزام لگایا اور تجویز رکھی کہ سبھی روپیہ انجمن کے سپرد ہونا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس خط کے جواب میں کھلا خط شائع کیا کہ ''مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ان پر ایمان لاتے اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی بھی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جبکہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے۔ ایسا اعتراض آنحضرت ﷺ پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا۔ سو میں آپ کو دوبارہ لکھتا ہوں کہ آئندہ سب کو کہہ دیں کہ تم کو خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال میں ان کا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کیلئے کبھی اپنی عمر تک ارسال نہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا؟

خواجہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا اگر چاہتے تو مرسل ربانی کے اس انتباہ پر توبہ کر کے اپنی روش کو بدل لیتے مگر انہوں نے اور زیادہ بے باکی سے نہ صرف یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ لنگر خانہ کا انتظام ان کو دے دیا جائے بلکہ اپنی پرائیویٹ مجلسوں میں حضرت اقدس اور آپ کے اہل بیت کے خلاف بے جا اسراف اور فضول خرچی کا الزام بھی لگانا شروع کر دیا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں کہ اپنے آخری سفر میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے تو لنگر خانہ کا انتظام مولوی محمد علی صاحب کے سپرد ہوا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کو اور عاجز راقم کو اور بعض دیگر اصحاب کو بھی حضرت صاحب نے لاہور بلا لیا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب قادیان ہی میں مقیم رہے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعتراضاً لکھا کہ لنگر خانہ کا خرچ تو بہت تھوڑا ہے معلوم نہیں کیوں ایسا کہا جاتا ہے کہ لنگر میں اس قدر خرچ ہوتا ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ناراض ہوئے اور فرمایا ''اسے اتنا خیال نہیں آتا کہ ہمارے لاہور چلا آنے کے سبب مہمان تو سب لاہور آرہے ہیں اب قادیان جاتا ہی کون ہے جو لنگر خانہ کا پہلے کی طرح خرچ ہو۔''

اسکے بعد چند دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا اور مولوی محمد علی صاحب کو حضور کی زندگی میں ایسا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ معذرت کرتے اور معافی مانگتے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 4، صفحہ 252 تا 253)

لنگر خانہ قدرت ثانیہ کے دور میں

لنگر خانہ کا انتظام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں براہ راست حضور کے ہاتھ میں تھا۔ مگر حضور کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے منشا کے مطابق لنگر خانہ کا انتظام صدر انجمن احمدیہ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ اور اس کیلئے سالانہ بجٹ 12767 روپے منظور ہوا۔ خلافت اولیٰ میں جو بزرگ لنگر خانہ کے مہتمم رہے ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حکیم محمد عمر صاحب۔ قاضی خواجہ علی صاحب۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 220 ایڈیشن 2007)

عہد خلافت اولیٰ کے آخری جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت تفویض کی گئی۔ آپ دونوں وقت خود پاس کھڑے ہو کر دو ہزار کا کھانا تقسیم کراتے اور سب مہمانوں کے کھانا کھانے کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ دن میں کئی بار انتظامات جلسہ کا معائنہ کرتے اور مناسب ہدایات دیتے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 485 ایڈیشن 2007)

خلافت ثانیہ کے ابتدائی دور میں جلسہ اور لنگر خانہ کے انتظامات حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور مولوی محمد الدین صاحب کے سپرد تھے۔ 1920 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

کلامُ الامام

''گناہ سے پاک کرنا خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے اپنی طاقت سے کوئی نہیں ہو سکتا ہاں یہ سچ ہے کہ اس کیلئے سعی کرنا ضروری ہے۔''

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 92)

نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کو افسر لنگر خانہ مقرر فرمایا۔ 1920ء ہی میں لنگر خانہ کی عمارت کیلئے علیحدہ کمرے بنائے گئے اور آئندہ دو سالوں میں مزید توسیع کی گئی۔ (الحراب کراچی صفحہ 161)

1924 کے جلسے میں لنگر خانہ کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ تین مقامات پر 85 تنور دن رات کام کر کے پونے چوبیس ہزار مہمانوں کا کھانا تیار کرتے تھے۔ (الحراب کراچی صفحہ 161)

تقسیم ملک تک لنگر خانہ کا انتظام حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ ہی کی سرپرستی میں جاری رہا۔ (مرکز احمدیت قادیان، صفحہ 77)

1933 کی جلسہ سالانہ کی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مہمانان جلسہ کی کثرت کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور وہ دن یاد کئے جب حضرت اقدس خود دوسروں کے بھجوائے ہوئے کھانے پر گزارا کیا کرتے تھے۔ حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”حافظ معین الدین صاحب حضور کے خادم جب گھر سے کھانا لینے جاتے تو بعض اوقات اندر سے عورتیں کہہ دیا کرتیں کہ انہیں تو ہر وقت مہمان نوازی کی فکر رہتی ہے ہمارے پاس کھانا نہیں ہے۔ حضور اپنا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے اور خود چنوں پر گزارا کر لیتے۔ اس وقت کا نقشہ حضور نے اپنے اس شعر میں کھینچا ہے:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانَ أُكُلِيْ
وَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْأَهَالِيْ

کہ ایک وقت وہ تھا کہ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے مجھے ملتے تھے مگر اب حالت یہ ہے کہ سینکڑوں خاندانوں کو اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ رزق دے رہا ہے۔ گویا ایک وقت وہ تھا کہ گھر کی مستورات مہمان کو بوجھ سمجھتی تھیں اور کھانا دینے سے انکار کر دیتی تھیں اور حضرت نے آٹھ پہر روزے رکھے اور کجا یہ وقت کہ جلسہ سالانہ پر ہزار ہا آدمی یہاں آتے ہیں اور ان کا رزق یہاں آنے سے پہلے پہنچ جاتا ہے اور چوبیس گھنٹوں میں ایک منٹ بھی لنگر خانہ کی آگ سرد نہیں ہوتی۔“

(الفضل، 31 دسمبر 1933)

1938 میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مہمان خانہ قادیان کی پرانی عمارت کے ساتھ نئے مہمان خانہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ حضرت بابو سراج الدین صاحب ان دنوں نظارت ضیافت میں آنریری کارکن تھے۔

(مرکز احمدیت قادیان، صفحہ 79)

حضرت بھائی عبدالرحمن قادیانیؓ لنگر خانہ کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے فضل سے مہمانوں کی آمد میں اتنی ترقی ہوئی کہ امسال جلسہ خلافت جوبلی کے لئے وہ (یعنی لنگر خانہ) باوجود اپنی ساری زیادتیوں اور سامانوں کے ناکافی ثابت ہوا۔ اور اس مقدس تقریب کے لئے بہت زیادہ وسیع مقام پر لنگر خانہ لے جانا پڑا۔ ناظم صاحب سپلائی جلسہ خلافت جوبلی محترم قاضی محمد عبداللہ صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی سابق مبلغ لندن نے نہایت محنت اور جانفشانی سے ضروریات جلسہ کی فراہمی کا انتظام کیا ان کی رپورٹ سے ذیل کے چند اعداد وشمار درج کرتا ہوں۔ آج سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ کی ترقی کا اندازہ اس سے کیا جاسکے گا کہ لنگر خانہ کی اپنی ملکیت میں ایک سو سولہ دیگیں موجود ہیں۔ ناظر صاحب ضیافت کی تحریک پر پانصد روپیہ کے قریب اور خرید دیگ کی غرض سے آیا پڑا ہے۔ مگر باوجود اس کثرت کے جلسہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے واسطے ساٹھ کے قریب دیگیں کرایہ پر یا بعض دوستوں سے مانگ کر کام پورا ہو سکا اور اس طرح کم وبیش ایک سو اسی دیگیں لوٹا پھیری کرتے کراتے دال سالن یا چاول کی تیاری میں ایک سو تیس تنور بتدریج دن رات روٹی تیار کرنے میں مصروف عمل رہے جن پر سوا دو سو کے قریب نان پز مقرر تھے۔

آنے والے مہمانوں کا اندازہ عموماً خوراک کی پرچی ہی سے کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے علاوہ اس ابراہیمی نسل کے شمار کا اور کوئی طریق کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس جلسہ پر 23 دسمبر 1939ء تا 2 جنوری 1940ء یعنی گیارہ دن میں چار لاکھ اٹھائیس ہزار چار سو آٹھ مہمانوں کو اس مقدس لنگر سے خوراک پہنچائی گئی۔“

(الحکم، 13 جنوری 1940)

1947 میں افراد جماعت کو ہجرت کر کے قادیان سے باہر جانا پڑا جس کا اثر لنگر خانہ کے انتظامات پر بھی پڑا۔ اس زمانہ میں لنگر خانہ سے صرف درویشان کرام ہی کھانا حاصل کیا کرتے تھے۔ ملک کے حالات بدلتے گئے جسکے نتیجہ میں دوبارہ لوگوں کا رجوع قادیان کی طرف ہوا جس سے لنگر خانہ کے انتظام میں بھی اضافہ ہونا شروع ہوا۔ لنگر خانہ کی پہلی عمارت جو کہ کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی بوسیدہ ہوگئی اس پر سن 1966 میں اسی مقام پر پختہ عمارت کی تعمیر کی گئی جس کا سنگ بنیاد حضرت مولانا الحاج عبدالرحمن صاحب جٹ فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے رکھا۔ اس تعلق سے اخبار بدر میں یوں درج ہے:

”لنگر خانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جدید پختہ عمارت زیر تعمیر ہے اس عمارت کا سنگ بنیاد مورخہ 24 جون بروز جمعۃ المبارک بوقت ساڑھے سات بجے صبح محترم حضرت مولانا عبدالرحمن فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے اور بعدہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور قادیان میں مقیم صحابہ حضرت مسیح موعودؑ نے باری باری بنیادی اینٹیں اپنے ہاتھ سے نصب کیں۔“

(بدر 7 جولائی 1966 بحوالہ مرکز احمدیت قادیان صفحہ 78)

بعد میں آہستہ آہستہ اس میں توسیع ہوتی رہی۔ جانب جنوب بھی کمرے تعمیر کر دیئے گئے۔ مہمانوں کی کثرت کے باعث لنگر خانہ کے احاطہ میں تعمیر شدہ مہمان خانہ کے اوپر تینوں جانب کمرے تعمیر کر دیئے گئے۔ مہمان خانہ کی پرانی عمارت کے اوپر بھی سن 1986 میں کمرے تعمیر ہوئے۔

(مرکز احمدیت قادیان صفحہ 79)

اب خلافت خامسہ میں لنگر خانہ کی رینوویشن ہو رہی ہے اور پرانی عمارت کو نئی مضبوط بنیادوں اور خوبصورت ڈیزائن کے ساتھ مزید وسعت دی جارہی ہے۔

لنگر خانہ میں ایک بات کی اور بھی زیادتی ہوئی کہ پہلے لنگر خانہ کیلئے گندم کا ذخیرہ بوریوں میں بھر کر ایک کمرہ میں کیا جاتا تھا۔ گندم بوریوں میں ہونے کی وجہ سے خراب ہو جاتی تھی۔ اس سے بچانے کیلئے جست (ٹین) کے بیس بڑے ڈرم خرید کئے گئے اب ان میں گیہوں کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد آغاز درویشی میں لنگر خانہ کے انچارج مکرم ملک صلاح الدین صاحب و مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری یکے بعد دیگرے بحیثیت ناظر ضیافت قادیان رہے۔ اسکے بعد مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب، مکرم سید بدرالدین صاحب عامل، مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ امیر جماعت قادیان، مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب یکے بعد دیگرے افسر لنگر خانہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

(مرکز احمدیت قادیان، صفحہ 78)

بعد ازاں مکرم وحید الدین شمس صاحب، اور مکرم مولوی محمد عنایت اللہ صاحب کو بھی بحیثیت افسر لنگر خانہ خدمت کی توفیق ملی۔ آج کل مکرم محمود احمد خادم صاحب افسر لنگر خانہ کی حیثیت سے خدمت بجا لا رہے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اب یہ لنگر جو ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ساری دنیا میں جاری ہے اور یہاں بھی جاری ہے یہ۔ خلافت کی وجہ سے یہاں مستقل بنیادوں پر قائم ہے۔ یہ بھی ایک اہم شاخ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں کی۔ اس لئے یہاں لنگر کے جو ذمہ دار ہیں ضیافت کے جو ذمہ دار ہیں ان کا کام ہے کہ ہر آنے والے کی ضیافت کی طرف بھی خاص طور پر توجہ دیا کریں۔ بیشک اسراف جائز نہیں منصوبہ بندی صحیح ہونی چاہئے لیکن کہیں کنجوسی کا اظہار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ لنگر آپ کا نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لنگر ہے جو جاری ہے اس لئے بعض دفعہ شکایات آجاتی ہیں ضیافت کی کہ جو ٹیم ہے ان کے بارے میں یا جو عہدے دار ہیں انکے بارے میں انکو اس طرف توجہ دینی چاہئے دنیا میں ہر جگہ اور یہاں خاص طور پر اسی طرح ربوہ میں بھی اور قادیان میں بھی۔

(خطبہ جمعہ 21 مارچ 2014)

......☆......☆......☆......

جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہوا
اسے اس نیکی کے دروزے سے جنّت کے اندر آنے کیلئے کہا جائے گا

جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو
اگر بدلہ دینے کیلئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم از کم اس کے لئے دعائے خیر ہی کرو

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہوا اسے اس نیکی کے دروزے سے جنّت کے اندر آنے کے لئے کہا جائے گا۔ اُسے آواز آئے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اسی سے اندر آ ؤ۔ اگر وہ نماز پڑھنے میں ممتاز ہوا تو نماز کے دروازے سے اسے بلایا جائے گا۔ اگر جہاد میں ممتاز ہوا تو جہاد کے دروازے سے، اگر روزے میں ممتاز ہوا تو سیرابی کے دروازے سے۔ اگر صدقہ میں ممتاز ہوا تو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں جسے ان دروازوں میں سے کسی ایک سے بلایا جائے اسے کسی اور دروازے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے آواز پڑے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب الریان)

۞ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے نام پر پناہ چاہتا ہے۔ اسے تم بھی پناہ دو اور جو شخص اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو (خواہ کلمۂ خیر ہی کی توفیق ملے) اور جو شخص دعوت کیلئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔ جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو اگر بدلہ دینے کیلئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم از کم اس کیلئے دعائے خیر ہی کرو تم اس کیلئے اتنی دعا کرو کہ تمہیں احساس ہونے لگے کہ تم نے اس کے احسان کا بدلہ اتار دیا ہے۔
(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

تقسیم ملک کے بعد بھارت میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ خدمت انسانیت

(شیخ مجاہد احمد شاستری، ایڈیٹر ہفت روزہ اخبار بدر ہندی)

بانیٔ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے 23 مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور احمدیہ مسلم جماعت میں شامل ہونے کیلئے دس بیعت کی شرطیں مقرر فرمائیں۔ ان میں خاص طور پر آپ علیہ السلام نے اس بات کو شامل فرمایا کہ:

''عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔''

(اشتہار تکمیل تبلیغ، 12 جنوری 1889)

آپؑ کی ساری زندگی بنی نوع انسان کی خدمت میں گزری۔ آپ اپنا اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے...... میں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے انکے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے نہ کسی اور عدالت میں اور بایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔''

(سراج منیر بحوالہ روحانی خزائن، جلد 12 صفحہ 28)

بانیٔ جماعت احمدیہ کے عملی نمونہ کی اتباع اور خلفائے کرام کی بابرکت قیادت میں مسلم جماعت احمدیہ کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ دکھی انسانیت کی خدمت کیلئے بلا تفریق مذہب ہر وقت صف اول میں کھڑی دکھائی دیتی ہے۔ قدرتی آفات، زلازل یا سیلاب کی شکل میں ہوں یا انسانوں کے پیدا کردہ دنگے فسادات، ہر موقع پر جماعت احمدیہ بنی نوع انسان کی خدمت میں پیش پیش نظر آتی ہے۔

تقسیم ہند کے پر آشوب دور میں جماعت کے ذریعہ خدمت خلق کا عظیم کام

تقسیم ہند کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں لوگوں کو ہجرت کا درد سہنا پڑا اور اپنے بھرے پُرے گھروں کو چھوڑ کر در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ ملک گیر فسادات ہوئے ہزاروں بے گناہوں کا خون بہا اور انسانیت شرم سار ہو گئی۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تقسیم ہند کا سب سے زیادہ خمیازہ پنجاب کو برداشت کرنا پڑا۔ ایسے وقت میں قادیان بھی فسادات سے متاثر ہوئے بنا نہ رہا۔ لیکن الحمد للہ جماعت احمدیہ نے اپنی شاندار روایتوں کو قائم رکھا اور قادیان میں ہزاروں پناہ گزینوں کو ٹھہرایا اور خود بھوکے پیٹ رہ کر پناہ گزینوں کو کھانا کھلایا اور ہر طرح سے اُن کی خدمت کی۔

خدمت انسانیت کی یہ تاریخ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ تاریخ احمدیت میں اس کی تفصیل موجود ہے قارئین اُسکے مطالعہ سے اپنے ایمان اور علم میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

1955ء کا قیامت خیز سیلاب اور جماعت کی اعلیٰ خدمات

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 59 میں یہ اصولی امر بیان فرمایا ہے کہ روئے زمین میں کوئی ایسی بستی نہیں ہوگی جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کردیں یا بہت سخت عذاب نہ دیں۔ قرآن کریم کے اس فرمان کے تحت دنیا میں آباد مختلف بستیاں وقتاً فوقتاً ابتلائی جاتی ہیں۔ کہیں طوفان اپنا خوفناک رنگ دکھاتے ہیں تو کہیں زلازل اپنی ہیبت دلوں میں ڈالتے ہیں۔ ایسی حالت میں نوع انسان خصوصی ہمدردی کی مستحق ہوتی ہے۔ ہندوستان ہو یا ہندوستان کے باہر کی دنیا مسلم جماعت احمدیہ ہمیشہ اپنے آپ کو ایسے مواقع پر خدمت انسانیت کے لئے پیش کرتی رہی ہے۔

1955ء کی بات ہے ملک آزاد ہوئے صرف 8 سال کا عرصہ ہوا تھا پنجاب میں ماہ نومبر 1955ء میں شدید سیلاب آیا۔ پنجاب کے مختلف اضلاع سیلاب کی چپیٹ میں آ گئے۔ مرکز احمدیت قادیان بھی اس کی چپیٹ میں آیا مگر باوجود اس کے کہ قادیان کے احمدی بھی اس سیلاب سے متاثر تھے لیکن انہوں نے اپنوں پر دوسروں کو فوقیت دی اور ہمیشہ کی طرح بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ اپنا غم بھول کر انسانیت کا غم دور کرنے کیلئے سرگرم ہو گئے۔ بیاس کا علاقہ جو بیٹ کا علاقہ کہلاتا ہے یہاں پر دریا قریب ہونے کی وجہ سے سیلاب کی شدت بہت تھی جس کی وجہ سے نقصان بھی دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ ہوا اور اس علاقہ میں احمدی ڈاکٹروں نے جا کر ریلیف کیمپ اور میڈیکل کیمپ لگائے اور دن رات سیلاب زدگان کی خدمت میں مصروف رہے۔ اس موقعہ پر حکام وقت اور علاقہ کی سرکردہ شخصیات نے برملا اقرار کیا کہ احمدیوں نے دکھی انسانیت کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چند ایک تبصرے پیش خدمت ہیں۔

احمدی ایک مشنری اسپرٹ اور خدمت خلق کے جذبہ کے تحت کام کر رہے ہیں

جناب پنڈت گورکھ ناتھ شرما صاحب ایم۔ایل۔اے صدر کانگریس کمیٹی گورداسپور نے بیان کیا کہ: ''سیلاب کی شکل میں اس قدرتی قہر کا مقابلہ کرتے ہوئے جہاں باقی سیلاب زدہ حلقوں میں مختلف سبھا، سوسائٹیوں کے ذریعہ ریلیف کا کام ہوا وہاں یہ بات کافی سراہنہ کے قابل ہے کہ جماعت احمدیہ نے بھی اپنی گزشتہ روایات کے مطابق علاقہ بیٹ بیاس پھیروچچی میں اپنا ریلیف کیمپ قائم کر کے گرد و نواح کے سیلاب زدہ لوگوں کو محنت اور ہمدردی سے امداد بہم پہنچائی۔ جماعت کی طرف سے نیشنل اسپرٹ کے ساتھ جہاں دیہات میں آٹا، کپڑے اور ادویہ سے لوگوں کی مدد کی گئی وہاں قادیان میں بھی خاص مستحقین کو نقد مالی امداد دی گئی اور احمدی ایک مشنری اسپرٹ اور خدمت خلق کے جذبہ کے ماتحت کام کر رہے ہیں اور بعض بے آسرا اور نحیف سجنوں کے مکان کی مرمت اپنے ذمہ لے رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا یہ کام جہاں قابل ستائش ہے وہاں میں باقی جماعتوں سے بھی توقع رکھتا ہوں کہ ایسے آڑے وقت میں مصیبت زدگان کی تکالیف کو دور کرنے میں کوشش کر کے اپنا فرض ادا کریں۔''

(اخبار قادیان، مورخہ 21 نومبر 1955ء)

احمدی صبح سے شام تک پوری دلچسپی سے اور ہمدردی کے ساتھ کام کرتے ہیں

ٹھاکر پیارا سنگھ صاحب سیکرٹری پنچایت کوٹلی ہرچنداں نے بیان دیا کہ:

''جماعت احمدیہ نے اپنا ایک طبی اور امدادی کیمپ موضع پھیروچچی میں کھولا ہے جہاں سے ارد گرد کے متعدد دیہات کے ہزار ہا مریضوں اور مصیبت زدوں کی صبح سے شام تک مدد کی جاتی ہے اس امدادی کیمپ کے ورکروں کو میں نے خود کام کرتے دیکھا ہے یہ لوگ صبح سے شام تک پوری دلچسپی سے اور ہمدردی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اس کیمپ کے ورکرز روزانہ ارد گرد کے دیہات میں جاتے ہیں اور اکثر دیہات میں انہوں نے کپڑے، راشن کی بھی امداد بہم پہنچائی ہے۔ میں کیمپ کے ورکرز اور جماعت احمدیہ کے معززین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

(اخبار قادیان، مورخہ 21 نومبر 1955ء)

جولائی 1992 کی بات ہے کہ قادیان بالکل غیر متوقع طور پر سیلاب کی زد میں آ گیا۔ یہ آسمانی آفت اس قدر آناً فاناً تھی کہ ایک ہی رات میں پانی گھروں میں داخل ہو گیا۔ مال و اسباب کو سنبھالنے کا موقعہ بھی نہ ملا۔ ایسی مصیبت کی گھڑی میں احمدیہ جماعت کی طرف سے لنگر خانہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہر خاص و عام کے لئے جاری کر دیا گیا جہاں سے بلا تفریق مذہب و ملت تقریباً ایک ہفتہ لوگوں کو کھانا دیا جاتا رہا۔ نیز لوگوں کو کچے مکانوں سے نکال کر پختہ مکانوں میں شفٹ کیا گیا۔ جماعت کی عمارتیں لوگوں کیلئے وقف کر دی گئیں اور جہاں تک بس چلتا تھا لوگوں کو سہولت بہم پہنچائی گئی۔

قادیان ہی نہیں بلکہ قادیان کے گرد و نواح کے علاقوں میں بھی جماعت کی طرف سے ریلیف کیمپ لگائے گئے اور بیٹ کے علاقہ میں خصوصی کیمپ لگائے گئے۔ گاؤں گاؤں جا کر اجناس تقسیم کی گئیں اس کار خیر میں جماعت نے لاکھوں روپے کی اجناس تقسیم کی۔ الغرض جماعت نے 1955 میں کی گئی خدمات کی یادوں کو تازہ کر دیا۔ الحمد للہ اس موقعہ پر خاکسار کو بھی کئی گاؤں میں جماعتی وفد میں شامل ہو کر ریلیف تقسیم کرنے کا موقعہ ملا۔

فسادات کے موقع پر خدمت خلق

ہندوستان میں فسادات کی تاریخ بہت لمبی ہے مختلف وقتوں میں اس کی نوعیت الگ

الگ رہی ہے۔کبھی فساد سیاسی رنگ لے کر ظاہر ہوا تو کبھی مذہبی کبھی لسانی تو کبھی علاقائی۔لیکن جب بھی ہوا آئندہ کے لئے نفرتوں کے بیج مزید بوتا چلا گیا۔ آج سے 109 سال قبل بانیٔ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فسادات کی بیخ کنی کیلئے اصولی تعلیم بیان فرمائی تھی۔لیکن افسوس کہ دنیا نے اس پر کان نہ دھرے اور آج تک وطن عزیز فسادات اور دنگوں کے عذاب میں مبتلا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فسادات اور دنگوں کو روکنے کیلئے ایک کتاب ''پیغام صلح'' کے نام سے تحریر فرمائی۔ یہ کتاب نہ صرف بھارت کی دو بڑی قوموں کے درمیان صلح کی بنیاد ڈالنے والی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس میں دنیا میں رونما ہونے والے فسادات کے خاتمہ کے بہترین گر بیان فرمائے ہیں۔آپؑ کی پاک نصائح پر چلتے ہوئے جماعت احمدیہ نفرتوں اور کدورتوں سے بالاتر ہو کر بنی نوع انسان کی خدمت میں کوشاں رہتی ہے اور فسادات کو روکنے اور زخموں پر مرہم لگانے کا کام کرتی ہے۔اس جذبہ کو دیکھتے ہوئے پروفیسر شیر سنگھ ایم ایس سی نے تحریر فرمایا تھا کہ:

''احمدی یکجہتی اور اتحاد میں کمال حاصل کر چکے ہیں اور پاکستان بننے کے باوجود اپنے اس مادر وطن،اپنے مذہب کی جائے افتتاح میں خوش باش اور اعتماد سے لبریز نظر آتے ہیں۔ان سے مل کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں مجموعی طور پر انسان سے پیار اور محبت کا جذبہ موجود ہے،خواہ وہ کسی بھی مذہب وملت کا ہو۔یہ آثار بین الاقوامی ترقی کیلئے بہت موزوں ہیں۔جس مذہب میں یہ باتیں ہوں اور خاص کر عمل کی زندگی میں ڈھل چکی ہوں وہ مذہب دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا ہے اور میری آرزو ہے کہ ہر مذہب کے پیروکاروں میں یہ خیال عمل میں آنا چاہئے۔

یہ ہے عبادت یہی دین و ایمان ہے
کہ کام آئے دنیا میں انسان انسان کے

(اخبار بدر قادیان، مورخہ 14؍جولائی 1957)

24؍نومبر 1989 کو بہار کے شہر بھاگلپور میں سخت فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑا کئی بے گناہ فساد میں مارے گئے۔ جماعت احمدیہ بہار نے جماعت کی زندہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے فسادات کا جائزہ لیا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں رپورٹ بھجوائی کہ جماعت کی خواہش ہے کہ وہ ان فسادات میں بے گھر ہوئے لوگوں کیلئے مکان بنا کر دے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رپورٹ کو از راہ شفقت منظور فرمایا اور جماعت نے کرشن نگر اور طاہر نگر نام سے دو کالونیاں علاقہ راجن تھانہ ضلع بھاگلپور میں تعمیر کیں اور یہ کالونیاں صرف مسلمانوں کو نہیں دیں بلکہ کرشن نگر میں ہندوؤں کو بسایا۔

6؍دسمبر 1992ء کو بابری مسجد کے شہید کئے جانے کے نتیجہ میں ہندوستان کے کئی علاقوں میں شدید فسادات ہوئے۔ممبئی ان میں سر فہرست تھا۔اخبار ہندوستان ممبئی 14؍جنوری 1992ء کی رپورٹ کی مطابق ایک دن میں 50 ہزار سے زائد لوگ پناہ گزین بن گئے۔اس موقع پر جماعت نے فوری طور پر بھوکوں کو کھانا کھلانے کا انتظام کیا۔میڈیکل کیمپ منعقد کئے گئے۔سردی سے بچانے کے لئے پناہ گزینوں میں کمبل تقسیم کئے گئے اور دیگر تمام رفاہی کام کئے گئے جن کے ذریعہ پناہ گزینوں کو آرام پہنچ سکتا تھا۔

ممبئی کے کئی اخباروں میں جماعت کی خدمت انسانیت کا ذکر

اخبار ہندوستان اُردو ممبئی نے 1992ء کے فسادات کے موقع پر جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

'' فسادزدگان کی خدمت کیلئے جماعت احمدیہ کی طرف سے ریلیف کمیٹی قائم کی گئی ہے جہاں سے مختلف کیمپوں میں مدد پہنچائی جارہی ہے۔اس کیلئے یہ طریق اختیار کیا گیا کہ خود جائزہ لیا گیا کہ جس کیمپ میں جس چیز کی ضرورت تھی مثلاً کھانے پینے کی اشیاء اوڑھنے کیلئے کمبل، برتن نیز ادویات مہیا کی گئیں اور ابھی بھی کام جاری ہے۔ احمدیہ ریلیف کمیٹی کی طرف سے ایسے افراد کو جو بالکل خالی ہاتھ ہوگئے تھے اور اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے کثیر تعداد میں ٹکٹیں خرید کردی گئیں کیمپوں میں ایسی عورتیں جو اُمید سے تھیں اُنکے نرسنگ ہوم میں داخلے اور اخراجات کا انتظام کیا گیا احمدیہ ریلیف کمیٹی کا ارادہ ہے کہ بعض لوگوں کو گھر بھی بنا کردیئے جائیں جس کیلئے جائزہ لیا جارہا ہے۔''

(روزنامہ ہندوستان اردو 24جنوری 1993ء صفحہ 2)

احمدیہ مشن کے ذریعہ ہندو مسلم کی تمیز کے بغیر فسادزدگان کو امداد

ممبئی فسادات کے موقع پر جماعت کی خدمت انسانیت کا ذکر گجراتی زبان کے کثیر الاشاعت اخبار 'جنم بھومی' نے اس ہیڈنگ کے تحت کیا' احمدیہ مشن کے ذریعہ ہندو مسلم کی تمیز کے بغیر فسادزدگان کو امداد'' اخبار لکھتا ہے:

'' بمبئی شہر میں ہوئے حالیہ فسادات کے فسادزدگان کو بلا تمیز مذہب وملت لندن میں مقیم جماعت کے خلیفہ مرزا طاہر احمد صاحب کے حکم سے ممبئی مشن کے انچارج مولوی برہان احمد ظفر نے راحت پہنچائی۔گزشتہ مہینے علاقہ دھاراوی کے گنیشو دھیا مندر میں 35 ہندو اور 15 مسلم گھرانوں میں راحت کا سامان تقسیم کیا گیا اس موقع پر شمالی ممبئی کے ممبر پارلیمنٹ رام نائک صاحب رمیش مڈیکر صاحب اور جماعت احمدیہ ممبئی کے صدر غلام محمود صاحب موجود تھے۔اسی طرح ممبئی سینٹرل دھوبی گھاٹ، سات راستہ، مراٹھا مندر کے علاقوں کے فسادزدگان میں 12 ہندوؤں اور 37 مسلم گھرانوں کو راحتی سامان دیا گیا اسی طرح ان کی طرف سے ایک ایسا ہی پروگرام دھاراوی کے علاقہ بھگت نگر میں ہوا جہاں مہمان خصوصی جناب گوردھن چوہان تھے اُنکی موجودگی میں 11 ہندو اور 44 مسلم گھرانوں میں سامان تقسیم کیا گیا۔اس کے علاوہ وڈالہ، پٹھان واڑی، ملاڈ، باندرہ پلاٹ، جوگیشوری، ملت نگر، اندھیری، مدن پورہ کے علاقے میں راحت کا سامان تقسیم کیا۔اسی طرح جماعت احمدیہ نے قومی یکجہتی کے پیش نظر بھاگلپور فساد سے متاثرہ لوگوں کیلئے 1989 میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے دو کالونیاں تعمیر کیں جن میں سے ایک نام طاہر نگر دوسری کا نام کرشن نگر ہے۔''

(روزنامہ جنم بھومی گجراتی 8فروری 1993 صفحہ 6)

جناب سردار گیانی ذیل سنگھ سابق صدر جمہوریہ ہند لکھتے ہیں:

'' میں ایک لمبے عرصہ سے جماعت احمدیہ کو جانتا ہوں اور مجھے متعدد دفعہ ان کے مقدس مرکز کی زیارت کا موقع ملا ہے۔یہ اقلیتی جماعت اپنے امن پسند اصولوں اور قانون کا احترام اور باہمی تعاون اور رواداری کے طریقہ کے باعث نہ صرف انتہائی مشکل اور نامساعد حالات میں زندہ رہی بلکہ اس جماعت نے اپنے اچھے اثرات پیدا کرتے ہوئے اپنے علاقہ میں ایک عزت و احترام کا مقام حاصل کرلیا ہے۔ جماعت احمدیہ تمام مذہبی پیشواؤں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اُنہوں نے محبت اور خدمت خلق کے جذبہ سے سب لوگوں کے دلوں کو جیتا ہے۔احمدیہ جماعت دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ وسیع القلب اور حقیقت پسند اُصول اپناتی ہے اور اس نے ہمیشہ اخلاقی سربلندی اور قومی یکجہتی کے اصولوں کو اختیار کیا ہے۔اُنہوں نے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے ہیں۔ میں اس موقع پر جماعت احمدیہ کو مختلف میدانوں میں تعمیری کام سرانجام دینے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور یہ اُمید رکھتا ہوں کہ یہ بے لوث خدمت محبت اور لگن کے ساتھ اپنے نیک مقاصد پر گامزن رہے گی۔میں دل سے اس کی ترقی کا متمنی ہوں۔'' (بحوالہ سوینئر 1989، بدر قادیان 23نومبر 2000 صفحہ 177)

زلازل اور خدمت خلق

زلازل اور طوفان کے واقعات دنیا کی تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔خواہ کوئی بھی آفت بنی نوع انسان پر ٹوٹے احمدی کا دل اُس کیلئے تڑپ اٹھتا ہے۔1990ء میں ایران میں شدید زلزلہ آیا۔ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے احمدیوں کو ایران کی امداد کرنے کی تحریک فرمائی۔ جماعت احمدیہ بھارت نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس مصیبت کے موقع پر اپنی روایت کے مطابق فوراً ایرانی حکومت کو دو لاکھ بیس ہزار روپے کی امداد بہم پہنچائی۔ اس کا شکریہ ایرانی سفیر مقیم دہلی نے ان الفاظ میں کیا:

''جماعت احمدیہ کی اس بہترین خدمت کا جو زلزلہ کے تعلق میں کی گئی ہم تہ دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔اور ہمارا یہ شکریہ جماعت کے سربراہ اور افراد جماعت کو پہنچا دیا جائے۔ ''

(اخبار بدر 23؍نومبر 2000ء، صفحہ 138)

13؍دسمبر 1993ء کو لاتور مہاراشٹر کے صوبہ میں شدید زلزلہ آیا،اسکے نتیجہ میں 30 ہزار سے زائد لوگ موت کا شکار ہوئے،اس موقعہ پر حیدرآباد سے ایک ٹیم فوری ریلیف کا سامان لے کر متاثرہ علاقہ میں پہنچی اور متاثرین کی مدد کی۔

2001ء میں گجرات کے علاقوں میں شدید زلزلہ آیا اس موقع پر مرکز احمدیت قادیان سے متاثرین کے لئے امدادی ٹرک دارالمسیح کے سامنے سے دعاؤں کے ساتھ روانہ کیا گیا۔اس کے علاوہ ڈاکٹروں کی ٹیمیں روانہ کی گئیں جن کے ساتھ کئی خدام خدمت کے لئے روانہ ہوئے اس موقعہ پر روزنامہ اخبار دینک جاگرن ہندی نے مندرجہ ذیل سرخی کے تحت خبریں شائع کیں۔

احمدیہ جماعت زلزلہ سے متاثرین کو 10 لاکھ روپے کی اشیاء دے گی

روزنامہ دینک جاگرن جالندھر یکم فروری 2001 نے جماعت احمدیہ کی گجرات میں کی

جانے والی انسانی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے مندرجہ بالا سرخی کے ساتھ لکھا کہ:

’’گزشتہ دنوں گجرات میں آئے خوفناک زلزلہ سے تقریباً ایک لاکھ سے زائد موتیں ہوئیں اور لاکھوں زخمی ہوئے......احمدیہ جماعت بھارت کے مرکز قادیان سے گجرات کے زلزلہ سے متاثرین کی خدمت کیلئے ایک ٹیم روانہ ہوگئی ہے۔ٹیم ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی ڈاکٹر، مجلس خدام الاحمدیہ کے نوجوان، کھانے پینے کی اشیاء، ٹینٹ وغیرہ لیکر کل صبح 10 بجے روانہ ہوگئی۔ٹیم وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اُن علاقوں میں پہنچے گی جہاں ابھی تک کوئی دوسری امدادی ٹیمیں نہیں پہنچی ہیں......یہ ٹیم 10 لاکھ روپے سے زیادہ کی اشیاء لے کر روانہ ہوئی ہے۔ بھارت کے دوسرے صوبوں سے بھی احمدی ڈاکٹروں اور خدام کی ٹیموں کو تیار رہنے کیلئے کہا گیا ہے۔قابل ذکر ہے کہ قریب کے علاقوں سے پہلے ہی مجلس خدام الاحمدیہ کے خدمت گار زلزلہ سے متاثرین کی مدد کیلئے رات دن ایک کئے ہوئے ہیں۔احمدیہ ہسپتال کے S.M.O ڈاکٹر طارق احمد صاحب نے رپوٹروں کو بتایا کہ احمدیہ ہسپتال کے آدمی اور ایک ایمبولینس اس کام میں جُٹی ہوئی ہے۔ ضرورت پڑنے پر جماعت احمدیہ کے ذریعہ اور بھی روپیہ خرچ کیا جائے گا۔زلزلہ سے متاثرین کو خون، ٹینٹ کمبل، اور دوائیاں وغیرہ دی جارہی ہیں۔‘‘

(روزنامہ دینک جاگرن جالندھر 1 فروری 2001ء)

گجرات میں امداد کے بعد دوسری ٹیم واپس لوٹی

اخبار دینک جاگرن جالندھر نے لکھا کہ:

’’گجرات زلزلہ کے علاقے سے لوٹی امدادی ٹیم کے واپس لوٹنے پر قادیان میں ایک خاص پروگرام رکھا گیا...... ڈاکٹر عبد العزیز صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم نے تقریباً 29 ہزار لوگوں کی مدد کی۔ ہماری تین ٹیمیں تھیں۔ ایک جگہ پر صرف ایمرجنسی مریضوں کو رکھا جاتا تھا اور آپریشن وغیرہ کیا جاتا تھا۔ دو موبائیل ڈسپنسریاں تھیں، جو دُور دُور جا کر مریضوں کو دوائیاں وغیرہ دیتی تھیں......ہومیوپیتھی فرسٹ کے صدر ابراہیم صاحب نے بتایا کہ جب زلزلہ آیا ہم نے فوراً بازار پہنچ کر امدادی سامان خریدنا شروع کر دیا۔ جب ہم گجرات پہنچے تو وہاں کی حالت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ہماری آپ کو یہی نصیحت ہے کہ آپ انسانیت کی خدمت کیلئے آگے بڑھیں جو جماعت احمدیہ کا مقصد ہے۔مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے صدر نسیم خان صاحب نے بتایا کہ ہم گجرات میں اب تک 40 لاکھ روپے تک کی مدد کر چکے ہیں۔ ہم نے وہاں چوبیس گھنٹے کا لنگر بھی لگایا۔جس میں ہر طبقہ کا آدمی کھانا کھاتا تھا۔‘‘

(روزنامہ دینک جاگرن جالندھر 6 مارچ 2001ء)

جماعت نے ملک میں صحت اور تعلیم کے میدان میں خصوصی تعاون دیا ہے

روزنامہ دینک جاگرن نے یہ خبر لگائی کہ سُوچنا و لوک نرمان منتری جناب نتھا سنگھ جی دالم نے قادیان سے گجرات میں آئے زلزلہ کیلئے ریلیف کو روانہ کرتے ہوئے کہا کہ:

’’ مریضوں، ضرورت مندوں اور دکھی انسانیت کی خدمت دنیا کی سب سے اعلیٰ خدمت ہے اور دنیا کے سارے مذہب بھی انسانیت کی خدمت اور آپسی پیار کی تعلیم دیتے ہیں۔یہ خیال پنجاب کے سُوچنا و لوک نرمان منتری شری نتھا سنگھ جی دالم نے قادیان میں احمدیہ جماعت کی طرف سے لگائے گئے فری آنکھوں کے تین روزہ کیمپ کے افتتاح کے موقع میں کہے۔

شری دالم نے احمدیہ جماعت کے ذریعہ سماج بھلائی کیلئے کئے جارہے کاموں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس جماعت نے ملک میں صحت اور تعلیم کے میدان میں خصوصی تعاون کے علاوہ جب ملک میں کوئی قدرتی آفت آئی تو انہوں نے سب سے اول قطار میں کھڑے ہوکر دکھی انسانیت کی خدمت کی ہے اور گجرات کے زلزلہ سے متاثرین کیلئے 35 لاکھ روپے کی راحت امداد بھیجی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت احمدیہ نے وزیر اعلیٰ گجرات ریلیف فنڈ میں بڑی رقم دے کر اپنا تعاون دیا ہے۔احمدیہ جماعت کی لنڈن اور دوسرے ممالک سے آئی ٹیموں نے سب سے زیادہ متاثرہ علاقہ بھج میں جا کر لوگوں کی خدمت کی جو قابل تعریف ہے۔

اس موقع پر شری دالم جماعت کے ذریعہ گجرات کے زلزلہ کے متاثرین کی مدد کیلئے 3 لاکھ روپے کی قیمت کے ٹینٹوں سے بھرے ٹرک کو ہری جھنڈی دکھا کر روانہ کیا۔‘‘

(روزنامہ دینک جاگرن جالندھر 23 مارچ 2001ء)

جماعت احمدیہ کے ذریعہ زلزلہ کے متاثرین کیلئے اظہار افسوس

اخبار اجیت سماچار جالندھر نے مورخہ 28 دسمبر 2004ء صفحہ 7 میں لکھا کہ:

’’مسلم جماعت احمدیہ بھارت کے چیف سیکرٹری صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے گزشتہ دنوں جنوبی بھارت کے صوبوں آندھراپردیش، تامل ناڈو، پانڈی چیری، نیکوبار آئی لینڈ سمیت سری لنکا، مالدیپ، انڈونیشیا، تھائی لینڈ برما میں آئے شدید زلزلہ کے دوران مارے گئے لوگوں کیلئے گہرے غم کا اظہار کیا ہے۔ یہاں ہو رہے انٹرنیشنل جلسہ کے دوران مارے گئے لوگوں کیلئے دعا بھی مانگی گئی۔انہوں نے کہا کہ ایسی دکھ کی گھڑی میں پوری جماعت احمدیہ دیش واسیوں کے ساتھ مل کر متاثرین کے ساتھ کھڑی ہے۔اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے پریس صدر سید تنویر احمد نے رپوٹروں کے ساتھ بات کرتے ہوئے اس قدرتی حادثہ میں مارے گئے لوگوں کے خاندانوں کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا۔انہوں نے کہا کہ ایسے نازک موقعہ پر ساری دنیا کے لوگوں کو ایک ساتھ مل کر آگے آنا چاہئے۔‘‘

(اجیت سماچار جالندھر، 28 دسمبر 2004ء صفحہ 7)

مرے مہدیؑ نے جب لکھا، یہ مصرع
’’ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے‘‘
جواباً فی البدیہ اللہ بولا
’’اگر یہ جڑ رہی، سب کچھ رہا ہے‘‘ (ارشاد عرشی ملک)

میڈیکل کیمپوں کے ذریعہ خدمت انسانیت

ہر سال جماعت احمدیہ کے ذریعہ ملک کے مختلف حصوں میں دکھی انسانیت کی خدمت کیلئے میڈیکل کیمپ لگائے جاتے ہیں۔ان کیمپوں میں خصوصاً آئی کیمپ، بلڈ ڈونیشن کیمپ اور ہومیوپیتھی کیمپ خاص اہمیت کے حامل ہیں جہاں ہزاروں انسانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔2010ء میں ہندوستان کے کئی علاقوں میں سوائن فلو کی بیماری پھیل گئی اس موقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے کئی صوبوں میں ہومیوپیتھی دوا تقسیم کی گئی۔صوبہ چھتیس گڑھ میں جب دوا تقسیم کی گئی تو اُس پر اخبار نئی دنیا، رائے پور چھتیس گڑھ نے لکھا:

’’سوائن فلو کی شدت کو دھیان میں رکھ کر احمدیہ مسلم جماعت بسنہ کے چھتیس گڑھ انچارج حلیم احمد کے زیر نگرانی چھوٹے پٹنی پنچایت کے گاؤں سونا مونڈی میں دوائیاں تقسیم کی گئیں۔احمدیہ مسلم جماعت کی طرف سے اس طرح کے خدمت خلق کے پروگرام ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔‘‘(اخبار نئی دنیا، رائے پور، صوبہ چھتیس گڑھ، 9 ستمبر 2010ء)

متفرق واقعات

صوبہ اڈیشہ میں 1999ء میں شدید سائیکلون نے دستک دی جس کے نتیجہ میں کافی لوگوں کی موت ہوئی اور کروڑوں کا نقصان ہوا۔ اس موقعہ پر جماعت کی طرف سے لاکھوں روپیہ کی امداد دی گئی۔اسکے علاوہ مختلف اوقات میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ’’پردھان منتری راحت کوش‘‘ میں لاکھوں روپیہ بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے دیئے گئے اور اب تو اللہ کے فضل و کرم سے ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعہ سارا سال ہی خدمت انسانیت کے کام ہوتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے انہیں فلاحی کاموں کے سبب ہندوستان کا دانشور اور انصاف پسند طبقہ جماعت احمدیہ کے بارے میں برملا اپنی مثبت سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔ چند ایک آراء پیش خدمت ہیں۔

جماعت کا مقصد انسانیت کی خدمت ہے

سُریش کمار گوئل رپوٹر اخبار جگ بانی پنجابی جالندھر جماعت احمدیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’جماعت احمدیہ کا ہر ممبر خدمت خلق اور سماج کی خدمت کیلئے تیار رہتا ہے۔دنیا کے کسی بھی حصہ میں جب انسانیت کسی بھی دکھ میں دکھائی دیتی ہے، تب احمدی کا دل پگھل جاتا ہے اور وہ اُس کو بچانے کیلئے تن، من، دھن سے لگ جاتا ہے۔موجودہ زمانہ میں دنیا کے مختلف حصوں میں انسانیت کی تکالیف کی ایک بڑی وجہ انتہا پسندی ہے۔جماعت احمدیہ جبر کی، چاہے وہ کسی بھی مقصد کیلئے کی جائے ہمیشہ مخالفت کرتی ہے اور مذہبی باتیں لوگوں کے اوپر جبراً تھوپنے کے ہمیشہ خلاف ہے۔جہاد کی تعریف جو ایک طبقہ کی طرف سے کی جاتی ہے، وہ جماعت احمدیہ کی نظر میں انسانیت کے خلاف ہے۔مقدس قرآن مجید اور احادیث کے مطابق جہاد برائیوں کے رجحان کا مقابلہ کرنا ہے۔‘‘

(روزنامہ جگ بانی، پنجابی، جالندھر، مورخہ 26 دسمبر 2004ء صفحہ 4)

جلسہ سالانہ 2005ء کے موقع پر پدم شری وجے کمار چوپڑا صاحب چیف ایڈیٹر ہندسماچار نے کہا کہ:

’’میرا قادیان سے بہت پرانا تعلق ہے ...... جماعت احمدیہ قادیان سے انسانیت کا پیغام لیکر چلی ہے۔جب بھی بھارت پر کوئی مشکل آئی ہے جماعت احمدیہ نے ہمیشہ مدد کی ہے۔تمام اکناف عالم کو یہی پیغام دیا ہے کہ ہم سب ایک ہیں۔یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔‘‘

(اخبار ہندسماچار جالندھر 29 دسمبر 2005ء)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو پہلے سے بڑھ کر خدمت انسانیت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیمار کی عیادت کرنے، جنازوں میں شامل ہونے
چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، قسم کھانے والے کو قسم پوری کرنے میں امداد دینے
مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو رواج دینے کا حکم دیا
اور سونے کی انگوٹھی پہننے، چاندی کے برتن میں پانی پینے
سرخ رنگ کے ریشمی گدّوں پر بیٹھنے، قسی نامی کپڑا پہننے، اطلس اور دیباج پہننے سے منع فرمایا

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

✡ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں ۔(1) سلام کا جواب دینا۔ (2) بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا۔ (3) فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہونا۔ (4) اس کی دعوت قبول کرنا۔ (5) اور اگر وہ چھینک مارے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کی چھینک کا جواب (یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کی دُعا کے ساتھ) دینا۔ ایک اور روایت میں یہ زائد باتیں بھی ہیں کہ جب تُو اسے ملے تو اسے سلام کہے اور جب وہ تجھ سے خیر خواہانہ مشورہ مانگے تو خیر خواہی اور بھلائی کا مشورہ دے۔ (بخاری، کتاب الاستیذان، باب افشاء السلام)

✡ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے روکا۔ حکم دیا کہ بیمار کی عیادت کریں، جنازوں میں شامل ہوں۔ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دیں۔ قسم کھانے والے کو قسم پوری کرنے میں امداد دیں۔ مظلوم کی مدد کریں۔ دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کریں اور سلام کو رواج دیں۔ آپؐ نے ہمیں روکا: سونے کی انگوٹھی پہننے سے، چاندی کے برتن میں پانی پینے سے، سرخ رنگ کے ریشمی گدّوں پر بیٹھنے سے (یعنی زریں مرصّع پالان اور کاٹھیاں بنانے ریشمی فرش بچھانے سے) قسی نامی کپڑا (جو ریشم اور سُوت سے ملا کر بنایا جاتا ہے) پہننے سے۔ اطلس اور دیباج (یعنی خالص ریشم) پہننے سے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب تشمیت العاطس)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام احترام انسانیت کے آئینہ دار

(شیخ محمد زکریا، مبلغ سلسلہ، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: 111) یعنی تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کیلئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک فارسی منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

یعنی میرا مقصود اور میری خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام ہے، یہی میری ذمہ داری ہے، یہی میرا فریضہ ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانے کا امام مسیح و مہدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل کامل ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ آپ علیہ السلام کا آنا دراصل آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ ہے۔ پس جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے آدمیت کا احترام قائم فرمایا آپ کے ظلِ کامل نے بھی اس معاملہ میں پوری زندگی جدوجہد فرمائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے بڑے اصول دو ہیں اول خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور دوسرے اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔'' (ذکر حبیب، صفحہ 180)

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوق خدا کی ہمدردی میں گزرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے کہ اپنے دشمنوں تک کیلئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔

پنڈت لیکھرام کی ہلاکت پر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کیلئے دعا کرتا۔ اور میں امید رکھتا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہوجاتا۔''

(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 28)

ایک دفعہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ میں آپ کو معجزانہ رنگ میں باعزت بری کیا۔ اس مقدمہ میں عیسائیوں کے ساتھ مل کر آریوں اور مسلمانوں نے بھی آپ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا کہ کسی طرح آپ سزا پاجائیں۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ سنایا تو کیپٹن ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے آپ سے مخاطب ہوکر پوچھا:

''کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر (اس جھوٹی کاروائی کی وجہ سے) مقدمہ چلائیں؟ اگر آپ مقدمہ چلانا چاہیں تو آپ کو اس کا قانونی حق ہے۔ آپ نے بلاتوقف فرمایا کہ میں کوئی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔'' (سیرۃ مسیح موعودؑ، مصنفہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ، صفحہ 107)

مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس فرقہ اہل حدیث کو کون نہیں جانتا۔ وہ جوانی میں حضرت مسیح موعودؑ کے دوست اور ہم مکتب ہوتے تھے اور حضور کی پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' پر انہوں نے بڑا شاندار ریویو بھی لکھا تھا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں اسلام کی تائید میں کوئی کتاب اس شان کی نہیں لکھی گئی مگر مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر یہی مولوی صاحب مخالف ہوگئے اور مخالف بھی ایسے کہ انتہاء کو پہنچ گئے اور حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگوایا اور دجال اور ضال قرار دیا اور آپ کے خلاف ملک بھر میں مخالفت کی آگ بھڑکا دی۔ انہیں مولوی محمد حسین صاحب کا ذکر ہے کہ وہ ایک دفعہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے اقدام قتل والے مقدمہ میں آپ کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوئے۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے وکیل مولوی فضل دین صاحب نے جو غیر احمدی تھے مولوی محمد حسین کی شہادت کو کمزور کرنے کیلئے انکے خاندان اور حسب و نسب کے متعلق بعض طعن آمیز سوالات کرنے چاہے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں یہ کہہ کر سختی سے روک دیا کہ میں آپ کو ایسے سوالات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور یہ الفاظ فرماتے ہوئے آپ نے جلدی سے مولوی فضل دین صاحب کے منہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ کہیں ان کی زبان سے کوئی نامناسب لفظ نہ نکل جائے اور اس طرح اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی۔ اسکے بعد مولوی فضل دین صاحب موصوف ہمیشہ اس واقعہ کا حیرت کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے کہ مرزا صاحب عجیب اخلاق کے انسان ہیں کہ ایک شخص انکی عزت بلکہ جان پر حملہ کرتا ہے اور اسکے جواب میں جب اس کی شہادت کو کمزور کرنے کیلئے اس پر بعض سوالات کئے جاتے ہیں تو آپ فوراً روک دیتے ہیں کہ میں ایسے سوالات کی اجازت نہیں دیتا۔

(سیرۃ المہدی، حصہ اول، صفحہ 247)

یہ وہی مولوی محمد حسین صاحب ہیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے کہ:

قطعت ودادًا قد غرسناہ فی الصبا
ولیس فوادی فی الوداد یقصّر

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 335)

''یعنی تو نے اس محبت کے درخت کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا جو ہم نے جوانی کے زمانہ میں اپنے دلوں میں لگایا تھا۔ مگر میرا دل تو کسی صورت میں محبت کے معاملہ میں کمی اور کوتاہی کرنے والا نہیں۔''

دوستی اور وفاداری اور احترام انسانیت کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقتاً بینظیر جذبات کا حامل تھا۔ آپ نے کسی کے ساتھ تعلقات قائم کرکے ان تعلقات کو توڑنے میں کبھی پہل نہیں کی اور ہر حال میں محبت اور دوستی کے تعلقات کو کمال وفاداری کے ساتھ نبھایا۔ چنانچہ آپ کے مقرب حواری حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن فرمایا میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کرسکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کردے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کر دینا چاہئے۔ اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آجائے اس پر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہئے۔'' (سیرۃ مسیح موعودؑ، مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ، صفحہ 46)

اسی روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص صحابی تھے بیان کرتے تھے کہ اس موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے گا تو اسکے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تاکہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔''

(سیرۃ المہدی، جلد 1، حصہ دوم، صفحہ 381)

اس سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ شرابیوں اور فاسقوں فاجروں کو اپنا دوست بنانا چاہئے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی دوست ہو اور وہ بعد میں کسی کمزوری میں مبتلا ہوجائے تو اس وجہ سے اس کا ساتھ نہیں چھوڑ دینا چاہئے بلکہ وفاداری کے طریق پر اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔

آنحضرت ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا (بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب اعن اخاک ظالما او مظلوما) ''یعنی اپنے بھائی کی مدد کرخواہ وہ ظالم ہے یا کہ مظلوم۔''

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو ہم سمجھتے ہیں مگر ظالم کی مدد کس طرح کی جائے؟ آپ نے فرمایا ظالم کی مدد

اسے ظلم سے روکنے کی صورت میں کرو۔

قادیان میں ایک صاحب لالہ بڈھا مل تھے۔ یہ صاحب بڑے کٹر قسم کے آریہ تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کی بڑی مسجد میں آنحضرت ﷺ کی ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے ایک مینار کی بنیاد رکھی تو قادیان کے ہندوؤں نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے پاس شکایت کی کہ اس مینار کی تعمیر روک دی جائے کیونکہ اس سے ہماری عورتوں کی بے پردگی ہوگی۔ یہ ایک فضول عذر تھا کیونکہ اول تو مینار کی چوٹی سے کسی کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے اور پھر اگر بالفرض کوئی بے پردگی تھی بھی تو وہ سب کیلئے تھی جس میں احمدی جماعت بھی شامل تھی بلکہ جماعت احمدیہ پر اس کا زیادہ اثر پڑتا تھا کیونکہ یہ مینار احمدیہ محلہ میں تھا مگر ڈپٹی کمشنر نے حکومت کے عام طریق کے مطابق ہندوؤں کی یہ شکایت ایک مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے پاس رپورٹ کیلئے بھجوادی۔ یہ ڈپٹی صاحب قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے اور مینار کی تعمیر کے متعلق حالات دریافت کئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ہم نے یہ مینار کوئی سیر و تفریح یا تماشہ کیلئے نہیں بنایا بلکہ اس لئے بنایا ہے تا کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کی ایک پیشگوئی پوری ہو اور تا ایک بلند جگہ سے اذان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچائی جائے اور روشنی کا انتظام بھی کیا جائے۔ ورنہ ہمیں اس پر روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈپٹی صاحب نے کہا کہ یہ ہندو صاحبان بیٹھے ہیں ان کو اس پر اعتراض ہے کہ ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا یہ اعتراض درست نہیں بلکہ ان لوگوں نے محض ہماری مخالفت میں یہ درخواست دی ہے ورنہ بے پردگی کا کوئی سوال نہیں اور اگر بالفرض کوئی بے پردگی ہے بھی تو وہ ہماری بھی ہے۔ پھر آپؑ نے لالہ بڈھا مل کی طرف اشارہ کیا جو بعض دوسرے ہندوؤں کے ساتھ ملکر ان ڈپٹی صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس آئے تھے اور فرمایا کہ یہ لالہ بڈھا مل بیٹھے ہیں آپ ان سے پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میرے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کا کوئی موقع پیدا ہوا ہو اور میں نے ان کی امداد میں دریغ کیا ہو اور پھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے کا انہیں کوئی موقع ملا ہو اور یہ نقصان پہنچانے سے رکے ہوں؟ حافظ روشن علی صاحب جو سلسلہ احمدیہ کے ایک جید عالم تھے بیان کیا کرتے تھے کہ اس وقت لالہ بڈھا مل پاس بیٹھے تھے مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے انہیں جرأت نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بات کا جواب دینا تو درکنار حضور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ حقیقتاً یہ مخالفوں اور ہمسایوں پر شفقت کی ایک شاندار مثال ہے۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1 صفحہ 138، روایت نمبر 148)

حضرت مسیح موعودؑ کے چچازاد بھائی مرزا امام دین اور مرزا نظام دین اپنی بے دینی اور دنیاداری کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے سخت ترین مخالف تھے بلکہ حقیقتاً وہ اسلام کے ہی دشمن تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے محض حضرت مسیح موعودؑ کی ایذارسانی کیلئے حضور کے گھر کے قریب والی مسجد، مسجد مبارک کے رستہ میں دیوار کھینچ دی اور مسجد میں آنے جانے والے نمازیوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے ملاقاتیوں کا رستہ بند کر دیا جس کی وجہ سے حضور کو اور قادیان کی جماعت احمدیہ کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا اور وہ گویا قید کے بغیر ہی قید ہوکر رہ گئے۔ ناچار اس مصیبت کو دور کرنے کیلئے وکلاء کے مشورہ سے قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی اور ایک لمبے عرصے تک یہ تکلیف دہ مقدمہ چلتا رہا اور بالآخر خدائی بشارت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو فتح ہوئی اور یہ دیوار گرائی گئی۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ کے وکیل نے حضورؑ سے اجازت لئے بغیر مرزا امام دین صاحب اور مرزا نظام دین صاحب کے خلاف خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قرقی کا حکم جاری کرالیا۔ اس پر مرزا امام دین اور نظام دین دونوں نے جن کے پاس اس وقت قرقی کی بے باقی کیلئے پورا روپیہ نہیں تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑی لجاجت کا خط لکھا اور یہاں تک کہلا بھیجا کہ بھائی ہوکر اس قرقی کے ذریعہ ہمیں کیوں ذلیل کرنے لگے ہو؟ حضرت مسیح موعودؑ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ اپنے وکیل پر سخت خفا ہوئے کہ میری اجازت کے بغیر خرچہ کی ڈگری کیوں کرائی گئی؟ اسے فوراً واپس لو اور دوسری طرف میرزا صاحبان کو جواب بھجوا دیا کہ آپ بالکل مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہوگی۔ یہ ساری کاروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔

(سیرۃ المہدی، جلد اول، روایت نمبر 242، و سیرۃ مسیح موعودؑ، مصنفہ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 5 تا 9)

قارئین غور فرمائیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے شرکاء جن کی دشمنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی حضور کو دکھ دینے کیلئے اور حضور کی مٹھی بھر جماعت کو پریشان کر کے منتشر کرنے کیلئے ایک خطرناک تدبیر کرتے ہیں اور اس تدبیر کو کامیاب بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور جھوٹ سچ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے مگر جب وہ ناکام ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی اطلاع کے بغیر ان پر خرچہ کا بوجھ ڈالا جاتا ہے تو بھاگتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ظالم ہوتے ہوئے گلہ کرتے ہیں کہ ہم پر یہ بوجھ کیوں ڈالا جا رہا ہے؟ اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعودؑ مظلوم ہوتے ہوئے بھی اپنے دشمنوں سے معذرت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے وکیل نے مجھ سے پوچھے بغیر ڈگری جاری کرادی ہے یہ سلوک آنحضرت ﷺ کے عدیم المثال سلوک کی اتباع میں تھا جو آپ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے مفتوح اور مغلوب دشمنوں سے فرمایا تھا اور فرمایا تھا: اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (بخاری، زرقانی و تاریخ الخمیس) ''یعنی جاؤ تم آزاد ہو میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں''

پھر اپنے دوستوں اور خادموں کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجسم عفو و شفقت تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اپنی تصنیف سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اول) کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب '' آئینہ کمالات اسلام'' کا عربی حصہ لکھ رہے تھے۔ حضور نے مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفہ اوّل کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کیلئے مجھے پہنچا دیا جائے۔ وہ ایسا مضمون تھا کہ اس کی خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کیلئے ارسال فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوئی اور میں نے مولوی نور الدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے یہ الفاظ میرے منہ سے نکلنے تھے کہ مولوی نور الدین صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔ کیونکہ یہ دو ورقہ مولوی نور الدین صاحب سے کہیں گر گیا تھا ...... بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو درکنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گم شدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطاء فرمائے گا۔

اس لطیف واقعہ سے ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غیر معمولی جذبہ شفقت اور دوسری طرف اپنے آسمانی آقا کی نصرت پر غیر معمولی توکل پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ غلطی حضرت نورالدین صاحب سے ہوئی تھی کہ ایک قیمتی مسودہ کی پوری حفاظت نہیں کی اور اسے ضائع کر دیا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا مقام ہے کہ خود پریشان ہوئے جاتے ہیں اور معذرت فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو مسودہ گم ہونے سے اتنی تکلیف ہوئی ہے اور پھر توکل کا یہ مقام ہے کہ ایک مضمون کی فصاحت و بلاغت اور اسکے معنوی محاسن پر ناز ہونے کے باوجود اس کے کھوئے جانے پر استغناء کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ کوئی فکر کی بات نہیں خدا ہمیں اس سے بہتر مضمون عطا فرمائے گا۔ یہ شفقت اور یہ توکل اور یہ تحمل خدا کے خاص بندوں کے سوا کسی اور میں پایا جانا ممکن نہیں۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، حصہ اول، روایت نمبر 292)

حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم کا ایک قریبی عزیز حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں قادیان میں آ کر کچھ عرصہ رہا تھا ایک دن سردی کے موسم کی وجہ سے ہمارے نانا جان مرحوم نے اپنا ایک مستعمل کوٹ ایک خادمہ کے ہاتھ اسے بھجوایا تا کہ یہ عزیز سردی سے محفوظ رہے۔ مگر کوٹ کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اس عزیز نے یہ کوٹ حقارت کے ساتھ واپس کر دیا کہ

میں استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ اتفاق سے جب یہ خادمہ اس کوٹ کو لے کر میر صاحب کی طرف واپس جارہی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ یہ کیسا کوٹ ہے اور کہاں لئے جاتی ہو؟ اس نے کہا میر صاحب نے یہ کوٹ اپنے عزیز کو بھیجا تھا مگر اس نے مستعمل ہونے کی وجہ سے بہت برا مانا ہے اور واپس کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ’’واپس نہ لے جاؤ اس سے میر صاحب کی دل شکنی ہوگی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ ہم پہنیں گے۔ اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ میں نے رکھ لیا ہے‘‘

(سیرۃ المہدی، جلد 1، حصہ دوم، صفحہ 305)

یہ ایک انتہائی شفقت اور انتہائی دلداری کا مقام تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مستعمل کوٹ کو خود اپنے لئے رکھ لیا تا کہ حضرت نانا جان کی دل شکنی نہ ہو ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوٹوں کی کمی نہیں تھی اور حضور کے خدام حضور کی خدمت میں بہتر سے بہتر کوٹ پیش کرتے رہتے تھے اور ساتھ ہی یہ انتہائی سادگی اور بے نفسی کا بھی اظہار تھا کہ دین کا بادشاہ ہوکر اترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تامل نہیں کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مَیں کسی وجہ سے اپنی بیوی مرحومہ پر کچھ خفا ہوا جس پر میری بیوی نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بڑی بیوی کے پاس جاکر میری ناراضگی کا ذکر کیا اور حضرت مولوی صاحب کی بیوی نے مولوی صاحب سے ذکر کر دیا۔ اس کے بعد میں جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا تو انہوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ’’مفتی صاحب آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں ملکہ کا راج ہے۔‘‘ بس اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا مگر میں ان کا مطلب سمجھ گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے یہ الفاظ عجیب معنی خیز ہیں کیونکہ ایک طرف تو ان دنوں میں برطانیہ کے تخت پر ملکہ وکٹوریا متمکن تھیں اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب کا اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خانگی معاملات میں حضرت ام المومنین کی بات بہت مانتے ہیں اور گویا گھر میں حضرت ام المومنین ہی کی حکومت ہے، اور اس اشارہ سے مولوی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ مفتی صاحب کو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے۔‘‘ (سیرۃ المہدی جلد 1، حصہ دوم، صفحہ 391، روایت 432)

’’سیٹھی غلام نبی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ 1891 یا 1892 کی بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا اور ازالہ اوہام وغیرہ تصنیف فرمائی تو اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ مرزا صاحب کون ہیں۔ ایک دفعہ میں بخار کے عارضہ سے بیمار تھا کہ چوہدری محمد بخش صاحب چچا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم راولپنڈی تشریف لائے اور میرے پاس ذکر کیا کہ تم کوئی بات سنائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ میں مسیح موعود اور مہدی ہوں۔ مَیں نے دریافت کیا کہ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کا کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ وہ تو دونوں مان گئے ہیں۔ مَیں نے کہا کارڈ لاؤ۔ چنانچہ مَیں نے بلا توقف بیعت کا خط لکھ دیا۔ جب بیماری سے اُٹھا اور دارالامان آیا تو یکّے والے نے ایک مکان پر اتار دیا۔ دیکھا تو مرزا امام دین تخت پوش پر بیٹھے ہوئے بوہڑ کے نیچے حقہ پی رہے تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں۔ تو انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ مَیں نے بتایا کہ راولپنڈی سے آیا ہوں۔ جس پر انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب اس ساتھ والے مکان میں ہیں۔ مَیں دروازہ پر آیا تو شیخ حامد علی صاحب مرحوم باہر آئے اور مجھے اندر بالا خانہ پر لے گئے۔ اوپر جاکر دیکھا کہ ایک چارپائی بان سے بنی ہوئی تھی اور ایک پُرانا میز تھا۔ جس پر چند ایک پُرانی کتابیں پڑی ہوئی تھیں اور فرش پر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ پاس ہی ایک گھڑا پانی کا تھا۔ ایک پرانا صندوق جس کا رنگ غالباً سبز تھا وہ بھی پڑا تھا۔ حضرت صاحب کھڑے تھے۔ مَیں نے جا کر السلام علیکم عرض کیا۔ حضرت صاحب نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کر کے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ مَیں نے ادب کی خاطر عرض کیا کہ حضور آپ تو کھڑے ہیں اور مَیں چارپائی پر بیٹھ جاؤں۔ اتنے میں ایک مستری صاحب آگئے انہوں نے کہا کہ حکم مانو اور جس طرح حضرت صاحب فرماتے ہیں اسی طرح کرو۔ اس پر مَیں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ حضرت جی نے صندوق کھولا اور مصری نکال کر گلاس میں ڈالی اور پانی ڈال کر قلم سے ہلا کر آپ نے دست مبارک سے یہ شربت کا گلاس مجھے دیا اور فرمایا کہ آپ گرمی میں آئے ہیں یہ شربت پی لیں۔ لیکن مَیں حیران تھا کہ یا الٰہی ہم نے تو بہت پیر دیکھے ہیں۔ یہ تو بالکل سادہ انسان ہے۔ کوئی پیروں والا چلن نہیں۔ پھر حکم دیا کہ اب گرمی سخت ہے اس لئے آپ آرام کریں۔ حافظ صاحب نے مجھے گول کمرہ میں چارپائی بچھا دی۔ وہاں پر مَیں سویا رہا۔ پھر ظہر کے وقت مسجد میں حضرت جی کی اقتداء میں نماز پڑھی اور اس وقت غالباً ہم تینوں ہی تھے (یعنی مَیں، حافظ حامد علی اور حضرت جی) مَیں چند یوم یہاں ٹھہرا اور پھر حضرت جی سے براہین احمدیہ مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ ختم ہوچکی ہے مگر ایک جلد ہے جس پر مَیں تصحیح کرتا ہوں۔ اس میں بھی پہلا حصہ نہیں ہے۔ مگر پہلا حصہ تو فقط اشتہار ہے آپ یہی تین حصے لے جائیں۔ وہ کتاب لے کر میں واپس آگیا۔ ان دنوں دارالامان بالکل اجاڑ تھا۔ پھر تھوڑی مدّت کے بعد سُنا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘ مَیں نے عرض کی کہ حضور وہ بادشاہ تو آئیں گے جب آئیں گے۔ آپ مجھ کو تو ایک کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحب نے اپنا کُرتہ مرحمت فرمایا۔ جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ان ایام میں مَیں جب کبھی قادیان آتا تو دیکھتا تھا کہ حضرت صاحب مہمانوں سے مل کر کھانا کھاتے تھے اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے منہ میں ڈالتے جاتے تھے اور اچھی چیزیں ہم لوگوں کیلئے پکوا کر لاتے اور چائے وغیرہ جو چیز پکتی، عنایت فرماتے اور بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے۔ جتنی دفعہ باہر تشریف لاتے، اس عاجز سے محبت سے گفتگو فرماتے اور فرماتے کہ مَیں نے آپ کیلئے دُعا لازم کر دی ہے۔ ایک دفعہ مَیں بمعہ اہل وعیال قادیان آیا اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کے مکان میں رہتا تھا۔ قریباً بارہ بجے رات کا وقت ہوگا کہ کسی نے دستک دی۔ میں جب باہر آیا تو دیکھا کہ حضور ایک ہاتھ میں لوٹا اور گلاس اور ایک ہاتھ میں لیمپ لئے کھڑے ہیں۔ فرمانے لگے کہ کہیں سے دودھ آگیا تھا مَیں نے خیال کیا کہ بھائی صاحب کو بھی دے آؤں۔ سبحان اللہ کیا اخلاق تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘ والا الہام بہت پُرانا ہے مگر ممکن ہے کہ اس زمانہ میں پھر دوبارہ ہوا ہو۔ یا سیٹھی صاحب نے اسے اس وقت سُنا ہو‘‘ (سیرۃ المہدی، جلد 1، حصہ سوم، صفحہ 770، روایت 868)

’’مرزا دین محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جن دنوں میری آمد و رفت حضرت صاحب کے پاس ہوئی ان ایام میں حضرت صاحب اپنے موروثیوں وغیرہ کے ساتھ مقدمات کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ دادا صاحب نے یہ کام آپ کے سپرد کیا ہوا تھا۔ تایا صاحب باہر ملازم تھے۔ جب حضرت صاحب بٹالہ جاتے مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ جب گھر سے نکلتے تو گھوڑے پر مجھے سوار کر دیتے تھے۔ خود آگے آگے پیدل چلے جاتے۔ نوکر نے گھوڑا پکڑا ہوا ہوتا تھا۔ کبھی آپ بٹالہ کے راستہ والے موڑ پر سوار ہو جاتے اور کبھی نہر پر۔ مگر اس وقت مجھے اتارتے نہ تھے۔ بلکہ فرماتے تھے کہ تم بیٹھے رہو۔ مَیں آگے سوار ہو جاؤں گا۔ اس طرح ہم بٹالہ پہنچتے۔ ان ایام میں بٹالہ میں حضرت صاحب کے خاندان کا ایک بڑا مکان تھا۔ یہ مکان یہاں محلہ اچری دروازے میں تھا۔ اُس میں آپ ٹھہرتے تھے۔ اس مکان میں ایک جولاہا حفاظت کیلئے رکھا ہوا تھا۔ مکان کے چوبارہ میں آپ رہتے تھے۔ شام کو اپنے کھانے کیلئے مجھے دو پیسے دیدیتے تھے۔ ان دنوں میں بھٹیاری جھیوری کی دکان سے دو پیسے میں دو روٹی اور دال مل جاتی تھی۔ وہ روٹیاں مَیں لاکر حضرت صاحب کے آگے رکھ دیتا تھا۔ آپ ایک روٹی کی چوتھائی یا اس سے کم کھاتے۔ باقی مجھے کہتے کہ اس جولاہے کو بلاؤ۔ اسے دیدیتے اور مجھے میرے کھانے کے لئے چار آنہ دیتے تھے اور سائیس کو دو آنہ دیتے تھے۔ اس وقت نرخ گندم کا روپیہ سوا روپیہ فی من تھا۔ بعض دفعہ جب تحصیل میں تشریف لے جاتے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ جب تین یا چار بجتے تو تحصیل سے باہر آتے تو مجھے بلا کر ایک روٹی کھانے کے ناشتہ کے لئے دیدیتے اور خود آپ اس وقت کچھ نہ کھاتے۔ تحصیل کے سامنے کنوئیں پر وضو کر کے نماز پڑھتے اور پھر

تحصیلدار کے پاس چلے جاتے اور جب کچہری برخاست ہوجاتی تو واپس چلے آتے۔

جب بٹالہ سے روانہ ہوتے تو پھر بھی مجھے سارا رستہ سوار رکھتے۔ خود کبھی سوار ہوتے اور کبھی پیدل چلتے۔ پیشاب کی کثرت تھی۔ اس لئے گاہے بگاہے ٹھہر کر پیشاب کرتے تھے۔‘‘

(سیرۃ المہدی، جلد 1، صفحہ 627، روایت 680)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کا بہت لمبا موقعہ میسر آیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے میں حضور کو ملنے اندرون خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ حضور اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟ میں نے عرض کیا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوسکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرا دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آجائے۔ اللہ اللہ شفقت کا کیا عالم تھا!!

(سیرت مسیح موعودؑ، مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب، صفحہ 36)

اب ذرا غریبوں اور سائلوں پر شفقت کا حال بھی سن لیجئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں کسی غریب عورت نے کچھ چاول چرا لئے۔ لوگوں نے اسے دیکھ لیا اور شور پڑ گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وقت اپنے کمرے میں کام کر رہے تھے شور سن کر باہر تشریف لائے تو یہ نظارہ دیکھا کہ ایک غریب خستہ حال عورت کھڑی ہے اور اس کے ہاتھ میں تھوڑے سے چاولوں کی گٹھڑی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو واقعہ کا علم ہوا اور اس غریب عورت کا حلیہ دیکھا تو آپ کا دل پسیج گیا۔ فرمایا یہ بھوکی اور کنگال معلوم ہوتی ہے اسے کچھ چاول دے کر رخصت کردو اور خدا کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ، مصنفہ عرفانی صاحبؓ، حصہ اول، صفحہ 98)

’’خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت صاحب باہر سے اندرونِ خانہ تشریف لے جارہے تھے، کسی فقیر نے آپ سے کچھ سوال کیا مگر اس وقت لوگوں کی باتوں میں آپ فقیر کی آواز کو صاف طور پر سن نہیں سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کسی فقیر نے سوال کیا تھا وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے اسے تلاش کیا مگر نہ پایا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ فقیر خود بخود آ گیا اور آپ نے اسے کچھ نقدی دے دی اس وقت آپ محسوس کرتے تھے کہ گویا آپ کی طبیعت پر سے ایک بھاری بوجھ اُٹھ گیا ہے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس فقیر کو واپس لائے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت لوگوں کی باتوں میں ملکر فقیر کی آواز رہ گئی اور آپ نے اس طرف توجہ نہیں کی لیکن جب آپ اندر تشریف لے گئے اور لوگوں کی آوازوں سے الگ ہوئے تو اس فقیر کی آواز صاف طور پر الگ ہو کر آپ کے سامنے آئی اور آپ کو اس کی امداد کیلئے بے قرار کر دیا۔‘‘ (سیرۃ المہدی، جلد اول، حصہ اول، صفحہ 269، روایت 298)

حضرت مسیح موعودؑ خدمت انسانیت کے طور پر مفت علاج بھی کرتے تھے اور دوائیاں بھی مفت دیتے تھے۔ اس بارے میں بعض روایتیں ملاحظہ فرمائیے:

’’اہلیہ صاحبہ عبد العزیز سابق پٹواری سیکھواں نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرا لڑکا محمد شفیع تھا وہ بیمار ہوگیا میں نے حضورؑ کی خدمت میں جا کر عرض کی اور حضرت ام المومنین نے بھی سفارش کی کہ ان کا ایک ہی لڑکا ہے آپ دعا کریں۔ حضورؑ نے فرمایا ’’انشاء اللہ دعا کرونگا‘‘ اور پھر مجھے دوائی بھی دی۔ دوائی منگنیشیا تھا۔ فرمایا ’’ابھی گھول کر پلا دو اور پھر مجھے بھی اطلاع دے دینا‘‘ چنانچہ وہ میں نے لاکر پلایا جس سے جلد ہی آرام آ گیا میں نے جا کر اطلاع دی کہ حضور اب آرام آ گیا ہے۔ اس وقت یہی طریق تھا کہ جب کوئی تکلیف ہو تو فوراً حضورؑ کی خدمت میں عرض کر دیتے۔ حضور علیہ السلام فوراً تکلیف کے رفع کا انتظام کر دیتے۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد دوم، حصہ پنجم، صفحہ 189، روایت 1282)

’’اصغری بیگم صاحبہ بنت اکبر خان صاحب مرحوم دربان زوجہ مدد خان صاحب نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’ایک دن میں اکیلی بیٹھی تھی۔ بادل گھرا ہوا تھا اور ترشح ہو رہا تھا۔ حضورؑ نے پوچھا کہ ’’تمہارا بچہ کہاں ہے؟‘‘ میں نے عرض کی کہ حضور خادمہ اپنے گھر لے گئی ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ’’اور تو نے اس کو گھر لے جانے کی اجازت کیوں دی؟ یہ لوگ گھر جا کر خود اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں اور بچوں کو زمین پر چھوڑ دیتے ہیں وہ بارش میں بھیگ رہا ہوگا۔‘‘ حضور علیہ السلام نے ایک اور خادمہ سے فرمایا کہ ’’جلدی جا کر اس کے بچہ کو لے آ‘‘ چنانچہ جب وہ عورت گئی تو دیکھا کہ وہ خود چکی پیس رہی تھی اور بچی کو باہر زمین پر بارش میں بٹھایا ہوا تھا۔ وہ خادمہ بھیگتے ہوئے بچی کو اٹھا لائی تو ہم لوگ حیران ہوئے کہ جس طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ بچہ بارش میں بھیگ رہا ہوگا ویسا ہی ظہور میں آیا۔‘‘ (سیرت المہدی، جلد دوم، حصہ پنجم، صفحہ 252، روایت 1445)

حضرت شیخ عبد القادر صاحب (سابق سوداگرمل) مصنف کتاب ’’حیات طیبہ‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ: خاکسار راقم الحروف نے حضرت اقدس کے کئی پرانے صحابہ سے یہ روایت سنی ہے جن میں حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین لاہوری اور حضرت میاں عبدالعزیز مغل کا خاص طور پر یاد ہے ایک دفعہ جب کہ حضور لاہور تشریف لائے، ہم چند نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان کی قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں انکی گاڑی کھینچنی چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے کو کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کر لو۔ آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ گھوڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا فوراً گھوڑے جوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کیلئے دنیا میں نہیں آئے۔ ہم تو حیوان کو انسان بنانے کیلئے آئے ہیں۔

اللہ اللہ کیا پاکیزہ خیالات ہیں خدا کے مسیح کے۔ بہت ہیں جو اس میں لذت پاتے ہیں اور فخر محسوس کرتے ہیں کہ ان کی گاڑی کو حیوان کی بجائے انسان کھینچیں لیکن حضور نے جو حیوان کو انسان بنانے کے لئے تشریف لائے تھے اس بے جا نمود کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر انسان کا صحیح وقار قائم کرنا پسند فرمایا۔

(حیات طیبہ، صفحہ 354)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ حضرت ڈاکٹر میر محمد صاحب اسماعیل رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ:

’’ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے۔ یعنی آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اَشْجَعُ النَّاس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو، چشم پوشی، فیاضی، دیانت، خاکساری، صبر، شکر، استغناء، حیا، غض بصر، عفّت، محنت، قناعت، وفاداری، بے تکلفی، سادگی، شفقت، ادب الٰہی، ادب رسول و بزرگانِ دین، حلم، میانہ روی، ادائیگی حقوق، ایفائے وعدہ، چُستی، ہمدردی، اشاعت دین، تربیت، حسن معاشرت، مال کی نگہداشت، وقار، طہارت، زندہ دلی اور مزاح، رازداری، غیرت، احسان، حفظ مراتب، حسن ظنّی، ہمت اور اولوالعزمی، خودداری، خوش روئی اور کشادہ پیشانی کظم غیظ، کف یدو کف لسان، ایثار، معمور الاوقات ہونا، انتظام، اشاعت علم و معرفت، خدا اور اسکے رسول کا عشق، کامل اتباع رسول، یہ مختصراً آپکے اخلاق و عادات تھے۔

آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی، رُعب تھا، برکت تھی، موانست تھی، بات میں اثر تھا، دُعا میں قبولیت تھی، خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کر آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور دلوں سے زنگ خود بخود دُھلتا جاتا تھا۔

بے صبری، کینہ، حسد، ظلم، عداوت، گندگی، حرص دنیا، بدخواہی، پردہ دری، غیبت، کذب، بے حیائی، ناشکری، تکبّر، کم ہمتی، بخل، تُرش رُوئی و کج خُلقی، بُزدلی، چالاکی، فحشاء،

بغاوت، عجز، کسل، ناامیدی، ریا، تفاخر ناجائز، دل دکھانا، استہزاء، تمسخر، بدظنی، بے غیرتی، تہمت لگانا، دھوکا، اسراف وتبذیر، بے احتیاطی، چُغلی، لگائی بجھائی، بے استقلالی، لجاجت، بے وفائی، لغو حرکات یا فضولیات میں انہماک، ناجائز بحث ومباحثہ، پُرخوری، کن رسی، افشائے عیب، گالی، ایذاء رسانی، سفلہ پن، ناجائز طرفداری، خود بینی، کسی کے دُکھ میں خوشی محسوس کرنا، وقت کو ضائع کرنا، ان باتوں سے آپ کوسوں دُور تھے۔

آپ فصیح وبلیغ تھے۔نہایت عقلمند تھے۔ دوراندیش تھے۔ سچے تارک الدنیا تھے۔ سلطان القلم تھے اورحسب ذیل باتوں میں آپ کو خاص خصوصیت تھی۔خدا اور اس کے رسول کا عشق، شجاعت، محنت، توحید وتوکل علی اللہ، مہمان نوازی، خاکساری، اور نمایاں پہلو آپ کے اخلاق کا یہ تھا کہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے تھے۔اگر کسی کو بھی ایسا کرتے دیکھ پاتے تو منع کرتے۔

آپ نماز باجماعت کی پابندی کرنے والے، تہجد گزار، دُعا پر بے حد یقین رکھنے والے، سوائے مرض یا سفر کے ہمیشہ روزہ رکھنے والے، سادہ عادات والے، سخت مشقّت برداشت کرنے والے اور ساری عمر جہاد میں گزارنے والے تھے۔

آپ کے رحم اور عفو اور نرمی اور حلم والی صفات کا پہلو بہت غالب تھا۔ یہاں تک کہ اسکے غلبہ کی وجہ سے دوسرا پہلو عام حالات میں نظر بھی نہیں آتا تھا۔کوئی لغو حرکت نہ کرتے تھے، کوئی لغو بات نہ کیا کرتے تھے، خدا کی عزّت اور دین کی غیرت کے آگے کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

غرض یہ کہ آپ نے اخلاق کا وہ پہلو دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو معجزانہ تھا۔سراپا حسن تھے۔سراسر احسان تھے۔اور اگر کسی شخص کا مثیل آپ کو کہا جاسکتا ہے تو وہ صرف محمد رسُول اللہ ہے۔صلی اللہ علیہ وسلم اور بس۔

آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق مَیں نے دیکھا کہ مَیں اسکی مثال بیان کرسکتا ہوں۔یہ نہیں کہ مَیں نے یونہی کہہ دیا ہے۔مَیں نے آپ کو اس وقت دیکھا۔جب مَیں دو برس کا بچہ تھا۔پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ستائیس سال کا جوان تھا۔مگر مَیں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں۔کہ مَیں نے آپ سے بہتر، آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دُنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کرگئی۔اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ’’کان خلقہُ القرآن‘‘ تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ کَانَ خُلُقُہٗ حُبَّ مُحَمَّدٍ وَّاتِّبَاعِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرم ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی اس روایت میں ایک وسیع دریا کو کوزے میں بند کرنا چاہا ہے۔ان کا نوٹ بہت خوب ہے اور ایک لمبے اور ذاتی تجربہ پر مبنی ہے اور ہر لفظ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے۔مگر ایک دریا کو کوزے میں بند کرنا انسانی طاقت کا کام نہیں۔ہاں خدا کو یہ طاقت ضرور حاصل ہے اور مَیں اس جگہ اس کوزے کا خاکہ درج کرتا ہوں جس میں خدا نے دریا کو بند کیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے’’ جری اللہ فی حلل الانبیاء‘‘یعنی خدا کا رسُول جو تمام نبیوں کے لباس میں ظاہر ہوا ہے۔

اس فقرہ سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی جامع تعریف نہیں ہوسکتی۔ آپ ہر نبی کے ظل اور بروز تھے اور ہر نبی کی اعلیٰ صفات اور اعلیٰ اخلاقی طاقتیں آپ میں جلوہ فگن تھیں۔(سیرۃ المہدی، جلد 1، حصہ سوم، صفحہ 824، روایت 975)

علامہ نیاز فتح پوری نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھا کہ:’’اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوۂ نبی کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔‘‘

(ملاحظات نیاز فتح پوری، مرتبہ محمد اجمل شاہد، ناشر جماعت احمدیہ کراچی، صفحہ 29)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ فرمودہ 31/جولائی 2009 میں جلسہ سالانہ یو.کے 2009 میں شامل ہونے والے بینن کے صدر مملکت کے مشیر اور منسٹر فار پالیٹیکل افیئرز جان الیگزینڈر کا تاثر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے اور دنیا میں اسلام کا مستقبل صرف احمدیت ہی ہوسکتی ہے اور احمدیت نے ہمیں اسلام کا ایک نیا چہرہ دکھایا ہے جو اس سے قبل ہم نے کسی مسلمان میں نہیں دیکھا اور یہ در اصل محبت، بھائی چارے، خلوص اور انسانیت کی خدمت کا چہرہ ہے۔روحانیت کی اعلیٰ اقدار کا حامل چہرہ ہے۔ علم اور روحانیت کا زبردست امتزاج ہے۔ ’’محبت سب کیلئے ،نفرت کسی سے نہیں‘‘ کا ماٹو ہی ہے جس کی عملی تصویر جماعت احمدیہ ہے جو ایک الٰہی مذہب کا مقصد ہوتا ہے اور اسی سے آج ساری دنیا کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔‘‘

(بدر مورخہ 29/اکتوبر 2009، صفحہ 5، کالم 2)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ متلاشیان حق وصداقت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ احمدیت کی آغوش میں آکر احترام انسانیت سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ ذمہ داری احسن طریق پر ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے......میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 67)

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کیلئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کیلئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں بھی نہ ہو

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ○ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا (سورۃ الطلاق:4)

اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے فیصلہ کو مکمل کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں:

’’جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لیے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے۔ اور اس کیلئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں بھی نہ ہو۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغ گوئی کے سوا اس کا کام نہیں چل سکتا۔ اس لیے دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کیلئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اُسے ایسے موقع سے بچا لیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمٰن نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا......

فرمایا: انسان مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور حاجات مختلف رکھتا ہے۔ ان کے حل اور روا ہونے کے لیے بھی تقویٰ ہی کو اصول قرار دیا ہے۔ معاش کی تنگی اور دوسری تنگیوں سے راہ نجات تقویٰ ہی ہے......

فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام زبور میں فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا جوان ہوا۔ جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اس کی اولاد کو در بدر دھکے کھاتا اور ٹکڑے مانگتے دیکھا......

اسی طرح فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسے طور سے رزق پہنچائے گا کہ جس طور سے معلوم بھی نہ ہوگا۔ رزق کا خاص طور سے اس واسطے ذکر کیا کہ بہت سے لوگ حرام مال جمع کرتے ہیں۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں اور تقویٰ سے کام لیں تو خدا تعالیٰ ان کو خود رزق پہنچا دے......

نیز فرمایا: اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لیے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لیے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

(تفسیر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، جلد سوم، تفسیر سورۃ الطور تا سورۃ الناس، صفحہ 161)

انسانیت کی روحانی پیاس بجھانے کیلئے دنیا کے مختلف ممالک میں جامعات کا قیام

(حافظ سید رسول نیاز، مبلغ سلسلہ، ایڈیٹر رسالہ انصار اللہ)

خدا تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا اور اپنا عرفان حاصل کرنے کے طریق سکھانے کیلئے اپنے برگزیدہ انبیاء کو مبعوث کیا۔ انبیاء کے پیغام کو لوگوں میں پھیلانے کیلئے اور جو لوگ انبیاء کے پیغامِ صداقت کو قبول کرکے اُن کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں اُن لوگوں کی تعلیم و تربیت کیلئے ہمیشہ کچھ مخلص معاونین کی ضرورت ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ اسلام کی دعوت لوگوں کو دینے کیلئے رات دن مصروف رہتے تھے۔ بعض ایسے صحابہ بھی تھے جو دینی علوم کے حصول کیلئے اور آنحضرت ﷺ کے فرمودات سننے کیلئے ہمیشہ مسجد میں وقت گزارا کرتے تھے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم و معرفت حاصل کرنے آیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کسبِ معاش میں لگا ہوا تھا، بڑے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (کہ میرا بھائی کسبِ معاش میں میرا تعاون نہیں کرتا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔

(جامع ترمذی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت بھارت میں تمام مذاہب کی طرف سے اسلام پر شدید حملے ہو رہے تھے۔ اسلام کے کئی علماء دلائل کے میدان میں اپنی ناکامی کی وجہ سے عیسائی پادریوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے تھے اور وہ اسلام کو الوداع کہہ کر بپتسمہ قبول کررہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود عیسائیت کے اِس مہیب حملہ کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

حلت بارض المسلمین جنودھم
فسرت غوائلھم الی نسوانھم

یعنی عیسائیوں کے لشکر مسلمانوں کی زمین پر اتر آئے اور ان کی بلاؤں نے مسلمانوں کی عورتوں تک سرایت کی۔ اِن حالات میں اسلام کی صحیح تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرنے اور معاندین اسلام کے حملوں کا مسکت و مدلل جواب دینے کیلئے واقفینِ زندگی کی ضرورت تھی جو دینی تعلیم سے آراستہ ہوکر اعلائے کلمہ اسلام کیلئے میدانِ عمل میں نکلتے۔ آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہماری یہ غرض نہیں کہ ایف. اے یا بی. اے پاس کر کے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں۔ ہمارے پیش نظر تو یہ امر ہے کہ ایسے لوگ خدمت دین کیلئے زندگی بسر کریں اور اسی لئے مدرسہ کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید دینی خدمت کیلئے کام آسکے۔''

(الحکم 10 دسمبر 1905ء، صفحہ 2)

نیز فرماتے ہیں: ''میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے، یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کیلئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔''

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 370)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچادوں۔ آئندہ ہر ایک کو اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے (اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی نہیں پا سکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کیلئے زندگی کا وقف، مَیں اپنی زندگی کی اصل اور غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کیلئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔'' (الحکم، جلد 4، نمبر 21، مورخہ 31 اگست 1900ء صفحہ نمبر 4)

انسانیت کی صحیح خدمت یہی ہے کہ مخلوق کو خالق سے ملایا جائے اور باہم ہمدردی، پیار و محبت کے جذبات بڑھائے جائیں۔ اِس اہم دینی و اخلاقی ضرورت کے پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں جامعہ احمدیہ کا قیام فرمایا جو آج تمام دنیا میں معروف و مشہور ہو چکا ہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کا قیام

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت قادیان میں صرف دو اسکول تھے۔ ریتی چھلہ کے قریب ایک سرکاری Lower Primary اسکول تھا۔ دوسرا اسکول آریوں کا تھا جس میں اُس سے زائد کچھ جماعتیں تھیں۔ اوّل الذکر اسکول گو سرکاری تھا مگر اُس کا ہیڈ ماسٹر ایک آریہ تھا، وہ مسلمان بچوں کو گمراہ کرنے کیلئے تعصب سے اسلام پر برملا حملہ کیا کرتا تھا جس سے بچوں پر بہت غلط اثر پڑ رہا تھا۔ اِس امر کو سمجھنے کیلئے ایک واقعہ بیان کرنا مفید ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ''اِس پرائمری اسکول میں مَیں بھی کچھ عرصہ پڑھا ہوں...... ایک دن جب میرا کھانا آیا جس میں کلیجی کا سالن تھا تو اُسے دیکھ کر ایک طالب علم نے حیرانی سے اپنی انگلی دانتوں میں دبالی اور کہا یہ تو ماس ہے جسکا کھانا حرام ہے۔ پس جب سرکاری اسکول میں اسلام کے خلاف طلباء کے ذہنوں کو خراب کرنے کیلئے یہ پروپیگنڈہ ہے تو پھر آریوں کے ذاتی اسکول میں کیا کچھ ہو رہا ہوگا۔''

(الفضل 25 اگست 1935ء، صفحہ 55 کالم 1-2، بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد دوم، صفحہ 1)

اسلامی درس گاہ کے قیام کی تحریک کیلئے ایک اشتہار

جب اِس نقصان دہ صورتِ حال کا علم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اب ہمارے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ ہم ایک اسلامی اسکول کھولیں۔ چنانچہ آپؑ نے 15 ستمبر 1897ء کو جماعت کے نونہالان کو عیسائیت، الحاد اور متعصبانہ تہذیب سے محفوظ رکھنے اور انہیں اسلام کے مخلص خادم بنانے کی غرض سے قادیان میں ایک مثالی اسلامی درس گاہ کے قیام کی تحریک کرتے ہوئے ایک اشتہار جاری فرمایا جس میں حضورؑ نے تحریر فرمایا۔

''اگرچہ ہم دن رات اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگ اس سچے معبود پر ایمان لاویں جس پر ایمان لانے سے نور ملتا ہے اور نجات حاصل ہوتی ہے لیکن اس مقصد تک پہنچانے کیلئے علاوہ ان طریقوں کے جو استعمال کئے جاتے ہیں ایک اور طریق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ قائم ہوکر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھہرائی جائیں جن کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگے کہ اسلام کیا شے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے اسلام پر حملے کئے ہیں وہ حملے کیسے خیانت اور جھوٹ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں...... مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ایسی کتابیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں تالیف کروں گا بچوں کو پڑھائی گئیں تو اسلام کی خوبی آفتاب کی طرح چمک اُٹھے گی۔ اور دوسرے مذاہب کے بطلان کا نقشہ ایسے طور سے دکھایا جائے گا جس سے اُن کا باطل ہونا کھل جائے گا...... اسی لئے مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں۔ اور جس طریق سے مَیں اِس خدمت کو سرانجام دوں گا میرے نزدیک دوسروں سے ہرگز یہ کام نہیں ہوسکے گا۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت میں اسلامی ذریت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کیلئے اس ارادہ میں میری مدد کریں۔ سو مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں ایک مڈل اسکول قائم کیا جائے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد دوم، صفحہ 1، 2)

مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں

ایک اسلامی درس گاہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اور موقع پر فرمایا: اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی طرف توجہ نہ دیں گے، تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت بچے بھی ان کے ہاتھ سے جاتے رہیں گے...... اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے، تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا بھاری ظلم کرتے ہو۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا تمہیں اسلام کیلئے کچھ غیرت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔''

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 44 تا 45)

انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل

چنانچہ اِس قدر اہم تحریک کو عملی جامہ پہنانے، عملہ مہیا کرنے، اور مدرسہ کے انتظامی امور پر سوچنے اور قواعد مرتب کرنے کی غرض سے حضرت اقدسؑ کی ہدایت کے مطابق ایک سب کمیٹی مقرر ہوئی جس کا پہلا اجلاس 27 دسمبر 1897ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں

مدرسہ کیلئے ایک انتظامیہ کمیٹی مقرر ہوئی جس کے صدر حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب بھیروی، محاسب حضرت میر ناصر نواب صاحب، سیکرٹری خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ہائی کورٹ اور جائنٹ سیکرٹری حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مقرر کیے گئے۔ انتظامیہ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ مدرسہ کا آغاز یکم جنوری 1898ء سے کیا جائے۔

افتتاح

انتظامیہ کمیٹی کے فیصلہ کی رو سے تو مدرسہ کا افتتاح یکم جنوری 1898ء کو ہی ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ یہ ایام جلسہ سالانہ کے تھے جن میں مہمان بکثرت آئے ہوئے تھے اس لئے اس کا افتتاح 3 رجنوری 1898ء کو ہوا۔ اِس مدرسہ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''ہماری غرض مدرسہ کے اجراء سے محض یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جاوے۔ مروجہ تعلیم کو اس لئے ساتھ رکھا ہے تا کہ یہ علوم خادم دین ہوں''

(رسالہ تعلیم الاسلام، جلد اوّل، صفحہ 332 تا 333)

مدرسہ کی عمارت

ابتداء میں مدرسہ کیلئے کوئی مخصوص عمارت نہ تھی اس لئے اس کا آغاز مہمان خانہ میں ہوا لیکن بہت جلد ہی مہمان خانہ کے متصل دو تین کمرے تعمیر کئے گئے 1900-1899ء میں مزید عمارت بنوائی گئی۔ اسکے بعد حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ رئیس مالیر کوٹلہ ہجرت کر کے قادیان تشریف لائے تو حضور اقدس علیہ السلام نے مدرسہ کا پورا نظم ونسق ان کے سپرد کر دیا۔ آپ نے 2 ردسمبر 1901 تا 1905 یہ قومی خدمت نہایت محنت اور ذوق و شوق سے سرانجام دی۔ مدرسہ کو ضروری فرنیچر فراہم کیا۔ اس کی پہلی عمارت کو وسعت دی اور ڈھاب پُر کر کے بورڈنگ کیلئے کوارٹر بنوائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مدرسہ تعلیم الاسلام نے پرائمری اسکول کی صورت میں شروع ہو کر چند ہی سالوں میں گراں قدر ترقی حاصل کی۔ 1898ء میں وہ مڈل اسکول کے طور پر اَپ گریڈ ہوا، پھر فروری 1900ء میں ہائی اسکول ہوا۔ بعد ازاں مئی 1903ء میں کالج تک پہنچ گیا اور بڑی وسیع وعریض عمارات بھی تعمیر کروائی گئیں۔

علمائے احمدیت کی وفات
اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد

حضرت بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر ''البدر'' 21 رمارچ 1905ء کو وفات پا گئے۔ پھر اسی سال مخدوم الامت حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ 11 راکتوبر 1905ء کو تین ماہ کی علالت کے بعد وفات پا گئے جس کا سخت صدمہ حضرت اقدسؑ کو ہوا۔ پھر حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی رضی اللہ عنہ 3 ردسمبر 1905ء کو وفات پا گئے۔

ان بزرگان کی وفات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہن خدائی تصرف کے تحت اس طرف منتقل ہوا کہ آئندہ جماعت میں قادر الکلام اور خدمتِ دین کرنے والے علماء پیدا کرنے کا کوئی مستقل انتظام ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضورؑ نے 6ر دسمبر 1905ء کو فرمایا کہ ہماری جماعت میں اچھے اچھے لوگ مرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ جو ایک مخلص آدمی تھے اور ایسا ہی اب مولوی برہان الدین صاحب جہلم میں فوت ہو گئے اور ابھی بہت سے مولوی صاحبان اس جماعت میں فوت ہوئے مگر افسوس کہ جو مرتے ہیں ان کا جانشین ہم کو کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر فرمایا مجھے مدرسہ کی طرف دیکھ کر بھی رنج ہی پہنچتا ہے کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ بات اس سے حاصل نہیں ہوئی۔ اگر یہاں سے بھی طالبِ علم نکل کر دنیا کے طالب ہی بننے تھے تو ہمیں اِس کے قائم کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ دین کیلئے خادم پیدا ہوں۔

(مکتوباتِ احمدیہ، جلد پنجم، نمبر 3، صفحہ 62، بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 412)

احباب سے مشورہ

اِس صورتِ حال کا جائزہ لینے اور مزید اصلاحی قدم اُٹھانے کیلئے بہت سے احباب کو مدعو کر کے انکے سامنے یہ امر پیش فرمایا کہ ''مدرسہ (تعلیم الاسلام) میں ایسی اصلاح ہونی چاہئے کہ یہاں سے واعظ اور علماء پیدا ہوں جو آئندہ ان لوگوں کے قائم مقام ہوتے رہیں جو گزرتے چلے جاتے ہیں۔ سب سوچو کہ اس مدرسہ کو ایسے رنگ میں رکھا جاوے کہ یہاں سے قرآن دان، واعظ اور علماء پیدا ہوں جو دنیا کی ہدایت کا ذریعہ ہوں۔''

(مکتوباتِ احمدیہ، جلد پنجم، نمبر 3، صفحہ 62 تا 63، مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس ارشاد پر بعض احباب نے رائے دی کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کو توڑ کر ایک خالص مذہبی مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے۔ خود مدرسہ کے اربابِ حل و عقد اس بات پر متفق تھے کہ مدرسہ ختم کر دیا جائے۔ مگر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس خیال کی مخالفت کرتے ہوئے مدرسہ کے قیام و بقا کیلئے انتہائی جدوجہد کی اور حضرت اقدس علیہ السلام کے منشاء مبارک کے مطابق یہی مشورہ دیا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام قائم رہے مگر اس میں ایسی تبدیلی کر دی جائے کہ حقیقی مقصد کی تکمیل ہو سکے۔

دینیات کی ایک شاخ کھولنے کا فیصلہ

حضورؑ نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے خیال کو پسند فرماتے ہوئے مدرسہ تعلیم الاسلام میں ہی دینیات کی ایک شاخ کھولنے کا فیصلہ فرمایا اور اس کیلئے حضور علیہ السلام نے 26ر دسمبر 1905ء کو جلسہ سالانہ کی تقریر میں نہایت قیمتی ہدایات بھی دیں۔ چنانچہ حضورؑ کے اس ارشاد سے یہ ''شاخ دینیات'' جنوری 1906ء کے آخر میں کھل گئی اور اسی شاخ کے قیام سے ''مدرسہ احمدیہ'' کی بنیاد پڑی۔

(الحکم، 10رفروری 1906ء، صفحہ 2، کالم 1)

مدرسہ احمدیہ کا آغاز
''شاخِ دینیات'' کی شکل میں

مدرسہ احمدیہ کا آغاز شاخِ دینیات کی شکل میں نہایت مختصر رنگ میں ہوا۔ ابتداء میں حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب (اول مدرس) اور مولوی فضل دین صاحب (کھاریاں) دو استاد مقرر ہوئے انکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بھی اس میں مدرس ہو گئے۔ ''شاخ دینیات'' میں پنجم پرائمری پاس طلبہ داخل کئے جاتے تھے۔ اسکی پہلی جماعت میں 10 طلباء داخل ہوئے جنکا اسی سال امتحان ہوا اور ان میں سے نو پاس قرار دیئے گئے۔ علاوہ ازیں پانچ طلبہ مزید داخل ہوئے اس طرح 1906ء میں پہلی اور دوسری جماعت کے طلبہ کی مجموعی تعداد 14 ہو گئی۔

نہایت سادہ اور معمولی انتظامات کے ساتھ یہ مدرسہ احمدیہ شروع کیا گیا تھا۔ تصرفِ الٰہی اور امام الزماں کے منشاء کے مطابق شروع ہونے والی یہ عظیم الشان درس گاہ حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی توجہ اور خلفاء عظام کی راست نگرانی کے نتیجہ میں بہت کامیاب ہوئی اور اپنے مقصد کی تکمیل میں گامزن رہی۔ اُس نے برّصغیر ہندو پاک میں بڑے بڑے مقتدر علماء پیدا کئے جنہوں نے اکنافِ عالم میں اشاعت اسلام کی خدمات سرانجام دیں اور اب تو مختلف ممالک میں اس دینی درس گاہ کی شاخیں کھل چکی ہیں۔

مدرسہ احمدیہ کی بنیاد مستقل درس گاہ کی حیثیت سے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی دلی خواہش کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار کو ایک بلند پایہ مدرسہ کے طور پر قائم کرنے کیلئے یکم مارچ 1909ء کو اس کی بنیاد رکھی گئی اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی رائے کے مطابق مدرسہ احمدیہ اس کا نام رکھا گیا۔ مدرسہ کے اوّلین ہیڈ ماسٹر حضرت مولوی سرور شاہ صاحب قرار پائے اور سپرنٹنڈنٹ مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے، بی۔ٹی نامزد ہوئے۔

مدرسہ کا انتظام حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں

محترم صدرالدین صاحب سپرنٹنڈنٹ مدرسہ احمدیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام بھی تھے جس کی وجہ سے ضروری خیال کیا گیا کہ مدرسہ کے انتظام کو احسن رنگ میں چلانے کیلئے کسی اور موزوں شخص کو مقرر کیا جائے۔ چنانچہ مدرسہ کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں آیا۔ اپنی دیگر کئی دینی مصروفیات کے باوجود آپ نے مدرسہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ آپ ستمبر 1910ء تا مارچ 1924ء تک افسر مدرسہ احمدیہ رہے۔ آپ کے ہاتھ میں مدرسہ احمدیہ کی قسمت جاگ اُٹھی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی گراں قدر ترقی ہوئی۔

مدرسہ احمدیہ خلافتِ ثانیہ میں

خلافتِ ثانیہ میں شیخ عبدالرحمان صاحب مصری ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ 1919ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کی عالمگیر تبلیغی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مدرسہ احمدیہ کی پہلی جاری شدہ سکیم پر نظرِ ثانی کیلئے ایک کمیٹی نامزد فرمائی۔ جسکے 8 ممبر تھے۔ حضور کی زیر نگرانی مدرسہ کیلئے ایک نئی انقلابی سکیم نافذ کی گئی۔ اس سکیم کے نتیجہ میں مدرسہ احمدیہ ترقی کرتے کرتے 20 رمئی 1928ء کو عربی کالج کی شکل اختیار کر گیا۔ جس نے بڑے بڑے نامور علماء اور مبلغ پیدا کر کے تبلیغِ اسلام کی جدوجہد میں شاندار حصہ لیا۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ
کی اصلاحات کا دور

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وسط 1938ء میں مدرسہ احمدیہ کا ایک جدید دور شروع ہوا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے اخراج کے بعد حضرت میر محمد اسحاق صاحب مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ نے متعدد اصلاحات کیں۔ خستہ عمارت کو پختہ کروایا۔ یتیم اور بے سہارا طلبہ کی تعلیم کیلئے خصوصی انتظامات کروائے۔ طلبہ میں شعور پیدا کرنے کیلئے علمی مجالس قائم کیں آپ طلبہ میں تبلیغی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے اپنے شاگردوں کو قادیان سے باہر جلسے پر لے جاتے اور اُن سے تقریر کرواتے۔ آپ نے اپنی خداداد علمی، روحانی اور انتظامی قابلیتوں سے مدرسہ احمدیہ کی عظمت کو

چار چاند لگادیئے۔ مگر افسوس کہ آپ 19؍مارچ 1944ء کو وفات پاگئے۔ آپ کے بعد مولوی عبدالرحمان صاحب فاضل ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں پہلے لاہور پھر ربوہ میں جامعہ احمدیہ جاری ہوا۔ اِدھر بھارت میں بھی مدرسہ احمدیہ جاری ہوا۔ اور برّصغیر ہندو پاک کے طلباء یہاں سے فارغ التحصیل ہوکر تمام دنیا میں تبلیغ، تعلیم وتربیت کی عظیم خدمات بجالا رہے ہیں۔

اِس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں جامعات احمدیہ جاری ہیں۔ جن کی مختصر تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

جامعہ احمدیہ قادیان

تقسیم ملک کے بعد 1951ء میں جامعۃ المبشرین کا اجراء ہوا۔ جس میں چار طلباء تھے۔

(رپورٹ اخبار بدر، 14 جولائی 1952ء، صفحہ 2)

طلباء کو اساتذہ دفتری کام کرتے ہوئے وقت نکال کر پڑھایا کرتے تھے۔

ان طلباء کے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ''مدرسہ احمدیہ'' کا آغاز ازسرِنو ہوا۔ جس کا تسلسل بفضلہ تعالیٰ اب تک جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1954ء سے اب تک کئی سینکڑوں طلباء جامعہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل ہوکر میدانِ تبلیغ میں خدمت بجالا رہے ہیں۔

مدرسہ احمدیہ سے جامعہ احمدیہ

1998ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ''مدرسہ احمدیہ'' کو ترقی دیکر ''جامعہ احمدیہ'' کا درجہ عطا فرمایا اور اسکے ہیڈ ماسٹر کو پرنسپل (رئیس الجامعۃ الاحمدیہ) کا عہدہ عطا فرمایا۔

اِس وقت قادیان میں جامعہ احمدیہ سرائے طاہر میں جاری ہے، جہاں مکرم مولانا ایس. ایم. بشیر الدین صاحب پرنسپل کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔ سات سالہ کورس پڑھایا جاتا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2005ء میں اپنے دورہ قادیان کے موقع پر طلباء سے مقالہ تحریر کرواکر شاہد کی ڈگری دیئے جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ اب شاہد کی ڈگری دی جاتی ہے۔ جبکہ اُس سے قبل پنجاب یونیورسٹی سے طلباء مولوی فاضل کا امتحان دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب واقفین نو طلباء کثیر تعداد میں جامعہ احمدیہ قادیان میں داخل ہورہے ہیں۔

1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور 2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے تو جامعہ احمدیہ کے طلباء اور اساتذہ کو خصوصی ملاقات کا شرف عنایت فرمایا اور ہدایات سے نوازا۔

جامعہ احمدیہ ربوہ

پاکستان میں 13؍نومبر 1947 کو لاہور میں ایک مخلوط ادارہ کا اجراء کیا گیا جس میں مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلباء پہلے مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کی زیرنگرانی تعلیم پاتے رہے جو کہ پرنسپل جامعہ احمدیہ کے طور پر خدمت بجالا رہے تھے۔ بعد میں مدرسہ احمدیہ پہلے چنیوٹ میں پھر احمد نگر (متصل ربوہ) میں منتقل ہوگیا۔ شروع دسمبر 1949ء میں جامعۃ المبشرین کا اجراء ہوا۔ آخر 7؍جولائی 1957 کو مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین تینوں ادارے ایک ہی درسگاہ میں مدغم کردیئے گئے اور اس درسگاہ کے پرنسپل سید داؤد احمد صاحب مقرر ہوئے اب یہ درسگاہ جامعہ احمدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ احمدیہ ربوہ کیلئے ایک وسیع وعریض عمارت ہے جہاں جدید طرز پر تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

جامعہ احمدیہ ربوہ جونیئر سیکشن

بڑھتی ہوئی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی دوربین نگاہ نے جامعۃ المبشرین شروع کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ یکم ستمبر 2002ء بروز اتوار حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) نے جامعۃ المبشرین کا افتتاح فرمایا۔ مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب پرنسپل جامعہ جونیئر سیکشن کی زیرنگرانی درج ذیل شعبے کام کررہے ہیں۔ شعبہ قرآن، شعبہ عربی، شعبہ اردو اور شعبہ انگریزی۔

جامعہ احمدیہ انگلستان

جامعہ احمدیہ انگلستان کا افتتاح یکم؍اکتوبر 2005ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ مسجد فضل لندن سے قریباً چالیس میل کے فاصلہ پر موجود ہیزل میئر (Haselmere) میں جامعہ احمدیہ کی عمارت تعمیر کی گئی۔ احاطہ جامعہ احمدیہ یو۔کے میں ایک خوبصورت مسجد ''بیت الکریم'' بھی تعمیر کی گئی جس کا افتتاح حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 3؍دسمبر 2006ء کو فرمایا ہے۔ جامعہ احمدیہ انگلستان کے پہلے پرنسپل مکرم لئیق احمد طاہر صاحب مبلغ سلسلہ تھے۔ فی الحال صدر تعلیمی کمیٹی جامعہ احمدیہ (یو۔کے) کے طور پر مکرم ظہیر احمد خان صاحب اور مکرم مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ طلباء اور اساتذہ کو براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی حاصل ہے۔ سال 2012-2011 میں کل 20 طلباء نے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 2012-2013ء میں 22 طلباء نے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 2013-2014ء میں 17 طلباء نے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔

جامعہ احمدیہ جرمنی

جرمنی میں اسلام احمدیت کو نہایت سرعت کے ساتھ مقبولیت حاصل ہورہی ہے۔ اور جرمن لوگ اسلام میں دلچسپی کا اظہار کررہے ہیں۔ جرمنی میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے کی خاطر مزید مربیان کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پہلے دورہ 2003ء میں ہی وہاں کے نیشنل امیر مکرم عبداللہ واگس ہاوزر صاحب کو ہدایت فرمائی کہ 2008ء تک جرمنی میں جامعہ احمدیہ قائم کرنے کا عزم کریں۔ حضور انور کی منظوری سے 17؍اپریل 2007ء کو مکرم شمشاد احمد قمر صاحب مربی سلسلہ جامعہ احمدیہ جرمنی کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ پہلے ہی سال کل 57 امیدواروں نے داخلہ کیلئے درخواست دی۔ انٹرویو کے بعد 27 طلباء کو داخلہ ملا۔ بیت السبوح فرنکفرٹ میں جامعہ احمدیہ کا آغاز ہوا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورہ کے دوران 20؍اگست 2008ء کو جامعہ احمدیہ کا معائنہ فرماکر افتتاح فرمایا۔ نیز زائرین کی کتاب میں دعائیہ کلمات کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل بیش بہا نصیحت درج فرمائی۔

''اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ وطلباء جامعہ احمدیہ جرمنی کو اس ادارہ میں تعلیم دینے اور تعلیم حاصل کرنے کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیشہ یاد رکھیں اس نہج پر چلنا چاہئے جسکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم سے توقع کی اور وہ توقع تھی کہ اللہ کا خوف دل میں رکھنے والے علم ومعرفت حاصل کرنے والے اور عاجزی اور انکساری سے دین کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے والے علماء تیار ہوں جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمیؓ جیسا مقام رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔'' آمین! اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ کی عمارت مکمل تعمیر ہوچکی ہے اور کامیابی کے ساتھ جامعہ جاری ہے۔

جامعہ احمدیہ کینیڈا

محترم ہادی علی چودھری صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا ایک رپورٹ میں فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ ادارہ جامعہ احمدیہ کی کینیڈین شاخ کا قیام 2003ء میں ہوا۔ 7؍ستمبر 2003ء کو حضور انور کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنانے کے بعد اس کا افتتاح عمل میں آیا۔ 2010ء میں اس نے علم وعمل کی اپنی پہلی سات ارتقائی منزلیں طے کیں۔ چنانچہ یہ ادارہ بفضلہ تعالیٰ 2010ء سے 2015ء تک چونسٹھ (64) پھل خدمتِ خلافت میں پیش کرنے کی توفیق پاچکا ہے۔ جامعہ احمدیہ کینیڈا انٹرنیشنل میں کینیڈا اور امریکہ کے علاوہ یوکے، جرمنی، بیلجیم، فرانس، آسٹریلیا، جاپان، بنگلہ دیش، نیوزی لینڈ، شارجہ، قادیان، ربوہ اور قرغیزستان وغیرہ ممالک سے بھی طلباء شامل ہوئے۔

ادارہ حفظ القرآن

جامعہ احمدیہ کینیڈا کے تحت ٹورانٹو میں ایک اہم ادارہ حفظ القرآن اسکول بھی جاری ہے۔ اسکے قیام کو پانچ سال مکمل ہوچکے ہیں۔ اس دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے فارغ التحصیل حفّاظ کی تعداد پندرہ ہوچکی ہے۔ یہ حفّاظ ماہِ رمضان میں کینیڈا کی مساجد اور مراکز نماز میں تراویح پڑھاتے ہیں۔

(تلخیص بحوالہ الفضل 4؍مارچ 2016ء، صفحہ 10)

جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش

جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر 2006ء میں ہوا۔ یہاں جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل نصاب کے مطابق سات سالہ کورس پڑھایا جاتا ہے۔ 2013ء میں 8 طلباء نے سات سالہ کورس مکمل کیا اور شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ اسکے بعد 2014ء میں بھی 8 طلباء اور 2015ء میں بھی 8 طلباء کامیاب ہوئے ہیں۔

جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل وجامعۃ المبشرین گھانا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعتِ احمدیہ براعظم افریقہ میں بھی پہنچی۔ گھانا میں جماعت احمدیہ کا تعارف 1921ء میں ہوا۔ 1965ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ ربوہ نے گھانا کا دورہ کرکے ایک مشنری کالج شروع کرنے کی ضرورت محسوس کی اور تمام مراحل طے کرنے کے بعد مارچ 1966ء میں مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب مشنری انچارج گھانا کی زیرِ قیادت جامعہ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری اسکے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے اور پہلے سال میں تیرہ طلباء نے داخلہ حاصل کیا۔

تین اپریل 1987ء کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے وقفِ نو سکیم کا اعلان فرمایا تو اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ نئے آنے والے واقفین نو کی تعلیم وتربیت کیلئے مناسب انتظامات کئے جائیں۔ جماعتِ احمدیہ گھانا میں 2002ء میں جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن کی عمارت تعمیر کرکے تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ یہاں

اس امر کا ذکر مفید معلوم ہوتا ہے کہ 1921ء میں یہیں سے احمدیت کا پیغام پورے گھانا میں پھیلا۔ اس وقت مکرم فرید احمد نوید پرنسپل جامعہ احمدیہ کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔ حضور انور نے 8/ستمبر 2012ء کو جلسہ سالانہ یوکے کے خطاب میں اس جامعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل کا قیام بھی اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے عمل میں آگیا ہے۔ بڑی خوبصورت بلڈنگ بنی ہے اور مزید تعمیر ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ وہاں تمام افریقن ممالک کے بچے جا کے شاہد کی ڈگری حاصل کریں گے۔ پہلے وہاں تین سالہ کورس تھا اب وہاں سے باقاعدہ شاہد کی ڈگری ملا کرے گی۔“

(الفضل انٹرنیشنل، 19/اکتوبر 2012ء، صفحہ 16)

جامعہ کا رقبہ 52 ایکڑ ہے۔ ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ اِس وقت جامعہ احمدیہ گھانا میں 18 ممالک سے کُل (71) طلباء زیر تعلیم ہیں۔ قزاقستان اور اُردن سے بھی ایک ایک طالب علم یہاں زیر تعلیم ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اسلامی یونیورسٹی گھانا میں مقابلہ حفظِ قرآن وحسنِ قرأت کا مقابلہ یکم مارچ 2013ء کو منعقد کیا گیا۔ جس میں تمام گھانا کی طرف سے کل 150 طلباء شریک ہوئے۔ الحمد للہ کہ جامعہ احمدیہ گھانا کی طرف سے بھی چار طلباء شریک ہوئے اور ہمارے دو طلباء اوّل، دوم قرار پائے۔

جامعہ احمدیہ گھانا میں 18/جنوری 2015 کو مکرم مولانا نور محمد صاحب امیر ومشنری انچارج گھانا نے چار اہم سہولیات کا افتتاح فرمایا جن میں سے ایک E.Library ہے، جس میں فی الحال سترہ کمپیوٹر موجود ہیں۔ ان کمپیوٹرز میں پی.ڈی.ایف فارمیٹ میں 16 ہزار کتب رکھی گئی ہیں۔ عربی کتابوں میں سرچ کیلئے شاملہ سافٹ ویئر بھی انسٹال کیا گیا ہے۔

24 گھنٹے دستیاب E.Library

لائبریری سے 24 گھنٹے استفادہ کرنے کیلئے ایک خاص ترکیب کے تحت خودکار الیکٹرانک لائبریری کے دو یونٹس تیار کروا کر جامعہ احمدیہ کی لابی میں رکھے گئے ہیں۔ جن میں انٹرنیٹ استعمال کئے بغیر مذکورہ بالا تمام کتب 24 گھنٹے طلباء کے مطالعہ کیلئے دستیاب ہوتی ہیں۔

جامعہ احمدیہ تنزانیہ

1970ء میں جامعہ احمدیہ تنزانیہ کی بنیاد عملی اور غیر رسمی طور پر پڑ چکی تھی۔ مکرم مولانا محمد نور صاحب نے ٹبورا شہر میں چار پانچ طلباء کو دینی تعلیم سکھانے کا انتظام کیا تھا تاکہ وہ تبلیغ میں معاون بن سکیں۔ بعد میں یہی دینی کلاس جامعہ تنزانیہ کے طور پر تیار ہوگئی اور یہاں سے تعلیم حاصل کرنے والے کئی مربی آج خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ 1988ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے دورہ کے موقع پر جامعہ احمدیہ تنزانیہ کیلئے ایک الگ عمارت کے حصول کیلئے ارشاد فرمایا۔ بعد میں یہ جامعہ ٹبورا سے موروگرو منتقل ہوئی۔ جہاں مسجد سے ملحقہ دو کمرے رہائش کیلئے تھے اور باقی تعلیم وتربیت مسجد میں یا پھر درختوں کے نیچے ہی ہوا کرتی تھی۔ 1984ء میں مرکز کی ہدایت کے مطابق باقاعدہ مشنری ٹریننگ کالج کھولا گیا۔

(تلخیص از الفضل انٹرنیشنل 3/اپریل 2015، صفحہ 16)

جامعہ احمدیہ انڈونیشیا

Tasik Malaya مغربی جاوا میں جامعہ احمدیہ انڈونیشیا کا آغاز ہوا، جو ایک سال کا کورس ہوتا تھا۔ یہاں پڑھنے والوں کو معاون مبلغ کا نام دیا جاتا تھا۔ اِس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو بعد میں مزید تعلیم کیلئے ربوہ بھی بھجوایا گیا ہے۔ 1980ء میں آٹھ طلباء نے داخلہ لیا۔ 1982ء میں تین سالہ کورس ہوگیا۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے 1985ء میں ایک نئی عمارت تعمیر کی گئی۔ جس میں جامعہ احمدیہ انڈونیشیا منتقل ہوگیا۔ 1987ء سے پانچ سال کا کورس ہوگیا اور ہر سال داخلے ہو رہے ہیں۔ یہاں جامعہ احمدیہ یو.کے کے مطابق سلیبس پڑھایا جاتا ہے۔

اِس وقت طلباء کو شاہد کی ڈگری کیلئے جامعہ احمدیہ قادیان بھجوایا جاتا ہے۔ چنانچہ قادیان میں کئی طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔

جامعہ احمدیہ سیرالیون

سیرالیون میں جماعتِ احمدیہ کا آغاز ابتدائی طور پر مکرم حنیف محمود صاحب مربی سلسلہ کے ذریعہ ہوا۔ بعد میں مولانا محمد صدیق صاحب ننگلی پرنسپل کے طور پر پاکستان سے تشریف لائے۔ ابتدا میں صرف ایک طالبِ علم داخل ہوا۔ ایک ماہ کے بعد پانچ طلباء داخل ہوئے۔ BO شہر کی ایک پرانی مسجد میں رہائش کا انتظام تھا اور نئی مسجد کی گیلری میں کلاسز ہوتی تھیں۔ مکرم عبد المغنی صاحب پرنسپل مقرر ہوئے۔ 1993ء میں طلباء کی تعداد بہت کم ہونے کی وجہ سے جامعہ کو عارضی طور پر بند کیا گیا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دوبارہ جامعہ احمدیہ کھولنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

جامعہ احمدیہ نائیجیریا

جامعہ احمدیہ نائیجیریا 1974ء میں قائم ہوا۔ الارو کی مسجد کے قریب چار کمرے تعمیر کئے گئے تھے۔ تیرہ سال تک انہی کمروں میں جامعہ چلتا رہا اور روحانی پیاس بجھانے کیلئے روحانی فوج کی تیاری چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے جامعہ احمدیہ کی وسعت کیلئے غیب سے سامان بہم پہنچائے۔ مکرم الحاج عبد العزیز بیولہ صاحب نے الارو سے باہر 44/ایکڑ زمین کا رقبہ خرید کر جماعت کو ہبہ کر دیا جس میں جامعہ احمدیہ کو منتقل کیا گیا۔ 1987ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے نمائندے مولانا عبد الوہاب آدم صاحب امیر ومشنری انچارج نے نئی عمارت کی بنیاد رکھی۔ یکم فروری 1988 کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جامعہ کا دورہ فرمایا اور ماحول کو دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ نیز دعا کی کہ جامعہ احمدیہ نائیجیریا بہت ترقی کرے۔ اِس جامعہ کا معیار اتنا بلند ہونا چاہئے کہ یہاں کے طلباء کو شاہد کی ڈگری کیلئے کسی اور ملک میں جانا نہ پڑے۔ تاحال 167 طلباء نے معلم کا کورس پاس کرلیا ہے اور میدانِ عمل میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ تین طلباء نے حفظ بھی مکمل کیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(سوونیئر جامعہ احمدیہ قادیان، صفحہ 94 تا 95)

گیانا

گیانا میں بھی ایک دینی مدرسہ جاری ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل، 15/جون 2012ء، صفحہ نمبر 14)

جامعہ احمدیہ سری لنکا

ابتدائی چار کلاسز جاری ہیں۔ شاہد کی ڈگری کیلئے جامعہ احمدیہ قادیان میں طلباء کو بھجوایا جاتا ہے۔

دنیا کا سب سے اعلیٰ تعلیمی ادارہ جامعہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”علم دین میں برکت ہے۔ اِس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ بغیر اِسکے شوخی بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کرنے والوں کی قسم کھائی ہے۔ ”فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا“ مَیں تو ایسے آدمیوں کی ضرورت سمجھتا ہوں جو دین کی خدمت کریں زبان دانی ضروری ہے۔ انگریزی پڑھنے سے مَیں نہیں روکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے پہلے گزر جاتے ہیں دوسرے جانشین ہوں۔ اگر دوسرے جانشین نہ ہوں تو قوم کے ہلاک ہونے کی جڑ ہے۔ مولوی عبد الکریمؓ اور دوسرے مولوی فوت ہوگئے اور جو فوت ہوئے ہیں اُن کا قائم مقام کوئی نہیں۔“

(ملفوظات، جلد ہشتم، صفحہ 283 تا 284)

افسوس ہے کہ بعض والدین اور طلباء دینی تعلیم کا حاصل کرنا بے سود اور زندگی کو تنگی میں ڈالنا خیال کرتے ہیں۔ ایسی سوچ رکھنے والوں کیلئے ایک اہم واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے وقت میں جب میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی تعلیم کا زمانہ آیا تو ہمارے نانا جان مرحوم نے حضرت خلیفہ اوّلؓ سے مشورہ لیا کہ اِسے کیا پڑھایا جائے۔ آپؓ نے فرمایا اِس کو دینی تعلیم دلوایئے۔ ایک بیٹے کو تو آپ نے دُنیا پڑھائی ہے اِس کو دینی تعلیم دلوادیں۔ اِس پر نانا جان مرحوم نے اپنی طرف سے یا نانی اماں کی طرف سے کہا کہ پھر تو یہ اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پلے گا۔ جب اُنہوں نے یہ بات کہی تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا خدا بعض دفعہ ایک شخص کو دوسرے کی خاطر روٹی دیتا ہے۔ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اگر یہ دینی خدمت میں مشغول رہا تو اپنے بھائی کے ٹکروں پر پلے گا۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ دین کی خدمت کرے گا تو اُس کے طفیل اللہ تعالیٰ اِس کے بھائی کی روزی میں بھی برکت پیدا کردے گا۔ پھر آپ نے حضرت ابوہریرہؓ کا واقعہ سنایا جب وہ اسلام لائے تو اُن کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ مَیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں بیٹھوں اور آپ کی باتیں سُنوں۔ چنانچہ وہ رات دن مسجد میں بیٹھے رہتے تھے تاکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بھی باہر تشریف لائیں اور کوئی بات کریں تو اُس کے سننے سے محروم نہ رہیں۔ اُن کی روایات کی کثرت کو دیکھ کر بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ بڑے پرانے صحابی تھے۔ حالانکہ وہ پرانے صحابی نہیں بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے صرف تین سال پہلے ایمان لائے تھے۔ مگر روایتیں سب سے زیادہ اُنہی کی ہیں اور شائد یہی وجہ ہے کہ لوگ پرانے پرانے صحابیوں کو نہیں جانتے مگر ابوہریرہؓ کو جانتے ہیں کیونکہ حدیثوں میں بار بار آتا ہے کہ ابوہریرہؓ نے یہ کہا ابوہریرہؓ نے وہ کہا۔ غرض وہ بہت بعد میں اسلام لائے ہیں لیکن اُن کے دل میں دین سیکھنے کا جوش تھا۔ جب وہ ایمان لائے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کے متعلق انہوں نے یہ عہد کرلیا کہ چونکہ اور لوگوں نے آپؐ کی بہت سی باتیں سن لی ہیں اور مجھے آخر میں ایمان لانے کی توفیق ملی ہے اِس لئے مَیں اب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ جس طرح قریش مکہ میں آکر بیٹھ گئے تھے وہ بھی مسجد میں آکر بیٹھ گئے اور انہوں نے عہد کیا کہ جس طرح بھی ہوسکا مَیں دین کی خدمت کروں گا۔ دُنیا کا کوئی کام نہیں کروں گا اُن کا ایک بھائی بھی مسلمان ہوچکا تھا چونکہ یہ سب کاروبار چھوڑ کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آبیٹھے تھے اِس لئے کچھ مدت تک تو وہ اپنے ایمان کے جوش میں اپنے بھائی کو کھانا پہنچاتا رہا عربوں کی زندگی بہت ہی سادہ ہوا کرتی تھی۔ وہ کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے اور اُس کو غذا کیلئے کافی سمجھتے یا کبھی سوکھا گوشت مل جاتا تو وہی

کھا کر پانی پی لیتے غرض بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور اُن کو کھانا پہنچانا کوئی مشکل امر نہ تھا مگر کچھ مدت تک ایمان کے جوش میں انہیں کھانا پہنچانے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کا بھائی تنگ آ گیا...... جب اُس نے تنگی محسوس کی تو ایک دن وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ ابو ہریرہؓ سے کہئے کہ وہ کچھ کمایا بھی کرے۔ یہ کیا کہ سارا دن مسجد میں ہی بیٹھا رہتا ہے کوئی کام نہیں کرتا۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ خدا اُسکے طفیل تمہیں بھی رزق دیتا ہو۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے یہی واقعہ ہمارے نانا جان مرحوم کو سنایا چنانچہ اسکے بعد نانا جان مرحوم نے دُنیاوی تعلیم کا ارادہ چھوڑ کر اُنہیں اسی کام پر لگا دیا۔" (تفسیر کبیر، جلد دہم، صفحہ 116)

واقفین نو کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ لینے کی ہدایت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بار ہا اپنے خطباتِ جمعہ اور خطابات نیز واقفینِ نو کے ساتھ منعقد ہونے والی کلاسز میں توجہ دلا چکے ہیں کہ واقفینِ نو زیادہ سے زیادہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیں تا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو خدمت دین کرنے والے ضرورت کے مطابق میسر آئیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ یو.کے کے نیشنل وقف نو اجتماع 2016ء کے موقع پر واقفین نو لڑکوں سے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب کرتے ہوئے 28 رفروری 2016ء کو فرمایا:

"آپ میں سے وہ جو پندرہ سال یا پندرہ سال سے زائد عمر کے ہیں اب اپنے مستقبل اور اپنے کیریئر کے انتخاب کے بارہ سوچنے لگ جائیں گے۔ یقیناً آپ کو وہ شعبے اختیار کرنے چاہئیں جو آپ کی دلچسپی کے ہیں۔ لیکن مَیں آپ میں سے زیادہ سے زیادہ کو تاکید کروں گا کہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کیلئے درخواست دینے پر غور کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں دنیا بھر میں مبلغین کی اشد ضرورت ہے۔ گو کہ جامعہ احمدیہ یوکے سے چار کلاسیں فارغ التحصیل ہو چکی ہیں مگر اس کے باوجود ابھی تک برطانیہ میں ہی مبلغین کی ضرورت کو پورا نہیں کیا جا سکا۔ نیز بہت سے ایسے ممالک جہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہے وہاں بھی ہمیں مبلغین کی ضرورت ہے اس لئے مَیں آپ کو نصیحت کروں گا کہ آپ جامعہ میں اس روح کے ساتھ داخلہ لینے کو مدّنظر رکھیں کہ یہ آپ کے وقف کے عہد کو پورا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔" (الفضل انٹرنیشنل، 19 راگست 2016، صفحہ 33، کالم 1)

ایک اور موقع پر حضور انور نے فرمایا:

"میں دوبارہ اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ دنیا میں دین کے پھیلانے کیلئے دینی علم کی ضرورت ہے اور یہ علم سب سے زیادہ ایسے ادارہ سے ہی مل سکتا ہے جس کا مقصد ہی دینی علم سکھانا ہو اور یہ ادارہ جماعت احمدیہ میں جامعہ احمدیہ کے نام سے جانا جاتا ہے اس لئے واقفین نو کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو جامعہ احمدیہ میں آنا چاہئے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 18 رجنوری 2013)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"جامعہ احمدیہ میں جانے والوں کی تعداد واقفین نو میں زیادہ ہونی چاہئے۔ ہمارے سامنے تو تمام دنیا کا میدان ہے۔ ایشیا، افریقہ، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا، جزائر، ہر جگہ ہم نے پہنچنا ہے۔ ہر جگہ، ہر براعظم میں نہیں، ہر ملک میں نہیں، ہر شہر میں نہیں بلکہ ہر قصبہ میں، ہر گاؤں میں، دنیا کے ہر فرد تک اسلام کے خوبصورت پیغام کو پہنچانا ہے۔ اس کیلئے چند ایک مبلغین کام کو سرانجام نہیں دے سکتے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 18 رجنوری 2013)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"ہوش کی عمر میں آ کر جب بچے واقفین نو اور جماعتی پروگراموں میں حصہ لیں تو اُن کے دماغوں میں یہ راسخ ہو کہ انہوں نے صرف اور صرف دین کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بچوں کے دماغ میں ڈالیں کہ تمہاری زندگی کا مقصد دین کی تعلیم حاصل کرنا ہے۔ یہ جو واقفین نو بچے ہیں انکے دماغوں میں یہ ڈالنے کی ضرورت ہے کہ دین کی تعلیم کیلئے جو جماعتی دینی ادارے ہیں اُس میں جانا ضروری ہے۔ جامعہ احمدیہ میں جانے والوں کی تعداد واقفین نو میں کافی زیادہ ہونی چاہئے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 18 رجنوری 2013)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو عظیم الشان خوش خبری دیتے ہوئے پیشگوئی کے رنگ میں فرمایا:

"میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔" (تجلیاتِ الٰہیہ، صفحہ 20)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

......☆......☆......☆......

ہمیں بھی ہے نِسبتِ تلمّذ کسی مسیحا نفس سے حاصل
ہوا ہے بے جان گو کہ مسلم مگر اب اس کو جلائیں گے ہم
مٹا کے نقش و نگار دیں کو یونہی ہے خوش دشمنِ حقیقت
جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم
خدا نے ہے خضرہ بنایا، ہمیں طریقِ محمدیؐ کا
جو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں ان کو صنم سے لاکر ملائیں گے ہم
مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم
وہ شہر جو کفر کا ہے مرکز، ہے جس پہ دین مسیح نازاں
خدائے واحد کے نام پر اِک اب اس میں مسجد بنائیں گے ہم
پھر اس کے مینار پر سے دنیا کو حق کی جانب بلائیں گے ہم
کلامِ ربِّ رحیم و رحماں ببانگ بالا سنائیں گے ہم
(کلامِ محمود)

حکومت وقت کی اطاعت اور اسٹرائک وغیرہ کے موقع پر جماعت احمدیہ کی تعلیمات

(نیاز احمد نائک، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

عصر حاضر میں جماعت احمدیہ اسلامی تعلیمات کی صحیح عکاسی کرنے والی واحد جماعت ہے جس کا اعتراف علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کیا کہ ’’پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔‘‘ (زندہ رود، صفحہ 576)

آج سے 125 سال قبل جبکہ اسلام گوناگوں مسائل کا شکار تھا اور سفینہ اسلام تند و تیز سیلاب کی موجوں میں ہچکولے کھا رہی تھی، خدائے ذوالمنن نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو بھیج کر کشتی اسلام کو ساحل عافیت سے ہمکنار کرنے کی ذمہ داری آپؑ کے سپرد کی۔ آپ علیہ السلام نے اسلام کا عظیم الشان دفاع فرمایا۔ نہ صرف دفاع فرمایا بلکہ اسلام کے شاندار خوبیوں اور اس کے حسین چہرے کو دُنیا کو دکھایا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والی ایک پاک جماعت کا قیام فرمایا جو خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری، رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت اور حاکم وقت کی اطاعت و قانون کی پاسداری میں منفرد و ممتاز ہے اور اس منفرد خصوصیت کی وجہ سے اس جماعت کے افراد پر دینی و دنیوی افضال و برکات کی بارش ہو رہی ہے۔ عالمگیر سطح پر جماعت احمدیہ ایک امن پسند اور قانون کی پاسدار اور ہر طرح کے نقض امن کی کاروائیوں سے دور رہنے والی جماعت کے طور پر معروف ہے۔ جماعت احمدیہ مذہب کو حکومت سے الگ رکھتی ہے اور قرآنی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں حاکم وقت کی اطاعت اور ملکی قوانین کی پابندی و پاسداری کی تعلیم دیتی ہے۔

بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

’’وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:60) یہاں أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت کا حکم صاف طور پر موجود ہے اور اگر کوئی کہے کہ مِنْكُمْ میں گورنمنٹ داخل نہیں تو یہ اُس کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے وہ اُسے مِنْكُمْ میں داخل کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے اور اسکے حکم مان لینے چاہئیں۔‘‘

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 171، مطبوعہ ربوہ)

جماعت احمدیہ مسلمہ کا ہر فرد چاہے وہ کسی بھی ملک کا شہری ہو اس کے سامنے اسلام کی یہ بنیادی تعلیم رہتی ہے کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ یعنی وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

چنانچہ جب ہم اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ ہمیں وطن کے حقیقی محب نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے وطن میں صدیق اور امین کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ﷺ جھگڑوں اور فسادات کو روکنے میں کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔ دور نبوت سے قبل خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کو دیوار کعبہ میں نصب کرنے کے عمل میں حالات کافی کشیدہ ہو گئے مرنے مارنے کی نوبت آ گئی۔ کیونکہ ہر ایک قبیلہ حجر اسود کو نصب کرنے کی سعادتمندی اپنے حصہ میں ڈالنا چاہتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس موقع پر نہایت ہی زیرکی اور دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی چادر کے اوپر حجر اسود کو رکھا اور تمام سرداران قوم کو اٹھانے کو کہا اور بالآخر اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو دیوار میں نصب کیا۔ اس طرح آپکے ہم وطن کشت و خون سے بچ گئے۔

اسی طرح اپنے ہم وطنوں کو ان کے جائز حقوق دلانے اور مظلوموں کی مدد کرنے کیلئے آپ نے ایک کمیٹی حلف الفضول کی رکنیت حاصل کی اور تادم مرگ اس کمیٹی کے دستور پر عمل کیا اور اس میں باندھے گئے عہد و پیمان کو بخوبی نبھایا اور مظلوموں کو انکے حقوق دلائے۔ آپ کی حب الوطنی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تو ورقہ نے کہا کہ جو پیغام آپ پر نازل ہوا ہے اس کے نتیجہ میں آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ اس پر آپ ﷺ نے تعجب انگیز لہجے میں فرمایا کہ ’’اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ‘‘ کیا میری قوم مجھے اپنے وطن سے نکال باہر کرے گی یعنی میرے جیسے بے ضرر بلکہ نفع رساں وجود کو جو اِن کیلئے ہر وقت فکر مند اور دعا گو ہے دیس سے نکال دیا جائیگا۔ یہ کیسے ممکن ہے! لیکن پھر وہی ہوا کہ وہ شاہ دوعالم جن کی خاطر یہ ساری کائنات پیدا کی گئی، انکو ایک دن اپنے وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے وقت جب آپ نے مکہ پر آخری نگاہ ڈالی تو بے ساختہ یہ محبت بھرے الفاظ کہے ’اے مکہ! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو اللہ کی سب سے بہتر اور پیاری زمین ہے اگر تیرے اہل مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں ہرگز نہ نکلتا۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل، جلد 4، صفحہ 305، بیروت)

مدینہ تشریف لے جانے پر آپ ﷺ بڑے پیار سے فرمایا کرتے تھے کہ لوگ تو اسے یثرب کہتے ہیں مگر یہ تو مدینہ ہے جو اس طرح لوگوں کو صاف کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو صاف کر دیتی ہے یعنی مدینہ کا پاکیزہ ماحول اور نیک صحبتیں اثر انگیز ہیں۔ آپؐ نے شہر مدینہ کی حرمت قائم کی اور فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں یعنی اس میں جنگ و جدل اور خون خرابہ جائز نہیں۔ (بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب حرم المدینۃ والمدینۃ تنفی الخبث)

آپ ﷺ مکہ سے نکالے گئے آپ پر جنگیں مسلط کی گئیں جن میں آپ کے عزیز و اقارب شہید کئے گئے لیکن پھر بھی آپ اپنے ہم وطنوں کیلئے دعا کرتے تھے آپؐ نے قحط سالی کے دور ہونے اور بارش کیلئے دعا کی اور یہ دعا مقبول ہوئی۔ بارشیں ہوئیں اور قحط دور ہو گیا۔ وطن ثانی مدینہ منورہ سے رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہ کو بے انتہا محبت تھی ایسی محبت کہ اسکی جدائی طبیعت پر گراں گزرتی تھی۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریمؐ کسی سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو مدینہ کی محبت کے باعث اپنی سواری کو ایڑ لگا کر تیز کر دیتے۔

(بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب 10)

آخری سالوں میں آپؐ تبوک کی مہم کے سلسلہ میں ایک ماہ کے قریب مدینہ سے باہر رہے تھے۔ واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ کے ارد گرد کے ٹیلوں کے قریب پہنچے، جونہی مدینہ پر نظر پڑی عجب وارفتگی کے عالم میں بے اختیار فرمانے لگے۔ ’’هٰذِهٖ طَابَةُ‘‘ لو ہمارا پاک شہر مدینہ آ گیا۔ مدینہ آ گیا۔ (بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب المدینۃ طابۃ) آپؐ مدینہ کو طابہ یا طَیبہ بھی کہتے تھے جس کے معنی پاک اور پاک کرنے والے کے ہیں۔

آپ نے مکہ میں 13 سال تک انتہائی صبر آزما تکالیف کا دور دیکھا لیکن کبھی آپ نے ملکی قوانین کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اپنے صحابہ کو ملکی املاک و وسائل کو برباد کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ ہاں تنگ آکر وہاں سے باذن الٰہی ہجرت فرمائی۔

اس تمہید سے یہ استنباط اور استدلال کرنا مقصود ہے کہ وطن کے تئیں ہر شہری کا وفا و اخلاص کا تعلق ہونا چاہئے۔ حضرت نبی کریم ﷺ ہمارے لئے اسوہ ہیں آپ کی سیرت اور آپ کا کردار ہمیں اپنے وطن سے اخلاص و وفا کا درس دیتا ہے آپ ﷺ نے وطن کیلئے ہر وہ کام کیا جس سے وطن کی شان اور فخر و افتخار بلند ہوتا تھا۔ آپ نے ہمیشہ ملکی قوانین کی حفاظت اور پاسداری فرمائی۔ نقض امن کی کاروائیوں سے آپ خود بھی اور آپ کے اصحاب بھی کوسوں دور تھے۔ آپ ﷺ نے جنگ کیلئے بھی یہ اصول مقرر فرمایا کہ پھل دار درخت نہ کاٹے جائیں۔ یعنی جن اشیاء پر ملکی اقتصادیت کی بناء ہے انکو تباہ نہ کیا جائے اس طرح معصوم عوام کو مصائب و مشکلات درپیش آسکتی ہیں۔ الغرض آپ نے ملکی اقتصادیت اور معیشت کا بھرپور خیال رکھا۔ لیکن عصر حاضر میں حقوق حاصل کرنے کے نام پر بغاوتیں ہوتی ہیں۔ حکومتیں اپنا تسلط اور کنٹرول قائم رکھنے کیلئے رعایا پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتی ہیں اور اپنی بالادستی قائم رکھنے کیلئے اپنے ہی لوگوں کا سفاکانہ قتل عام کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ حرص و لالچ کی وجہ سے کیا جا رہا ہے اور فریقین کا ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا اس کی ایک اساسی اور بنیادی وجہ ہے۔ حکومت رعایا کے حقوق ادا نہیں کرتی اور رعایا حکومت کے حقوق ادا نہیں کرتی۔ دنیاوی نظام میں کبھی مالک مزدور کے حقوق ادا نہیں کرتا اور جب مزدور کو موقع ملتا ہے تو وہ مالک کا حق ادا نہیں کرتا۔ جب حکومت اور مالک حقوق ادا نہیں کرتے تو ایک بے چینی پیدا ہوتی ہے اور ردعمل ہوتا ہے جب رعایا یا مزدور حقوق ادا نہیں کرتے تو ان پہ سختی ہوتی ہے۔ ان دنیوی نظاموں میں ایک شیطانی چکر ہے جن میں انسان پھنسا ہوا ہے۔ جبکہ اسلام کی

تعلیم یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کیلئے غیر نہ بنو بلکہ آپس میں بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں حق لینے کا سوال ہو وہاں اسٹرائک کے بجائے ہڑتالوں کے بجائے، غیر قانونی ذرائع استعمال کرنے کے بجائے جائز قانونی ذرائع استعمال ہونے چاہئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

’’اسلامی عمارت جو تمدن کے متعلق ہے اسکی بنیاد انصاف اور محبت پر ہے۔ اسلئے اپنے حقوق کے اصول کیلئے بھی وہی طریق اختیار کرنا چاہئے جو انصاف اور محبت پر مبنی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں جب کبھی اسٹرائک ہوتی اور کوئی احمدی اس میں شریک ہوتا تو حضرت مسیح موعودؑ اسے سخت سزا دیتے اور اس پر اظہار ناراضگی فرماتے۔‘‘

(خطبات محمود، جلد 17، صفحہ 133)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور مسعود میں ایک دفعہ علی گڑھ کالج میں اسٹرائک ہوئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے عزیز احمد صاحب نے بھی شرکت کی۔ جب حضور علیہ السلام کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور عزیز احمد کو جماعت سے خارج کر دیا اور پھر عزیز احمد کے معافی مانگنے پر ان کو دوبارہ جماعت میں شامل فرمایا۔ اس موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

’’عزیز احمد نے اپنے استادوں اور افسروں کی مخالفت میں مفسد طلباء کے ساتھ شمولیت کا جو طریق اختیار کیا ہے یہ ہماری تعلیم اور ہمارے مشورہ کے بالکل خلاف ہے لہٰذا وہ اس دن سے کہ وہ اس بغاوت میں شریک ہے ہماری جماعت سے علیحدہ اور ہماری بیعت سے خارج کیا جاتا ہے۔ ہم ان لڑکوں پر خوش ہیں جنہوں نے اس موقع پر ہماری تعلیم پر عمل کیا...... اور یہ امر کہ وہ ہمارا پوتا ہے اس وجہ سے وہ ہمارا رشتہ دار ہے سو واضح ہو کہ ہم ایسے رشتوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ہمارے سب رشتے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں۔ عزیز احمد کو چاہئے تھا کہ اس معاملہ میں اول ہم سے مشورہ کرتا یا اس مثال کو دیکھتا جو پہلے میڈیکل کالج لاہور میں قائم ہو چکی تھی کہ طلباء نے لاہور میں اپنے پروفیسروں کی مخالفت میں سٹرائک کیا تھا تو جو لڑکے اس جماعت میں شامل تھے ان کو میں نے حکم دیا تھا کہ وہ اس مخالفت میں شامل نہ ہوں اور اپنے استادوں سے معافی مانگ کر فوراً کالج میں داخل ہو جاویں۔ چنانچہ انہوں نے میرے حکم کی فرمانبرداری کی اور اپنے کالج میں داخل ہو کر ایک ایسی نیک مثال قائم کی کہ دوسرے طلباء بھی فوراً داخل ہو گئے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 172 تا 173)

آجکل مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کیلئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی توہین ان میں سب سے زیادہ اذیت ناک ہے۔ ایسا ناپاک طریقہ مسلمانوں کے دلوں کو چھلنی کرنے والا ہے۔ لیکن اسکے ردعمل کے طور پر مسلمانوں کا ہڑتال کرنا اور قومی املاک کو نذر آتش کرنا دانشمندانہ قدم نہیں ہے۔ کیونکہ اسکے ذریعہ سے فردی نقصان کے ساتھ قومی نقصان بھی ہوتا ہے، ملکی قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور مخالفوں کو مسلمانوں کے اس غلط رویے کی وجہ سے اعتراض کرنے کا بھی موقع فراہم ہوتا ہے۔ وہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں صبر اور ضبط نفس نہیں ہے۔ وہ حد درجہ متشدد اور مفسد واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ایک دلخراش واقعہ ڈنمارک میں سال 2006 میں ہوا جہاں ایک اخبار میں حضرت نبی کریم ﷺ کا کارٹون شائع کیا گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

’’آجکل ڈنمارک اور مغرب کے بعض ممالک کے آنحضرت ﷺ کے بارے میں انتہائی غلیظ اور مسلمانوں کے جذبات کو انگیخت کرنے والے، ابھارنے والے، کارٹون اخباروں میں شائع کرنے پر تمام اسلامی دنیا میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ رہی ہے اور ہر مسلمان کی طرف سے اس بارے میں ردعمل کا اظہار ہو رہا ہے۔ بہرحال قدرتی طور پر اس حرکت پر ردعمل کا اظہار ہونا چاہئے تھا اور ظاہر ہے احمدی بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق میں یقیناً دوسروں سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا فہم و ادراک دوسروں سے بہت زیادہ ہے اور کئی احمدی خط بھی لکھتے ہیں اور اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں، تجاویز دیتے ہیں کہ ایک مستقل مہم ہونی چاہئے، دنیا کو بتانا چاہئے کہ اس عظیم نبی کا کیا مقام ہے تو بہرحال اس بارے میں جہاں جہاں بھی جماعتیں Active ہیں وہ کام کر رہی ہیں لیکن جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا ردعمل کبھی ہڑتالوں کی صورت میں نہیں ہوتا اور نہ آگیں لگانے کی صورت میں ہوتا ہے اور نہ ہی ہڑتالیں اور توڑ پھوڑ، جھنڈے جلانا اس کا علاج ہے...... ہمارا ردّعمل ہمیشہ ایسا ہوتا ہے اور ہونا چاہئے جس سے آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور اسوہ نکھر کر سامنے آئے۔ قرآن کریم کی تعلیم نکھر کر سامنے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ناپاک حملے دیکھ کر بجائے تخریبی کارروائیاں کرنے کے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگنے والے ہم بنتے ہیں...... دوسرے مسلمانوں کو تو یہ جوش ہے کہ ہڑتالیں کر رہے ہیں توڑ پھوڑ کر رہے ہیں کیونکہ ان کا ردّعمل یہی ہے کہ توڑ پھوڑ ہو اور ہڑتالیں ہوں اور جماعت احمدیہ کا اس واقعہ کے بعد جو فوری ردّعمل ظاہر ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔ احمدی کا ردّعمل یہ تھا کہ انہوں نے فوری طور پر ان اخباروں سے رابطہ پیدا کیا اور پھر یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے کہ 2006 کی فروری میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ یہ واقعہ تو گزشتہ سال کا ہے۔ ستمبر میں یہ حرکت ہوئی تھی تو اُس وقت ہم نے کیا کیا تھا۔ یہ جیسا کہ مَیں نے کہا ستمبر کی حرکت ہے یا اکتوبر کے شروع کی کہہ لیں۔ تو ہمارے مبلغ نے اس وقت فوری طور پر ایک تفصیلی مضمون تیار کیا اور جس اخبار میں کارٹون شائع ہوا تھا ان کو یہ بھجوایا اور تصاویر کی اشاعت پر احتجاج کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے بارے میں بتایا کہ یہ ہمارا احتجاج اس طرح ہے ہم جلوس تو نہیں نکالیں گے لیکن قلم کا جہاد ہے جو ہم تمہارے ساتھ کریں گے اور تصویر کی اشاعت پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اس کو بتایا کہ ضمیر کی آزادی تو ہوگی لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ دوسروں کی دل آزاری کی جائے۔ بہرحال اس کا مثبت ردّعمل ہوا۔ ایک مضمون بھی اخبار کو بھیجا گیا تھا جو اخبار نے شائع کر دیا۔ ڈینش عوام کی طرف سے بڑا اچھا ردّعمل ہوا کیونکہ مشن میں بذریعہ فون اور خطوط بھی انہوں نے ہمارے مضمون کو کافی پسند کیا، پیغام آئے۔ پھر ایک میٹنگ میں جرنلسٹ یونین کے صدر کی طرف سے شمولیت کی دعوت ملی۔ وہاں گئے وہاں وضاحت کی کہ ٹھیک ہے تمہارا قانون آزادی ضمیر کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے مذہبی رہنماؤں اور قابل تکریم ہستیوں کو ہتک کی نظر سے دیکھو اور ان کی ہتک کی جائے۔ اور یہاں جو مسلمان اور عیسائی اس معاشرے میں اکٹھے رہ رہے ہیں ان کے جذبات کا بہرحال خیال رکھنا ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر حسین تعلیم ہے اور کیسا اُسوہ ہے اور کتنے اعلیٰ اخلاق کے آپؐ مالک تھے اور کتنے لوگوں کے ہمدرد تھے، کس طرح ہمدرد تھے۔ خدا کی مخلوق سے اور ہمدردی اور شفقت کے مظہر تھے...... تو جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ہر ملک میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر جو اسلام کے بارے میں جنگی جنونی ہونے کا ایک تصور ہے اس کو دلائل کے ساتھ رد کرنا ہمارا فرض ہے۔ پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ اخباروں میں بھی کثرت سے لکھیں۔ اخباروں کو، لکھنے والوں کو سیرت پر کتابیں بھی بھیجی جا سکتی ہیں...... مسلمان کہلانے والوں کو بھی مَیں یہ کہتا ہوں کہ قطع نظر اس کے کہ احمدی ہیں یا نہیں، شیعہ ہیں یا سنی ہیں یا کسی بھی دوسرے مسلمان فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جب حملہ ہو تو وقتی جوش کی بجائے، جھنڈے جلانے کی بجائے، توڑ پھوڑ کرنے کی بجائے، ایمبیسیوں پر حملے کرنے کی بجائے اپنے عملوں کو درست کریں کہ غیر کو انگلی اٹھانے کا موقع ہی نہ ملے۔ کیا یہ آگیں لگانے سے سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مقام کی نعوذ باللہ صرف اتنی قدر ہے کہ جھنڈے جلانے سے یا کسی سفارتخانے کا سامان جلانے سے بدلہ لے لیا۔ نہیں ہم تو اس نبی کے ماننے والے ہیں جو آگ بجھانے آیا تھا، وہ محبت کا سفیر بن کر آیا تھا، وہ امن کا شہزادہ تھا۔ پس کسی بھی سخت اقدام کی بجائے دنیا کو سمجھائیں اور آپؐ

باقی صفحہ نمبر 96 پر ملاحظہ فرمائیں

ترے فضلوں کی بارش ہو یا کوئی ابتلا آئے
خدایا ہم تری ہر اک رضا پر راضی رہتے ہیں
ترے احساں جو ہم پر ہیں کہاں وہ بھول سکتے ہیں
تری خاطر ہی ہم سارے جہاں کا ظلم سہتے ہیں

(خواجہ عبدالمومن، اوسلو، ناروے)

جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت کے متعلق غیروں کے تاثرات

(ایچ شمس الدین، مبلغ سلسلہ، ایڈیٹر ہفت روزہ بدر ملیالم)

اسلام کا بنیادی اصول حقوق اللہ اور حقوق العباد ہے۔ ان دونوں حقوق کی ادائیگی کرنے والا نہ صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرتا ہے بلکہ مخلوق خدا کی تعریف کا بھی مستحق بن جاتا ہے۔

خدمت انسانیت کی عمدہ مثالیں تاریخ انبیاء میں ہمیں نظر آتی ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کی نیک نامی پر ان کی قوم باوجود مخالفت کے یہ اعتراف کرنے پر مجبور تھی: يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ (سورۃ ہود: 63) یعنی اَے صالح! یقیناً تُو اس سے پہلے ہمارے اندر امیدوں کا مرجع تھا۔

ہر نبی کے متعلق اسکی قوم نے برملا یہ اعتراف کیا کہ یہ شخص اور اسکی جماعت خدمت انسانیت میں ہمیشہ پیش پیش رہتی ہے۔ اس حسین تاریخ کا اعلیٰ نمونہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد عربی ﷺ کی پاک سیرت میں نظر آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ جو کوئی اللہ کے کنبہ سے محبت کرتا ہے اس کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ ایک بار بوجھ اٹھا کر جانے والی ایک بوڑھی عورت کی خدمت کیلئے آپؐ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جب آپؐ اُس عورت کا سامان اسکے گھر پہنچا کر واپس جانے لگے تو اس بوڑھی عورت نے آپ ﷺ کو نصیحتاً کہا کہ اے بیٹے! زمانہ بہت خراب ہے سنبھل کر رہنا اور یاد رکھنا محمد نامی ایک شخص ایک نیا مذہب لیکر لوگوں کو ورغلا رہا ہے کہیں تم اس کے جادو میں پھنس نہ جانا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: مائی! جس محمد سے تم مجھے ڈرا رہی ہو وہ میں ہی ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ نیک بخت عورت کہنے لگی ایسا ہے تو میں آپ پر ایمان لاتی ہوں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

کبھی ہرقل کے دربار میں آپؐ کا اشد ترین دشمن ابوسفیان آپ کے حق میں گواہی دینے پر مجبور ہو جاتا ہے تو کبھی دشمن آپ کی وسیع القلبی سے متأثر ہو کر قحط زدگان کو غلہ بھجوانے کی آپؐ سے درخواست کرتا ہے اور آپؐ ان کی بے جا دشمنی کو پس پشت ڈال کر غلہ بھجوانے کا حکم دیتے ہیں۔

سرولیم میور جو کہ مستشرقین میں سے ہیں تحریر کرتے ہیں: جہاں تک اسلامی حکومت کا تعلق ہے یہ طریق قیدیوں کے لئے ہرگز تکلیف دہ نہیں تھا بلکہ یقیناً اس میں ان کو آج کل کے شاہی قیدیوں کی نسبت بھی زیادہ آرام ملتا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی پُرزور تعلیم اور حکومت کی چوکس نگرانی کی وجہ سے کفار کے قیدی مسلمانوں کے جس خاندان میں رہتے تھے اس کے نوکر اور خادم بن کر نہیں رہتے تھے بلکہ خاندان کے ممبر سمجھے جاتے تھے اور ان کی خاطر و تواضع مہمانوں کی طرح ہوتی تھی۔ چنانچہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ بدر کے قیدیوں کو جو عموماً اسلام کے بدترین دشمن تھے مسلمانوں نے اس آرام و آسائش کے ساتھ رکھا کہ وہ ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور ان میں سے کئی محض اس حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

(سیرت خاتم النبیین ﷺ، مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اےؓ، صفحہ 465)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بنی نوع انسان سے بے حد ہمدردی تھی۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَحِنُّ اِلٰى مَنْ لَا يَحِنُّ مَحَبَّةً
وَاَدْعُوْ لِمَنْ يَدْعُوْ عَلَيَّ وَيَهْذَرُ

یعنی میں تو محبت کی وجہ سے اس کی طرف بھی مائل ہوتا ہوں جو میری طرف مائل نہیں ہوتا اور میں اس کیلئے بھی دعا کرتا ہوں جو مجھ پر بددعا کرتا ہے اور بکواس کرتا ہے۔

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن، جلد 7 صفحہ 362)

جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت اور غیروں کے تاثرات

تقسیم ملک کے بعد 1955 میں پنجاب کے مختلف اضلاع بھیانک سیلاب کی چپیٹ میں آ گئے۔ قادیان میں اس وقت 500 کے قریب احمدی مقیم تھے، وہ بھی اس سے متاثر ہوئے، مگر اپنے نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان لوگوں نے اپنا گیہوں، چاول اور اشیاء خوردنی بلا کسی مذہبی تفریق کے سیلاب سے متاثرین میں تقسیم کر دیں۔ ان احمدیوں کو اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر دامن گیر ہوئی اور انہوں نے قادیان سے باہر نکل کر نوع انسان کی خدمت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے سربشن سنگھ صاحب نائب تحصیلدار علاقہ بیٹ بیاس نے کہا:

''میں علاقہ بیٹ کے سیلاب زدہ مختلف دیہاتوں میں مورخہ 26 اکتوبر 1955 سے تقسیم گرانٹ کی غرض سے آ رہا ہوں اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان کے سجن کئی دنوں سے ان دیہاتوں میں طبی اور دیگر امداد کا کام بڑی سرگرمی اور شوق سے کر رہے ہیں۔ جماعت کی طرف سے موضع پھیرو چیچی میں ایک ریلیف کیمپ بھی کھلا ہے جہاں بیماروں اور مصیبت زدگان کی ہر طرح سے امداد کی جاتی ہے۔ احمدی نو جوانوں کی امدادی پارٹیاں ادویات، پرہیزی راشن اور کپڑے وغیرہ لیکر خود مختلف سیلاب زدہ دیہاتوں میں امداد کر رہی ہیں۔ مجھے اس بات کے اظہار سے خوشی ہے کہ، جو پبلک سیوا کا کام قادیان کے احمدی دوست پوری ہمدردی اور خدمت کے جذبہ کے ساتھ سر انجام دے رہے ہیں، اس سے علاقہ بیٹ کی مصیبت زدہ جنتا کو بہت آرام پہنچا ہے۔''

(اخبار بدر، 14 نومبر 1955، صفحہ 8)

1990 میں ایران میں ایک شدید زلزلہ آیا ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ جماعت احمدیہ نے اس مصیبت کے موقع پر فوراً ایرانی حکومت کو دو لاکھ بیس ہزار روپے کی امداد بہم پہنچائی۔ اس کا شکریہ ایرانی سفیر مقیم دہلی نے ان الفاظ میں کیا: ''جماعت احمدیہ کی اس بہترین خدمت کا جو زلزلہ کے تعلق میں کی گئی ہم تہہ دل سے شکر ادا کرتے ہیں اور ہمارا یہ شکریہ جماعت کے سربراہ اور افراد جماعت کو پہنچا دیا جائے۔

(اخبار بدر، 23 نومبر 2000، صفحہ 138)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ تقسیم ملک کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مجھے یاد ہے کہ ان پناہ گزینوں کو (جو تقسیم ملک کے وقت قادیان میں پناہ لینے آ گئے تھے۔ ناقل) باقاعدہ کھانا دیا جاتا رہا چونکہ خطرناک حالات نظر آ رہے تھے اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ حالات کو جانچ کر جلسہ سالانہ کی ضروریات سے کہیں زیادہ گندم اکٹھی کی ہوئی تھی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں ایک بھی مسلمان کو فاقوں نہیں مرنے دیا گیا بلکہ حاجتمندوں کی ضروریات کو ترجیح دیتے ہوئے جہیزوں کے قیمتی کپڑے بھی ان میں تقسیم کئے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خود اپنی بیگم کے قیمتی کپڑے تقسیم کرکے اس کام کا آغاز کیا۔ حضرت بیگم صاحبہ چونکہ نواب مالیر کوٹلہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے ان کپڑوں میں بعض انتہائی قیمتی اور پرانے خاندانی ملبوسات چلے آ رہے تھے کہ وہ ان کو خود بھی نہیں پہنا کرتی تھیں کہ کہیں خراب نہ ہو جائیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ نے سب کے سامنے اور سب سے پہلے اپنے گھر سے کپڑوں کے بکس کھولنے شروع کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان غرباء کو جن کے خواب و خیال میں بھی ایسے کپڑے نہیں آ سکتے تھے تقسیم کر دیئے۔ لینے والے تقریباً سارے غیر احمدی مسلمان تھے۔ پھر اس کے بعد تو ہر گھر کے ہر کمرہ کے ہر بکس کے منہ کھل گئے اور جو کچھ تھا وہ سارا اپنے مصیبت زدہ غیر احمدی مسلمان بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ میں جب آخر میں قادیان سے نکلا ہوں تو میرے پاس ایک خاکی تھیلا تھا جس میں صرف ایک جوڑا تھا۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز لا نہیں سکتے تھے بلکہ ہمارے سارے گھر خالی پڑے ہوئے تھے اور جو کچھ تھا وہ سب تقسیم کر دیا گیا تھا۔''

'' چونکہ ان پناہ گزینوں کو شرپسندوں نے بالکل مفلس اور قلاش کر دیا تھا۔ لہٰذا قادیان کے باشندگان نے ان بیچاروں کی کفالت کا بیڑا اٹھایا۔ ظاہر ہے اتنی بڑی جمعیت کے لئے خوراک اور رہائش کا بار اٹھانا کوئی معمولی کام نہیں ہے اور خصوصاً ایسے ایام میں جب کہ ضروریات زندگی کی اتنی گرانی ہو چنانچہ یہ ناخواندہ مہمان قادیان کی کفالت میں اُس وقت تک رہے جب تک حکومت نے عمداً ان کو ایسا کرنے سے روک نہ دیا۔''

(خطبات طاہر، جلد 4، صفحہ 187)

اخبار ''زمیندار'' لکھتا ہے: بٹالہ کے پناہ گزینوں کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ نہ سر چھپانے کے لئے کوئی پناہ گاہ ہے، نہ کھانے کے لئے کوئی چیز ہے۔ شر پسندوں نے قیامت برپا کر رکھی ہے زیورات اور سامان پر ڈاکے ڈالتے ہی جاتے تھے۔ اب تو خواتین کی

عصمت وعزت پر بھی ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ دوسرا کیمپ سری ہرگو بند پورہ میں ہے۔ وہاں کی صورت حال بھی بٹالہ سے کم خوفناک نہیں۔ تیسرا کیمپ قادیان میں ہے۔ اس میں شک نہیں مرزائیوں نے مسلمانوں کی خدمت قابل شکریہ طریقے پر کی۔ اس وقت ہزاروں پناہ گزین احمدیوں کے گھروں سے روٹیاں کھا رہے ہیں۔ قادیان کے مسلمانوں نے حکومت سے راشن کیلئے درخواست نہیں دی۔"

(زمیندار، 16 اکتوبر 1947، بحوالہ خطبات طاہر، جلد 4، صفحہ 187)

29 فروری 1968 کو جناب وی۔کے گپتا صاحب چیف میڈیکل آفیسر گورداسپور نے قادیان کا دورہ کرتے ہوئے احمدیہ شفاخانہ کا بھی معائنہ فرمایا۔ انہیں بتایا گیا کہ تمام عملہ اور ادویات کا خرچ صدر انجمن احمدیہ قادیان برداشت کرتی ہے۔ مریضوں کا عام علاج مفت کیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ جنوری 1948 سے دسمبر 1967 کے دوران 370978 مسلمانوں اور 273790 غیر مسلموں کا علاج کیا گیا۔ ڈاکٹر وی۔کے گپتا صاحب نے شفاخانہ کے تمام شعبوں کا تفصیلی جائزہ لیا اور عملہ کی خدمت خلق کی ان بہترین مساعی پر جو وہ بلا تفریق مذہب وملت انیس برس سے انجام دے رہا تھا، اظہار پسندیدگی کیا۔ اور معائنہ بک پر انگریزی میں اپنے تاثرات بھی درج فرمائے جن کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔ "ہسپتال کا معائنہ کیا گیا اور اسے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں یکساں طور پر بہت زیادہ مقبول پایا۔" ان ایام میں ڈاکٹر غلام ربانی صاحب شفاخانہ میں انچارج کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 24، صفحہ 762)

☆ جلسہ سالانہ سیرالیون 2016ء میں شرکت کرنے والے ڈپٹی چیئرمین آف نیشنل کونسل آف پیراماؤنٹ چیفس نے اپنی تقریر میں جماعت کی تعلیمی، طبی اور مذہبی میدان میں خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ موصوف عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن جلسہ سالانہ کی برکت اور احمدیت کی سچائی سے متاثر ہو کر انہوں نے جلسہ پر ہی اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

☆ غیر احمدیوں کے چیف امام BO ڈسٹرکٹ الحاجی مصطفی کوکا نے اپنی تقریر میں کہا کہ جماعت احمدیہ جو کہ ایک لمبے عرصہ سے نہ صرف تعلیمی میدان میں خدمت کر رہی ہے بلکہ قوم اور ملک کی ترقی کیلئے بھی دن رات کوشاں ہے۔ جماعت احمدیہ کے ان اقدامات پر میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

☆ سیکرٹری جنرل سیرا لیون مسلم کانگریس الحاجی پروفیسر اے۔بی۔کریم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ احمدیہ مسلم جماعت نے سیرالیون کے تعلیمی اور طبی میدان میں جو خدمات پیش کی ہیں ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ اس جلسہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی موجودگی سیرا لیون اور جماعت احمدیہ میں مذہبی رواداری کی گواہ ہے۔

☆ صدر مملکت سیرالیون Hon Dr Ernest Bai Koroma نے اپنے ایڈریس میں کہا کہ ہم سب جماعت احمدیہ کی سیرالیون میں خدمات کی ہر سطح پر قدر کرتے ہیں۔ احمدیہ مسلم جماعت نے لوگوں کو امن سے معاشرہ میں رہنا سکھایا ہے...... اسلام کے پیغام امن، بھائی چارہ اور خیر خواہی کا عملی نمونہ ہمیں جماعت احمدیہ کی ملک گیر خدمات میں نظر آتا ہے...... میں اس موقع پر جماعت احمدیہ کی ایبولا وبا کے دوران خدمات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جماعت احمدیہ نے Humanity First کا عملی رنگ میں نمونہ دکھایا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل، 11 نومبر 2016، صفحہ 16)

Haiti میں چند سال قبل ایک زبردست زلزلہ آیا تھا۔ اس موقع پر جماعت کو مصیبت زدگان کی نمایاں خدمات کی توفیق ملی تھی۔ فالحمدللہ۔ 2015 میں بینن میں منعقدہ جلسہ سالانہ میں شرکت کرتے ہوئے Haiti کے سفیر نے کہا کہ جماعت احمدیہ ہماری بہت خدمت کرتی ہے۔ ہم جماعت کے کاموں کو سراہتے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 1 اپریل 2016)

☆ Priyanka Radhi Krishna (Labour Party) نیوزیلینڈ نے کہا: "جس امر کی میں خاص طور پر تعریف کرنا چاہتی ہوں وہ آپ کی جماعت کی طرف سے امن کے فروغ اور ہر قسم کی شدت پسندی کے خلاف کھڑے ہونے کا غیر متزلزل ارادہ اور غیر معمولی جذبہ ہے اور آپ کی طرف سے انسانیت کی خدمت، جس کیلئے آپ ساری دنیا میں مصروف عمل ہیں، بھی قابل تحسین ہے۔"

☆ Hon. Peseta Sam Lotu Liga (Minister for Ethnic Communities) نے کہا: "میں امن کے ان پیغامات کی بھی تعریف کرنا چاہتا ہوں جن کی داعی (احمدیہ) خلافت ہے۔ یقیناً آپ لوگ عالمی سطح پر انسانی حقوق کی بحالی نیز اقلیتوں اور عورتوں کے حقوق کیلئے آواز بلند کرنے پر داد وتحسین کے مستحق ہیں۔ (احمدیہ) خلافت یقیناً امن، رواداری اور محبت کا درس دیتی ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل، 22 اپریل 2016)

☆ صدر مملکت بینن Hon. Thomas Yayi Boni اپنے رفقا وزرا کے ہمراہ ایوان صدر کے صدارتی لاؤنج میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ صدر مملکت نے کہا کہ: "آپ جو خدمات بجالا رہے ہیں یہ بہت بڑا کام ہے۔ میں خود آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ قوم کی خدمت میں شریک ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل، 6 تا 12 جون 2008، صفحہ 10)

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی 17 جون 1969 کی اشاعت میں صفحہ 5 پر بعنوان "خدمت خلق کا شاندار مظاہرہ" لکھا: گزشتہ روز ربوہ اور چنیوٹ کے درمیان ایک ریل گاڑی کا انجن پٹڑی سے اتر گیا جس سے ریلوے لائن بھی متاثر ہوئی۔ بہت سی گاڑیوں کو مجبوراً ربوہ کے سٹیشن پر رکنا پڑا۔ دوپہر کی شدید گرمی میں ربوہ کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور نوجوانوں نے ایک تنظیم کے ساتھ سب مسافروں کو ٹھنڈا پانی اور کھانا گاڑیوں میں مہیا کیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ خدمتِ خلق کا یہ شاندار نمونہ پیش کرنے والے بچے اور نوجوان خود بھوکے اور پیاسے تھے اور انہوں نے اس خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں لیا اور نہ قبول کیا۔ ایک اندازہ کے مطابق کل چھ ہزار لوگوں کو ٹھنڈا پانی اور کھانا مہیا کیا گیا۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 25، صفحہ 82)

گورنر لیگوس سٹیٹ (نائیجیریا) کے بالغان کے نمائندہ الحاج ابراہیم صاحب نے کہا: "مجھے بڑی خوشی ہے کہ خلیفۃ المسیح یہاں اسلامک سینٹر کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ یہ درست اور صحیح سمت مبارک قدم ہے اور اسلام کے پھیلانے میں مدد گار ثابت ہوگا۔ جماعت احمدیہ کے تمام منصوبہ جات خواہ وہ تعلیمی ہوں یا انتظامی وہ سارے کے سارے انسانیت کیلئے بہت مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔ میں احمدیہ جماعت کے تمام دوستوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

(الفضل انٹرنیشنل، 20 تا 26 جون 2008، صفحہ 11)

یوروپین پارلیمنٹ کی ممبر محترمہ بیرونس ایما نکلسن نے صد سالہ خلافت جوبلی کی مبارک باد دیتے ہوئے کہا: "جماعت احمدیہ ساری دنیا میں اتحاد، امن اور انسانیت کی خدمت کے لیے نہایت قابل قدر کام کر رہی ہے اور اس معاملہ میں حکومت برطانیہ بھی آپ کے ساتھ ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل، 15 تا 21 اگست 2008، صفحہ نمبر 2)

لائبیریا کے وزیر اطلاعات و سیاحت جناب ویزلی مومو جانسن نے حکومت لائبیریا کی نمائندگی کرتے ہوئے جلسہ سالانہ یو کے 2008 کے موقع پر صدر مملکت لائبیریا اور لائبیریا کے عوام کی طرف سے سلام کا پیغام پہنچایا اور کہا: "احمدیہ مشن لائبیریا نہایت کامیابی کے ساتھ امن کا پیغام سارے ملک میں پھیلا رہا ہے۔ لائبیریا کو امن، رواداری اور غربت دور کرنے کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کا مکمل تعاون حکومت اور عوام کو حاصل ہے۔ ...... لائبیریا کا ملک جماعت احمدیہ کے تعاون کی وجہ سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل، 26 ستمبر تا 2 اکتوبر 2008، صفحہ نمبر 2)

سابق وزیر پنجاب نتھا سنگھ جی دالم نے گجرات میں آئے زلزلہ کے لئے قادیان سے ریلیف کو روانہ کرتے ہوئے کہا کہ: مریضوں، ضرورتمندوں اور دُکھی انسانیت کی خدمت دُنیا کی سب سے اعلیٰ خدمت ہے۔ دُنیا کے سارے مذاہب انسان کی خدمت اور آپسی پیار کی تعلیم دیتے ہیں۔ شری دالم نے احمدیہ جماعت کے ذریعہ سماج کی بھلائی کے لئے کئے جا رہے کاموں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس جماعت نے ملک میں صحت وتعلیم کے میدان میں خصوصی تعاون کے علاوہ جب بھی ملک میں کوئی قدرتی آفت آئی تو انہوں نے سب سے اوّل قطار میں کھڑے ہوکر دُکھی انسانیت کی خدمت کی ہے اور گجرات کے زلزلہ سے متاثرین کے لئے پینتیس لاکھ روپے کی راحت امداد بھیجی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت نے کھیہ منتری کی گجرات ریلیف فنڈ میں بڑی رقم دے کر اپنا تعاون دیا ہے۔ احمدیہ جماعت کی لنڈن اور دوسرے ممالک سے آئی ٹیموں نے سب سے زیادہ متاثرہ علاقہ بھُج میں جا کر خدمت کی، جو قابل تعریف ہے۔"

(روزنامہ دینک جاگرن، جالندھر، 23 مارچ 2001)

سال 1992 میں بھارت کے صوبہ یوپی میں فساد کے موقع پر جماعت احمدیہ کی

خدمت کا ذکر کرتے ہوئے ایک اخبار نے لکھا: فساد زدگان کی خدمت کے لئے جماعت احمدیہ کی طرف سے ریلیف کمیٹی قائم کی گئی ہے جہاں سے مختلف کیمپوں میں مدد پہنچائی جارہی ہے۔کھانے پینے کی اشیاء اوڑھنے کے لئے کمبل، برتن، نیز ادویات مہیا کی گئیں اور ابھی بھی کام جاری ہے۔احمدی ریلیف کمیٹی کی طرف سے ایسے افراد کو جو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے تھے اور اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے کثیر تعداد میں ٹکٹیں خرید کردی گئیں۔ کیمپوں میں ایسی عورتیں جو اُمید سے تھیں اُن کے نرسنگ ہوم میں داخلے اور اخراجات کا انتظام کیا گیا۔احمدیہ ریلیف کمیٹی کا ارادہ ہے کہ بعض لوگوں کو گھر بھی بنا کر دیئے جائیں جس کیلئے جائزہ لیا جارہا ہے۔''

(روزنامہ ہندوستان اردو 24/جنوری 1993،بحوالہ ٹریکٹ بعنوان : جماعت احمدیہ کی سماجی خدمات،شائع کردہ نظارت دعوت الی اللہ بھارت،2005)

جماعت احمدیہ دنیا بھر میں خلافت حقہ اسلامیہ کی زیر نگرانی خدمت خلق کی عظیم ذمہ داری کو محض للہ بجالارہی ہے۔اور جماعت احمدیہ ہمیشہ اس اصول پر خدمت خلق کی راہ پر گامزن ہے کہ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء: 165)یعنی میرا اجر رب العالمین کے ذمہ ہے۔نیز بانگ دہل یہ اعلان کرتی ہے لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا (الدھر:10) کہ ہم اس خدمت کے بدلہ میں تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ افراد جماعت کو اپنی تعلیمات کی روشنی میں بے لوث اور پُر خلوص خدمات کی توفیق عطا فرماتا رہے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

بقیہ از صفحہ نمبر 93

کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بتائیں۔''

(خطبہ جمعہ 10/فروری 2005)

جماعت احمدیہ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ ملکی قوانین کی پاسداری کرتی ہے اور باوجود مصائب ومشکلات سے دوچار ہونے کے کبھی بھی قانون شکنی کی مرتکب نہیں ہوئی۔1953 میں پاکستان میں جماعت کے خلاف ملک گیر فسادات ہوئے۔ احمدیوں کے گھروں کو نذر آتش کیا گیا، دکانیں جلائی گئیں اور افراد جماعت کو شہید کیا گیا۔ 2008 میں لاہور کی دو مساجد میں 80 سے زائد احمدیوں کو نماز جمعہ کے دوران شہید کیا گیا۔لیکن کوئی احتجاجی مظاہرے اور پتھراؤ جماعت احمدیہ کے افراد کی طرف سے دیکھنے کو نہیں ملا۔ اس دور میں یہ ضبط نفس اور ملکی قوانین کی پاسداری کی ایک عدیم النظیر مثال ہے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بعض جماعتیں ایسی ہیں جو بغاوت کی تعلیم دیتی ہیں، بعض قتل وغارت کی تلقین کرتی ہیں، بعض قانون کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں۔ ان معاملات میں کسی جماعت سے ہمارا تعاون نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ہماری مذہبی تعلیم کے خلاف امور ہیں اور مذہب کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ چاہے ساری گورنمنٹ ہماری دشمن ہوجائے اور جہاں کسی احمدی کو دیکھے اسے صلیب پر لٹکانا شروع کردے پھر بھی ہمارا یہ فیصلہ بدل نہیں سکتا کہ قانون شریعت اور قانون ملک کبھی نہ توڑا جائے۔ اگر اس وجہ سے ہمیں شدید ترین تکلیف بھی دی جائے تب بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے خلاف چلیں۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ہم اس ملک کو چھوڑ دیں اور کسی اور ملک میں چلے جائیں۔

(الفضل 6/اگست 1935، صفحہ 10)

المختصر جماعت احمدیہ قانون کی حدود میں رہتے ہوئے کام کرتی ہے اور ملک میں امن وامان قائم رکھنے کیلئے ہر قربانی پیش کرتی ہے۔البتہ اپنے جائز حقوق کے لئے ملکی قانون کے اندر رہتے ہوئے سعی وکوشش کرتی ہے اور توڑ پھوڑ، ہڑتال، اسٹرائک، آتش زنی اور ہر اس فعل سے مجتنب رہتی ہے جو ملک کو کسی بھی رنگ میں نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے۔یہی حقیقی حب الوطنی ہے اور وطن اسی ہمدردی ومحبت کا متقاضی ہے۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعث فکر وپریشانی حکام نہ ہو

......☆......☆......☆......

کن کن مصیبتوں میں وہ ثابت قدم رہے
کچھ یاد ہے تمہیں جو صحابہ نے تھا کِیا؟

(کلام حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

اے قوم احمدی تُو ذرا غور سے تو دیکھ
دینِ خدا کے واسطے تُو نے ہے کیا کِیا

ہے دعوئ وراثت اِصحابِ مصطفیٰ
ان کی طرح بتا تو سہی تُو نے کیا کِیا

کن کن مصیبتوں میں وہ ثابت قدم رہے
کچھ یاد ہے تمہیں جو صحابہ نے تھا کِیا

چُھوٹا وطن عزیز چُھٹے ہم نشیں چُھٹے
کفار نے ہر عیش کو ان کے فنا کِیا

لُوٹے گئے ، شہید ہوئے ، راہِ دیں میں
سب جان و مال اپنا خدا پر فِدا کیا

پرکھا انہیں خدا نے ہزاروں طریق سے
لیکن انہوں نے حقِ محبت ادا کیا

پروانہ تھے وہ شمع صداقت کے واسطے
فرحاں تھی روح گو تنِ خاکی جلا کِیا

ہر امتحاں کے وقت وہ ثابت قدم رہے
بڑھ بڑھ کے اپنی جاں کو قرباں سدا کِیا

راضی خدا تھا ان سے وہ اس کی رضا پہ خوش
ان عاشقوں نے نفس کو ایسا فنا کِیا

اب اپنا اور ان کا تقابل ذرا کرو
کیا کیا وہ کر گئے ہیں مگر تم نے کیا کِیا

وہ کتنے ملک ہیں جنہیں تبلیغ تم نے کی
کتنے دلوں کو شرک سے تم نے رہا کِیا

اسلام کی اشاعتِ کامل کے فرض کو
تمہی کہو کہ تم نے کہاں تک ادا کیا

کتنوں نے دین کے لئے دنیا نثار کی
کتنوں نے جان و مال کو وقفِ خدا کیا

جو مال دے گئے تھے مسیحِ محمدیؑ
کس کس کو تم نے وہ زرِ خالص عطا کیا

حصہ لیا ہے تم نے جو تبلیغِ دین میں
اعلان حق جو تم نے ببانگ درا کیا

(الفضل انٹرنیشنل جلد 19،شمارہ 10، 9/مارچ 2012ء)

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 1

کو کامل صفات کے ساتھ دنیا پر ظاہر کیا۔‘‘(تقریر حضرت مصلح موعودؓ 28دسمبر 1927 بر موقع جلسہ سالانہ قادیان) ☆اور جہاں تک انبیاء کا تعلق ہے’’مسلمانوں میں سے سنّی سوائے اولیاء اللہ اور صوفیاء کے گروہ اور ان کے متعلقین کے عصمت انبیاء کے مخالف تھے بعض تو امکانات کی حد تک ہی رہتے لیکن بہت سے عملاً انبیاء کی طرف گناہ منسوب کرتے اور اس میں عیب محسوس نہ کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کہتے تھے کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہتے کہ انہوں نے چوری کی تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق کہتے کہ وہ خدا سے ناراض ہو گئے تھے۔ داؤد علیہ السلام کی نسبت کہتے کہ وہ کسی غیر کی بیوی پر عاشق ہو گئے تھے اور اس کے حصول کیلئے انہوں نے اسکے خاوند کو جنگ پر بھجوا کر مروا دیا۔ یہ مرض یہاں تک ترقی کر گیا کہ سیّد ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی محفوظ نہ رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ یہ خیالات بالکل غلط ہیں اور جو باتیں بیان کی جاتی ہیں بالکل جھوٹ ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ نبی سے کوئی گناہ سرزد ہو۔‘‘(تقریر حضرت مصلح موعودؓ 28دسمبر 1927 بر موقع جلسہ سالانہ قادیان) ☆قرآن مجید کے متعلق بھی کئی قسم کی غلطیوں میں مسلمان مبتلا تھے اور اب بھی ہیں۔ ایک خطرناک عقیدہ ناسخ ومنسوخ کا ہے جس سے پورے قرآن سے بھروسہ اُٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح ایک طبقہ کا قرآن کے متعلق ایک خطرناک عقیدہ یہ بھی تھا کہ قرآن حدیث کے تابع ہے آپؑ نے قرآن مجید کے متعلق بھی تمام پیدا شدہ غلط عقائد وخیالات کی اصلاح فرمائی۔☆فرشتوں کے بارے میں غلط فہمیاں دُور کیں اور ان کا حقیقی مقام ومرتبہ بتایا۔☆دُعا کے متعلق آپ نے بہت کچھ لکھا اور عملاً قبولیت دعا کے نشانات دکھائے جبکہ مسلمان دعا کے معجزہ سے بالکل بے خبر تھے حتیٰ کہ اس وقت سر سیّد جیسی عالم کہلانے والی مشہور شخصیت بھی قبولیت دُعا سے انکاری تھی۔ ☆مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے الہام وکلام کا سلسلہ کلیۃً بند ہو چکا ہے آپؑ نے اس غیر اسلامی عقیدہ کی بھی اصلاح فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح آخر الزمان ہونے کی حیثیت سے دیگر مذاہب کی غلطیوں کو بھی ان پر ظاہر کیا لیکن بہت ہی پیار اور محبت اور کمال ہمدردی کے ساتھ اور ان پر ثابت کیا کہ اسلام ہی حقیقی خوشحالی اور نجات کا ضامن ہے۔

عیسائی مذہب کو توحید کا درس دیا اور سمجھایا کہ کائنات کا خالق ومالک ایک ہے۔ تین خداؤں کا عقیدہ غلط اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو صلیب پر فوت ہوئے اور نہ لعنتی ہوئے۔ لعنت کا مفہوم بتایا کہ جو لعنتی ہو اس کا ایک ذرّہ خدا سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار۔ ایسے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کو لعنتی ٹھہرانا ان پر بے انتہا ظلم ہے۔ واقعہ صلیب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ بچا لیا اور بعد صحت کے نصیبین کے راستے افغانستان ہوتے ہوئے وہ ہندوستان پہنچے اور ایک سو پچیس سال کی عمر پا کر فوت ہوئے اور سرینگر کشمیر محلہ خانیار میں آپؑ کی قبر ہے۔

جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے ان کے تمام فرقوں کو بحیثیت مجموعی آپ نے توحید کی طرف بلایا اور بتایا کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ کا پیدا کردہ ہے۔ کوئی بھی چیز سوائے اللہ جل شانہ کے نہ تو ہمیشہ سے ہے اور نہ ہمیشہ رہے گی۔ ارواح اور اجسام سب خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ تناسخ کے عقیدہ کی انتہائی جوش وجلال کے انداز میں اور زبردست دلائل کے ساتھ تردید فرمائی۔ ہندوؤں کے ایک فرقہ آریہ مذہب کے نیوگ کے عقیدہ کو انتہائی بے شرمی کا عقیدہ اور غیر انسانی حرکت قرار دیا اور فرمایا ’’میری رائے یہی ہے کہ یہ وید کی ہرگز تعلیم نہیں‘‘ آپؑ فرماتے ہیں :

’’شاباش اَے سناتن دھرم کہ تُو نے نہ تو ہر ایک ذرّہ اور ہر ایک جیو کو اپنے وجود کا اُنہیں کو پرمیشر سمجھا اور نہ تو نے نیوگ کے گند کو اپنے اعتقاد میں داخل کیا۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تو اس قدر اور آگے قدم بڑھاوے جو خدا رسیدہ جوگیوں کی طرح ہو جائے جو پرمیشر کی محبت سے پُر ہوتے ہیں اور ایسا اس سے نزدیک ہو جائے کہ مورتی پوجا کو بھی اپنے دامن سے پھینک دے تو پھر آریوں کے مقابل پر تیری ہر میدان میں فتح ہے وہ ایک راہ سے تیرے مقابل پر آئیں گے اور سات راہ سے بھاگیں گے اور یہ نئی بات نہیں قدیم سے جوگیوں کا جو محبت کی آگ میں جل جاتے ہیں یہی مذہب ہے کہ بجز پرمیشر اور سب ہیچ ہے۔‘‘ (سناتن دھرم، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 479)

ذیل میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات پیش کرتے ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں :’’یاد رہے کہ انجیلوں میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح کے آنے کے متعلق ہیں۔ ایک وہ جو آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ وعدہ رُوحانی طور پر ہے اور وہ آنا اُسی قسم کا آنا ہے جیسا کہ ایلیا نبی مسیح کے وقت دوبارہ آیا تھا۔ سو وہ ہمارے اِس زمانہ میں ایلیا کی طرح آ چکا ہے اور وہ یہی راقم ہے جو خادم نوع انسان ہے جو مسیح موعود کر کے مسیح علیہ السلام کے نام پر آیا۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں، رُوحانی خزائن، جلد 15 صفحہ 38)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں۔ اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔ اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلّی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدائے تعالیٰ کی پاک کتابوں کی رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں اس لئے ان رُوحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں۔ **مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں۔**

سو اس زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کو اس سچے خدا کی طرف توجہ دی جائے جو پیدا ہونے اور مرنے اور درد دکھ وغیرہ نقصانوں سے پاک ہے۔ وہ خدا جس نے تمام ابتدائی اجسام واجرام کو کروی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اس کی ذات میں کرویت کی طرح وحدت اور یک جہتی ہے اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی۔ یعنی جو کچھ خدا کے ہاتھ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین، آسمان، سورج، چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جن کی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اس خدا کی طرف ان کو رہبری کی جائے جس کے ہاتھ کی چیزیں اس کو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔

اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔ اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ حال کے بعض علماء کے یہ خیالات کہ مہدی خونی آئے گا اور تلوار سے اسلام کو پھیلائے گا یہ تمام خیالات قرآنی تعلیم کے مخالف اور صرف نفسانی آرزوئیں ہیں اور ایک نیک اور حق پسند مسلمان کے لئے ان خیالات سے باز آ جانے کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ قرآنی ہدایتوں کو غور سے پڑھے اور ذرہ ٹھہر کر اور فکر اور سوچ سے کام لے کر نظر کرے کہ کیونکر خدائے تعالیٰ کا پاک کلام اس بات کا مخالف ہے کہ کسی کو دین میں داخل کرنے کے لئے قتل کی دھمکی دی جائے۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں، رُوحانی خزائن، جلد 15 صفحہ 13)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

خدا تعالیٰ نے تمام مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرنے کے لئے مجھے پیش کیا ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ہندوؤں اور عیسائیوں اور سکھوں میں ایک بھی نہیں کہ جو آسمانی نشانوں اور قبولیتوں اور برکتوں میں میرا مقابلہ کر سکے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ زندہ مذہب وہی مذہب ہے جو آسمانی نشان ساتھ رکھتا ہو اور کامل امتیاز کا نور اس کے سر پر چمکتا ہو۔ سو وہ اسلام ہے۔ کیا عیسائیوں میں یا سکھوں میں یا ہندوؤں میں کوئی ایسا ہے کہ اِس میں میرا مقابلہ کر سکے؟ سو میری سچائی کے لئے یہ کافی حجت ہے کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔ اب جس طرح چاہو اپنی تسلّی کر لو کہ میرے ظہور سے وہ پیشگوئی پوری ہو گئی جو براہین احمدیہ میں قرآنی منشاء کے موافق تھی اور وہ یہ ہے کہ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

(تریاق القلوب، رُوحانی خزائن، جلد 15 صفحہ 249)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ دُنیا میں توحید کی ہوا چلائے، لوگوں کے دلوں میں توحید کی محبت ڈال دے، اور بنی نوع انسان کو اسلام کی طرف لا کر ان کی نجات اور دائمی خوشحالی کے سامان پیدا کر دے۔ آمین۔ (منصور احمد مسرور)

حدیث نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص لوگوں کا شکرادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا‘‘

(ترمذی، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم جے وسیم احمد صاحب مرحوم (چنتہ کنٹہ)

ارشاد حضرت امیرالمومنین

’’قوم بننے کیلئے یگانگت اور فرمانبرداری انتہائی ضروری ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 05 دسمبر 2014ء)

طالب دُعا: مقصود احمد قریشی ولد مکرم محمد عبیداللہ قریشی اینڈ فیملی و افراد خاندان (بنگلور)

ارشاد حضرت امیرالمومنین

’’زیادہ سے زیادہ واقفین نو کو جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے آنا چاہئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 مارچ 2017ء)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب

مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبان، قادیان

حدیث نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ہر وہ کام جو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔‘‘ (الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف)

طالب دعا: محمد منیر احمد، امیر ضلع نظام آباد (صوبہ تلنگانہ)

ارشاد حضرت امیرالمومنین

’’وفا کو بھی بڑھائیں، اپنے تقویٰ کو بھی بڑھائیں اور خلافت کے ساتھ اپنے تعلق کو بھی بڑھائیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 2015ء)

طالب دُعا: ایم خلیل احمد (امیر ضلع شموگہ) صوبہ کرناٹک

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے قارئین استفادہ کر سکتے ہیں۔(ایڈیٹر)

کلام الامام

’’تم لوگ متقی بن جاو اور
تقوی کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔‘‘
(ملفوظات، جلد1، صفحہ 200)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین پر موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ۔ اگر چہ تمہارا بدن تار تار کر دیا جائے اور تمہارا مال لُوٹ لیا جائے۔ (مسند احمد بن حنبل۔ حدیث نمبر 22333)

کلام الامام

’’ہر ایک اُمت اس وقت تک قائم رہتی ہے
جب تک اس میں توجہ الی اللہ قائم رہتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد4، صفحہ 292)

کلام الامام

’’جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع
اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔‘‘
(ملفوظات جلد4، صفحہ 379)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت

وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ۝لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡیَمِیۡنِ۝ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِیۡنَ۝

اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ (سورۃ الحاقۃ 45 تا 47)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بانی مسلم جماعت احمدیہ نے اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے رُوحانی تعلق پر متعدد مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ ایسے اکثر و بیشتر ارشادات کو یکجا کر کے ایک کتاب

’’خدا کی قسم‘‘

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ کتاب حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات بذریعہ پوسٹ کارڈ/ای میل **مفت** کتاب حاصل کریں۔

E-Mail : ansarkkq@gmail.com
Ph : 01872-220186, Fax : 01872-224186
Postal-Address:Aiwan-e-Ansar,Mohalla Ahmadiyya,Qadian-143516,Punjab
For On-line Visit : www.alislam.org/urdu/library/57.html

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’اسلام بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور شکر کرو۔‘‘ (ملفوظات جلد 3، صفحہ 181)

طالب دعا: مصدق احمد، امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

کلام الامام

’’اسلام حقیقی معرفت عطا کرتا ہے
جس سے انسان کی گناہ آلود زندگی پر موت آجاتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 344)

طالب دُعا: سکینہ الہ دین صاحبہ، اہلیہ مکرم سلطان محمد الدین صاحب آف سکندر آباد

کلامُ الامام

’’نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی
صرف ایک ہی چیز ہے جو خدا کی معرفت کاملہ کہلاتی ہے۔‘‘
(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 3)

طالب دُعا: مقصود احمد ڈار ولد مکرم محمد شہبان ڈار، ساکن شورت، تحصیل وضلع کولگام (جموں اینڈ کشمیر)

ارشاد حضرت امیر المومنین

’’انسان کسی جگہ بھی بیٹھا ہوا گر اسے سلسلے کے اخبارات پہنچتے رہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے جیسا پاس بیٹھا ہے خلافت سے مضبوط تعلق کیلئے ہر احمدی کو ایم.ٹی.اے سننے کی ضرورت ہے، اس کی عادت ڈالنی چاہئے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 4 / مارچ 2016)

طالب دُعا: بشیر احمد مشتاق (صدر جماعت احمدیہ حلقہ ارم لین) سری نگر، جموں اینڈ کشمیر
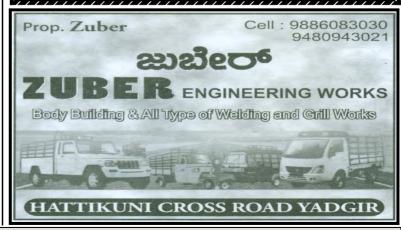
Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar.
And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of the Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Harchowal Road, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad

جرمنی کے شہر گیزن میں مورخہ 21؍اگست 2017 کو مسجد بیت الصمد کے افتتاح کی یادگار تصاویر

جلسہ سالانہ جرمنی 2017 کے چند خوبصورت مناظر

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Tel : (0091) 82830-58886
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr
E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

هفت روزہ
بدر
قادیان

Weekly BADAR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 66 **Thursday** **21-28 December 2017** **Issue No. 51-52**

MANAGER
NAWAB AHMAD
Tel : (0091) 94170-20616
SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 550
By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

دنیا بھر میں جماعت احمدیہ عالمگیر کی جانب سے کی جانے والی خدمت انسانیت کے چند مناظر

نور ہسپتال قادیان

طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ربوہ

جماعت احمدیہ جرمنی کی جانب سے افریقہ میں آنکھوں کے علاج کیلئے تیار کردہ العین موبائل کلینک

ہیومینیٹی فرسٹ کی جانب سے ریلیف تقسیم کے مناظر

جمیل احمد ناصر پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: ۔نگران بدر بورڈ قادیان